آداب اسلامی
۲
ناشر
تنظیم المکاتب
Presented by www.ziaraat.com

آداب اسلامی

(۲)

مترجم

مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج لکھنؤ-۱۸ (ہندوستان)

فون 0522-2615115 فیکس: 0522-2628923

نام کتاب : آداب اسلامی (۲)

تالیف : نصاب تعلیم کمیٹی

مترجم : سید کمیل اصغر زیدی

کمپوزنگ : ابوزینب

سنہ طباعت : مارچ ۲۰۰۶ء

تعداد : ایک ہزار

ناشر : تنظیم المکاتب، گولہ گنج، لکھنؤ (ہندوستان)

قیمت : Rs. 90/-

فہرست

عنوان — صفحہ

تیسرا سبق

چوتھا سبق

پانچواں سبق

چھٹا سبق

ساتواں سبق

آٹھواں سبق

نواں سبق

دسواں سبق

گیارہواں سبق

بارہواں سبق

تیرہواں سبق

چودہواں سبق

پندرہواں سبق

سولہواں سبق

سترہواں سبق

اٹھارہواں سبق

تیئیسواں سبق

چوبیسواں سبق

پچیسواں سبق

چھبیسواں سبق

ستائیسواں سبق

اٹھائیسواں سبق

انتیسواں سبق

تیسواں سبق

عرض تنظیم

تحریک دینداری کے پہلے مرحلہ میں بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ نے اگرچہ اپنی توجہ ''قیام مکاتب'' پر مرکوز رکھی تھی مگر آپ کا نصب العین اس قوم کی ہر فرد کو دیندار بنانا تھا۔ دینی تعلیم کے بغیر دینداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لیے آپ نے روز اول مکاتب کے ساتھ تعلیم بالغان اور مراسلاتی کورس کو بھی تنظیم المکاتب کے بنیادی اہداف میں شامل فرمایا اور آپ کی زندگی میں یہ شعبے کم وبیش فعال بھی ہو گئے تھے مگر خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی جس کا اہم سبب مناسب نصاب کا فقدان تھا۔

مکاتب کے ساتھ اسکول، جونیر ہائی اسکول اور ہائی اسکولوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ہی قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ وسیرت اور اخلاق وحدیث پر مشتمل متوسط سطح کے ایسے نصاب کی ضرورت کا مزید احساس ہوا جس سے نوجوانوں میں دینی شعور پیدا ہو سکے۔ تربیت مدرسین کے علاوہ ادھر کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے لیے دینی تعلیمی تربیتی کیمپ، مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ جیسے سلسلے شروع کیے گئے جن کے لیے بھی کتب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

نصاب کی تیاری ایک مشکل کام ہے اس کے لیے مختلف نمونوں، کتب اور مواد کے علاوہ صاحبان علم ہی نہیں بلکہ ماہرین فن کی ایسی تجربہ کار جماعت درکار ہوتی ہے جو یکسوئی کے ساتھ یہ کام انجام دے سکے اس راہ میں جن دشوار گذار اور صبر آزما مراحل سے گذرنا ہوتا ہے اس کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایسے مشاغل سے سروکار رکھتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں مناسب محسوس ہوا کہ از سر نو نصاب ترتیب دینے اور تجربہ کرنے کے بجائے مختلف ممالک اور زبانوں میں نوجوانوں کی تربیت کے لیے رائج نصاب سے استفادہ کیا جائے۔

چنانچہ طلاب کی سطح کے اعتبار سے تلاش شروع کی گئی مگر کسی ایک مرکز سے کوئی ایک ایسا جامع نصاب نہ مل سکا جو ہمارے ملک کی نسل نو کے دینی ضروریات کو پورا کر سکے لہٰذا مختلف تعلیمی مراکز میں رائج نصاب سے انتخاب کیا گیا جس کے باعث اسلوب نگارش، انداز بیان اور سطح فکر میں اختلاف ناگزیر ہے۔

کتب کا اردو میں ترجمہ بھی ایک مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں حوزۂ علمیہ قم میں زیر تعلیم اہل علم اور خوش استعداد صاحبان قلم خصوصاً جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب کے افاضل سے مدد لی گئی۔ اس طرح الحمد للہ اب قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ وسیرت اور اخلاق وحدیث پر مشتمل نصاب مرتب ہو کر اشاعت کی منزل میں ہے۔ فی الحال ان موضوعات سے روشناس کرانا مقصود ہے۔ آئندہ تجربہ کی روشنی میں کتب یا ان کے مشمولات میں تبدیلی کا امکان ہے جس کے لیے ہم اہل نظر اور ارباب بصیرت کی مثبت آراء اور تنقید کے منتظر ہیں۔

زیر نظر کتاب ''آداب اسلامی'' جلد (۲) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ مترجم کتاب جناب مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب فاضل جامعہ امامیہ اور سازمان مدارس وحوزات علمیہ ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی کاوشوں اور عنایتوں سے زیر نظر کتاب کی اشاعت کا شرف ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری

۲۶ رذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۶ھ

مقدمہ

اسلامی ادب میں ''تعلیم'' اور ''تربیت'' عموماً ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں لیکن علماء واساتذۂ کرام تعلیم سے زیادہ تربیت کی اہمیت کے قائل ہیں۔

قرآن کریم اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واہل بیت علیہم السلام کی روایات میں تربیت اور تزکیۂ نفس کے مسئلہ پر بہت زور دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ''تربیت'' کے بغیر ''علم'' ''سراج منیر'' کے بجائے ''حجاب'' بن جاتا ہے اور ترقی وتکامل کی راہ میں مانع قرار پاتا ہے۔

اسی لئے ''اسلامی آداب'' اور ''تربیت وتزکیہ نفس'' کو نظام تعلیم میں بنیادی رکن کی حیثیت حاصل ہے اور انہیں نظر انداز کر دینے کی وجہ سے معاشرہ میں بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔

لفظ ''آداب'' اور ''اخلاق'' جب ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو عموماً ان سے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہیں البتہ کبھی کبھی ان کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ ایک کے معنی دوسرے لفظ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔

استعمال کے لحاظ سے یوں تو آداب اسلامی ''کسی راستہ پر پوچھتے ہوئے چلتے چلے جانا'' ''اخلاق حسنہ'' اور ''اعلیٰ صفات واقدار'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ان موارد کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم ''ثقافت'' اور ''تہذیب وتمدن'' جیسے وسیع مفہوم تک پہونچ جاتے ہیں کیونکہ ثقافت کا مفہوم دینی احکام

وتعلیمات سے وسیع ہے۔ تہذیب وثقافت میں معاشرہ کے وہ آداب ورسوم اور عادات واطوار بھی شامل ہوتے ہیں جو کسی تہذیب اور کلچر کی شناخت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

اسلام نے اپنے آفاقی پیغام کے تحت اقوام عالم کو جن آداب کی تعلیم دی ہے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں کسی بھی معاشرہ میں پائے جانے والے آداب ورسوم کو دین اسلام صرف اسی صورت میں کالعدم قرار دیتا ہے جب وہ روح اسلام سے متصادم ہوں یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اعلان بعثت کے بعد اس دور میں رائج بہت سے رسم و رواج کو باقی رکھا اور اسی کے ساتھ آنحضرتؐ نے یہ اعلان بھی فرمایا: ''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں''

معاشرہ کے لئے تہذیب وثقافت یا کلچر کی وہی حیثیت ہے جو بدن کے اندر خون کی ہوتی ہے، جس طرح خون، دماغ کی رگوں سے لے کر پیر کی انگلیوں کے سروں تک جسم کے تمام حصوں میں دوڑتا رہتا ہے اسی طرح تہذیب وکلچر کا اثر زمانہ کے ایک عالم جلیل اور مفکر سے لے کر کارخانوں کے مزدور تک معاشرہ کے تمام افراد کی رگ وپے میں سرایت کئے ہوتا ہے۔

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور جزیرہ نمائے عرب اس کے نور سے جگمگا اٹھا تو دنیا میں ایک جدید معاشرہ وجود میں آیا۔ آپسی ہمدردی اور انس ومحبت کا جذبہ اس معاشرہ کی امتیازی خصوصیت تھی جس کی ترجمانی قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۱)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ بارگاہ احدیت میں سر خم کئے ہوئے، سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فضل وکرم اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، کثرت سجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں، یہی ان کی مثال توریت میں ہے اور یہی ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے کوئی کھیتی ہو جو پہلے سوئی نکالے پھر اسے مضبوط بنائے پھر وہ موٹی ہو جائے اور پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے کہ کاشتکاروں کو خوش کرنے لگے تاکہ ان کے ذریعہ کفار کو جلایا جائے اور اللہ نے صاحبان ایمان وعمل صالح سے مغفرت اور عظیم اجر کا وعدہ کیا ہے''

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (۲)

''اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی ہے کہ اگر آپ ساری دنیا خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن خدا نے یہ الفت ومحبت پیدا کر دی ہے کہ وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے''

جس وقت لوگ پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کا کلمہ پڑھ کر گروہ در گروہ اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے تھے یہی وہ وقت تھا جب ایک جانب آنحضرتؐ نئی ''اسلامی ثقافت'' کی بنیاد رکھ رہے تھے اور

---

(۱) سورۂ فتح آیت ۲۹

(۲) سورۂ انفال آیت ۶۳

دوسری جانب آپ ان آداب و رسوم کے خلاف جہاد کر رہے تھے جو انسانی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے تھے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے نماز جمعہ و جماعت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا حکم دیا، افراد معاشرہ کے درمیان اخوت و محبت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور انصاف کی ترویج کے لئے سعی بلیغ فرمائی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک صحیح معاشرہ کی تشکیل کے لئے شرح صدر، مزاح، یتیموں کی کفالت، مریضوں کی عیادت اور دوسروں کی خوشی اور غم میں شرکت، مہمانوں کی ضیافت اور امانتداری جیسی باتوں کو نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھا بلکہ ان کے اصول بھی معین فرما دیئے اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی سیرت طیبہ کے ذریعہ دین اسلام نے انسانی عظمت کے منافی اعمال مثلاً غیبت، چغل خوری، بہتان و الزام تراشی، حسد، استہزا اور جھوٹ جیسے منفی اور معاشرہ کے لئے نقصان دہ رسم و رواج اور آداب و اطوار کا خاتمہ بھی کیا۔

اسلام نے ان آداب کو فضا میں معلق قوانین کی شکل میں پیش نہیں کیا ہے بلکہ اپنے نظام اور وسائل تربیت کے ذریعہ ان کی جڑیں معاشرہ اور انسانی وجود میں بہت گہرائی تک پیوست کر دی ہیں۔

اسلام نے اپنے نظام میں دنیوی و اخروی ثواب و عقاب کا تصور پیش کیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی حیات کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے دنیا فقط گذرگاہ اور آخرت کے لئے کاشت کا مقام ہے اس دنیا میں انسان جو بوئے گا کل اسی کو کاٹے گا اس کے ساتھ ساتھ شرعی قوانین کے ذریعہ بھی اسلام اجتماعی زندگی کو صحیح جہت عطا کرتا ہے۔

اسلامی ثقافت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس ثقافت میں انفرادی عمل، اجتماعی امور کی ضمانت بھی ہوتا ہے مثلاً جب کوئی مسلمان رضائے الٰہی، ثواب، جنت کے حصول اور اپنی حسن عاقبت کے

لئے کسی یتیم کی کفالت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل محض ذاتی اور انفرادی فائدہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سے بچہ کو محفوظ اور آبرومندانہ زندگی میسر ہو جاتی ہے اور اس طرح بے سرپرست بچہ کے بجائے ایک صالح بچہ معاشرہ کا جزء بنتا ہے اور اس کے خدمات قوم و ملت کے کام آتے ہیں۔ اس طرح اسلامی آداب اور تہذیب و ثقافت میں اخلاقیات کے انفرادی و اجتماعی معاملات کسی ٹکراؤ کے بغیر آگے بڑھتے رہتے ہیں جس سے معاشرہ پر امن و آسائش اور سعادت و خوش بختی کا دوردورہ، سایہ فگن رہتا ہے

آپ کے مبارک ہاتھوں میں اس وقت جو کتاب ہے یہ "سازمان مدارس وحوزات علمیہ" کے نصاب تعلیم کا حصہ ہے جسے اس ادارہ کی نصاب تعلیم کمیٹی نے حوزات علمیہ کے ابتدائی درجات کے لئے تدوین کیا ہے۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کی تالیف و ترتیب میں ہمارا تعاون کیا ہے خاص طور سے مولانا سید کمیل اصغر زیدی کے مشکور ہیں جنہوں نے اس کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری ادا کی ہے۔

خدائے کریم سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

شعبۂ تدوین نصاب

۲۰۰۴ء

پہلا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۱)

مذہب اسلام میں زندگی کے دیگر معاملات کی طرح تعلیم حاصل کرنے اور دوسروں کو تعلیم دینے کے بارے میں مخصوص آداب اور قوانین موجود ہیں جن میں سے بعض کی رعایت استاد یا مدرس کے لئے ضروری ہے جب کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا خیال رکھنا طالب علم اور بچوں کے اوپر لازم ہے اس سلسلہ میں اسلام نے جو آداب بیان کئے ہیں آئندہ دروس میں آپ ان سے واقف ہوں گے لیکن پہلے علم اور عالم کی اہمیت اور ان کے مقام و مرتبہ کو جاننا ضروری ہے۔

الف۔ علم اور عالم کی اہمیت قرآن مجید کی نگاہ میں

ا۔ پیغمبر اکرمؐ پر جو آیات کریمہ سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں ان میں انسان کی خلقت کے بعد سب سے پہلے جس نعمت کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ نعمت علم ہی ہے. جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ ☆ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ☆ اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْأَکْرَمُ ☆ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾(۱) ''اس خدا کا نام لیکر پڑھو جس نے پیدا کیا ہے. اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے. پڑھو اور تمہارا پروردگار بہت کریم ہے جس نے

....

(۱) سورۂ علق: آیت ۱۔۵

قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

۲۔ جاہلوں پر اہل علم کی فضیلت. ﴿...يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾(۱) "کہ خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔"

۳۔ بے شمار خیر ان کو نصیب ہوگا جنہیں حکمت کا سرچشمہ مل گیا ہے. ﴿وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً﴾(۲) "اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کر دیا گیا" اور حکمت تک پہونچنے کا ایک راستہ علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے مطابق اہل علم میں پانچ خصوصیات پائے جاتے ہیں:

۱۔ ایمان. ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ...﴾(۳) "اور جو علم میں رسوخ رکھنے والے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔"

۲۔ توحید. ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ﴾(۴) "اور اللہ خود گواہ ہے کہ اسکے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور ملائکہ و صاحبان علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے۔"

۳۔ خوف خدا سے غمگین رہنا. ﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّداً ☆ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعاً﴾(۵)

(۱) سورۂ مجادلہ: آیت ۱۱
(۲) سورۂ بقرہ: آیت ۲۶۹
(۳) سورۂ آل عمران: آیت ۷
(۴) سورۂ آل عمران: آیت ۱۸
(۵) سورۂ اسراء آیت: ۱۰۷/۱۰۹

"جن کو اس سے پہلے علم دے دیا گیا ہے ان پر تلاوت ہوتی ہے تو منہ کے بھل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور روتے ہیں اور وہ قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کر دیتا ہے۔"

۴۔ خشوع جیسا کہ مذکورہ آیت میں ذکر ہے۔

۵۔ خشیت. ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ...﴾(۱) "لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبان معرفت ہیں۔"

ب۔ احادیث پیغمبر اکرمؐ میں علم اور عالم کا مرتبہ

☆ "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ". خداوند عالم جس کے لئے بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا ادراک عطا کر دیتا ہے۔(۲)

☆ "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔(۳)

☆ "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ" اہل علم انبیاء کے وارث ہیں۔(۴)

☆ "يَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" "زمین و آسمان کی ہر مخلوق عالم کے لئے استغفار کرتی ہے۔"(۵)

☆ "أَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ. أَمَّا أَهْلُ الْعِلْمِ

(۱) سورۂ فاطر: آیت ۲۸
(۲) صحیح بخاری: کتاب علم ح ۷۰
(۳) بحار الانوار: ج ۲، ص ۲۲، باب ۸
(۴) سنن ابن ماجہ: ج ۱ باب ۱۷ ص ۲۲۳
(۵) سنن ابی داؤد: ج ۲ ص ۲۸۵

فَدَلُّوا النَّاسَ عَلٰی مَا جَاءَ تْ بِهِ الرُّسُلُ، و أَمَّا أَهْلُ الْجِهَادِ فَجَاهَدُوْا بِأَسْيَافِهِمْ عَلٰی مَا جَاءَ تْ بِهِ الرُّسُلُ '''' اہل علم اور مجاہدین درجہ نبوت سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں علماء اس لئے نزدیک ہیں کیونکہ انہوں نے پیغمبروں کے پیش کردہ احکام کی طرف لوگوں کی رہنمائی کی ہے اور مجاہدین اس لئے نزدیک ہیں کہ انہوں نے اپنی تلواروں سے پیغمبروں کے پیغام کے لئے جہاد کیا ہے۔'' (۱)

☆ ''يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيامَةِ مِدادُ الْعُلَمَاءِ بِدِمَاءِ الشُّهَدَاءِ'' ''روز قیامت علماء کی روشنائی خون شہداء کے ہم وزن ہوگی۔'' (۲)

☆ ''إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِى الْأَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ يُهْتَدىٰ بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ فَإِذَا انْطَمَسَتْ أَوْشَكَ أَنْ تَضِلَّ الْهُدَا ةُ'' ''روئے زمین پر علماء کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آسمانوں پر ستارے چمکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ خشکی اور سمندروں میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور جب ان میں سے کوئی ڈوب جاتا ہے تو ہدایت پانے والوں کے لئے گمراہی کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔'' (۳)

☆ پروردگار نے جناب ابراہیمؑ کی طرف یہ وحی فرمائی: ''يا ابراهيمُ إنِّي عَليمٌ و أُحِبُّ كُلَّ عَليمٍ'' ''میں صاحب علم ہوں اور ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں۔'' (۴)

☆ ''مَوْتُ قَبِيلَةٍ أَيْسَرُ مِن مَوْتِ الْعَالِمِ'' ''ایک پورے قبیلہ کی موت (کا غم) ایک عالم کی

(۱) احیاء العلوم غزالی: کتاب العلم

(۲) گذشتہ حوالہ

(۳) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۹

(۴) احیاء العلوم غزالی: کتاب العلم

موت سے زیادہ سہل ہے۔'' (۱)

☆ ''مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ'' ''جو دین کی راہ میں غور وفکر کے لئے کوشش کرے گا تو خداوند عالم اس کے ہر ہم وغم کے لئے کافی ہے اور جس جگہ کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اسے وہاں سے روزی فراہم کرتا ہے۔'' (۲)

☆ ''يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيامَةِ ثَلاثَةٌ: الْأَنْبِياءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ'' ''روز قیامت تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء اور شہداء۔'' (۳)

☆ ''أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَعْلَمَ الْمَرْءُ عِلْماً ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ'' ''سب سے بہترین صدقہ یہ ہے کہ انسان خود تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنے بھائیوں کو اس کی تعلیم دے۔'' (۴)

☆ ''إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ حَتَّى النَّمْلَةِ فِي جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ يُصَلُّونَ عَلَىٰ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيرَ'' ''پروردگار عالم اور اس کے ملائکہ حتی کہ اپنے سوراخوں میں چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔'' (۵)

☆ ''النَّظَرُ الى وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ'' ''عالم کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے'' (۶)

☆ ''مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا تُسَدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ'' ''عالم کی موت اسلام کے اندر ایک ایسا شگاف ہے جس کی بھرپائی شب و روز کے دائمی سلسلہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔'' (۷)

(۱) احیاء العلوم غزالی: کتاب علم

(۲) احیاء العلوم غزالی: کتاب علم

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۴۲۰۹

(۴) سنن ابن ماجہ: باب ۲۰ ج ۲۴۳

(۵) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۳۶

(۶) بحار الانوار: ج ۱ کتاب علم

(۷) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۱

ج۔ احادیث پیغمبر اکرمؐ میں طالب علم اور علم حاصل کرنے کی اہمیت

☆ "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ"، "تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔" (۱)

☆ "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّیْنِ فَاِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ" "تعلیم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے، کیونکہ تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔" (۲)

☆ "مَنْ طَلَبَ عِلْماً فَاَدْرَکَهُ کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ کِفْلَیْنِ مِنَ الْاَجْرِ وَ مَنْ طَلَبَ عِلْماً فَلَمْ یُدْرِکْهُ کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ کِفلاً مِنَ الْاَجْرِ" "جو شخص کوئی علم سیکھنا شروع کرے اور اس کے حصول میں کامیاب ہو جائے تو خداوند عالم اس کے لئے دوہرا اجر عطا کرتا ہے اور جو شخص تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کرے مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو خداوند عالم اس کے لئے ایک اجر عطا کرے گا۔" (۳)

☆ "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی عُتَقَاءِ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْمُتَعَلِّمِیْنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ اِلٰی بَابِ الْعَالِمِ اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَ بَنَی اللّٰهُ لَهُ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَةً فِی الْجَنَّةِ وَ یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ وَ هِیَ تَسْتَغْفِرُ لَهُ وَ یُمْسِیْ وَ یُصْبِحُ مَغْفُوراً لَهُ وَ شَهِدَتِ الْمَلَائِکَةُ اَنَّهُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ" "جو شخص جہنم سے آزاد ہونے والے بندگان خدا کو دیکھنا چاہے تو تعلیم حاصل کرنے والوں کو دیکھ لے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب بھی کوئی طالب علم کسی عالم کے دروازے پر رفت و آمد کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے اور ہر قدم

(۱) سنن ابن ماجہ: ج ۱ باب ۱۷ حدیث ۲۲۴
(۲) بحار الانوار: ج ۱ ص ۱۸۰ باب ۱
(۳) الترغیب والترھیب: ج ۱ ص ۹۶

پر جنت میں اس کے لئے ایک گھر بناتا ہے اور وہ جس زمین پر چلتا ہے وہ زمین اس کے لئے استغفار کرتی ہے اور صبح وشام اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ملائکہ ان کے بارے یہ گواہی دیتے ہیں کہ انہیں خدا نے جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔" (۱)

☆ "مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلّٰهِ فَهُوَ کَالصَّائِمِ نَهَارُهُ الْقَائِمِ لَیْلُهُ وَاِنَّ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ یَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لَهُ اَبُوْ قُبَیْسٍ ذَهَباً فَاَنْفَقَهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" "علم حاصل کرنے والا انسان اس شخص کی طرح ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہو اور پوری رات نماز پڑھ کر گذار دیتا ہو اور اگر وہ علم کا ایک باب حاصل کر لے تو وہ اس کے لئے راہ خدا میں کوہ ابوقبیس کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔" (۲)

☆ "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ" "علم کی راہ میں گھر سے نکلنے والا جب تک واپس نہ آجائے راہ خدا میں رہتا ہے۔" (۳)

☆ "طَالِبُ الْعِلْمِ بَیْنَ الْجُهَّالِ کَالْحَیِّ بَیْنَ الْاَمْوَاتِ" "جاہلوں کے درمیان طالب علم ایسا ہی ہے جیسے مردوں کے درمیان زندہ شخص ہوتا ہے۔" (۴)

☆ "اِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَ هُوَ عَلٰی هٰذِهِ الْحَالَةِ مَاتَ وَهُوَ شَهِیْدٌ" "تعلیم کے دوران اگر کسی طالب علم کو موت آجائے تو وہ شہید ہے۔" (۵)

(۱) تفسیر فخر رازی: ج ۲ ص ۱۸۰
(۲) تفسیر فخر رازی: ج ۲ ص ۱۸۰
(۳) سنن ترمذی: حدیث ۲۶۴۷
(۴) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۲۶
(۵) ترغیب وترھیب: ج ۱ ص ۹۷

☆ ''مَنْ طَلَبَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ كَانَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ'' ''جو شخص اسلام کو زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔''(۱)

☆ ''طَالِبُ الْعِلْمِ تَبْسُطُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا رِضىً بِمَا يَطْلُبُ'' ''طالب علم جو علم حاصل کرتا ہے اس سے خوش ہو کر ملائکہ اپنے پروں کو اس کے پیروں کے نیچے پھیلا دیتے ہیں۔''(۲)

☆ ''مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَطْلُبُ فِيهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقاً مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ'' ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلے گا خداوند عالم اس کے ذریعہ اسے جنت کی راہ پر لگا دے گا۔''(۳)

☆ روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور چاروں طرف ایک نظر ڈالی تو دیکھا بعض لوگ دعا و عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور کچھ لوگ تعلیم میں سرگرم ہیں تو آپ نے فرمایا: ''كِلَا الْمَجْلِسَيْنِ اِلَى خَيْرٍ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ وَ يُفَقِّهُونَ الْجَاهِلَ هٰؤُلَاءِ اَفْضَلُ، بِالتَّعْلِيمِ اُرْسِلْتُ'' ''یہ دونوں ہی لوگ خیر پر ہیں لیکن جو لوگ عبادت خدا اور راز و نیاز میں مشغول ہیں ان سے وہ لوگ افضل ہیں جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا جاہلوں کو تعلیم دے رہے ہیں کیونکہ مجھے تعلیم دینے کے لئے ہی بھیجا گیا ہے۔ پھر پیغمبر اکرمؐ انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔''(۴)

---

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۸۸۳۳

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۴۶

(۳) گذشتہ حوالہ

(۴) سنن ابن ماجہ: حدیث ۲۲۹، کنز العمال: حدیث ۲۸۷۰۱ و ۲۸۸۷۳ معمولی اختلاف کے ساتھ۔

سبق کا خلاصہ:

اسلام علم اور تعلیم کی اہمیت کا بہت زیادہ قائل ہے یہاں تک کہ قرآن مجید نے سب سے پہلے جس نعمت کا تذکرہ کیا ہے وہ نعمت علم ہے اسی طرح اسلام اور معصومینؑ کی نگاہ میں عالم اور طالب علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔

سوالات:

۱۔ قرآن مجید میں اہل علم کی جو خصوصیات بیان کئے گئے ہیں انھیں بیان کیجئے اور ان سے متعلق آیات سنایئے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے عالم کا کیا مرتبہ بیان فرمایا ہے؟

۳۔ حدیث پیغمبر اکرمؐ میں کن لوگوں کو جہنم سے آزاد قرار دیا گیا ہے؟

۴۔ حدیث پیغمبر اکرمؐ کے مطابق عابد پر عالم کو برتری کیوں حاصل ہے؟

دوسرا سبق

علم اور عالم کی فضیلت (۲)

د۔ احادیث اہل بیتؑ میں علم اور عالم کی فضیلت

۱۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "أَيُّهَا النَّاسُ اِعْلَمُوا أَنَّ كَمَالَ الدِّيْنِ طَلَبُ الْعِلْمِ وَالْعَمَلُ بِهِ، أَلَا وَ اِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ أَوْجَبُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ، اِنَّ الْمَالَ مَقْسُوْمٌ مَضْمُوْنٌ لَكُمْ، قَدْ قَسَّمَهُ عَادِلٌ بَيْنَكُمْ وَ قَدْ ضَمِنَهُ وَ سَيَفِيْ لَكُمْ وَ الْعِلْمُ مَخْزُوْنٌ عِنْدَ أَهْلِهِ وَقَدْ أُمِرْتُمْ بِطَلَبِهِ مِنْ أَهْلِهِ فَاطْلُبُوْهُ"، "اے لوگو! یاد رکھو کہ دین کی تکمیل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے تعلیم حاصل کرو اور پھر اس پر عمل کرو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تعلیم حاصل کرنا تمہارے لئے مال حاصل کرنے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ مال تمہارے درمیان تقسیم شدہ ہے اور اس کی ضمانت بھی موجود ہے خدائے عادل نے اس کو تمہارے درمیان خود تقسیم فرمایا ہے اور اسی نے اس کی ضمانت بھی لی ہے اور وہ اسے ضرور وفا کرے گا۔ جبکہ علم کا خزانہ اہل علم کے پاس رکھا گیا ہے اور تمہیں اس کے حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا اہل علم کے پاس جا کر علم حاصل کرو۔" (۱)

---

(۱) اصول کافی ج۱ ص۳۰

۲۔ اسی طرح مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "اَلْعِلْمُ أَفْضَلُ مِنَ الْمَالِ بِسَبْعَةٍ" "مال کے مقابل علم سات چیزوں کے باعث افضل ہے۔"

۱۔ "أَنَّهُ مِيرَاثُ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْمَالُ مِيرَاثُ الْفَرَاعِنَةِ" "علم انبیاء کی میراث ہے جبکہ مال فرعون صفت افراد کی میراث ہے۔"

۲۔ "اَلْعِلْمُ لَايَنْقُصُ بِالنَّفَقَةِ وَ الْمَالُ يَنْقُصُ بِهَا" "علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔"

۳۔ "يَحْتَاجُ الْمَالُ إِلَى الْحَافِظِ وَ الْعِلْمُ يَحْفَظُ صَاحِبَهُ" "مال کے لئے محافظ کی ضرورت ہے اور علم خود صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے۔"

۴۔ "اَلْعِلْمُ يَدْخُلُ فِي الْكَفَنِ وَ يَبْقَى الْمَالُ" "علم آدمی کے کفن میں بھی ساتھ رہتا ہے (بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کے لائق ہے) جبکہ مال اسی دنیا میں چھوٹ جاتا ہے۔"

۵۔ "اَلْمَالُ يَحْصُلُ لِلْمُؤْمِنِ وَ الْكَافِرِ وَ الْعِلْمُ لَا يَحْصُلُ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ خَاصَّةً" "مال مومن اور کافر سب کو مل جاتا ہے لیکن علم صرف اور صرف مومن کو نصیب ہوتا ہے۔"

۶۔ "جَمِيعُ النَّاسِ يَحْتَاجُونَ إِلَى صَاحِبِ الْعِلْمِ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ وَ لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى صَاحِبِ الْمَالِ" "دین کے معاملات میں تمام لوگوں کو اہل علم کی ضرورت پڑتی ہے لیکن اہل مال کی نہیں۔"

۷۔ "اَلْعِلْمُ يُقَوِّي الرَّجُلَ عَلَى الْمُرُورِ وَ عَلَى الصِّرَاطِ وَ الْمَالُ يَمْنَعُهُ" "علم انسان کو صراط مستقیم سے گزرنے کی طاقت فراہم کرتا ہے جبکہ مال اس سے مانع ہوتا ہے (۱)

---

(۱) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۸۵

۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "رَأْسُ الْفَضَائِلِ الْعِلْمُ غَايَةُ الْفَضَائِلِ الْعِلْمُ" "ہر فضیلت کا سرچشمہ اور ہر فضیلت کی انتہا کا نام علم ہے۔(۱)"

۴۔ آپؑ ہی کا ارشاد ہے: "اَلْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيمَةٌ" "علم نیک میراث ہے۔"(۲)

۵۔ آپؑ کا یہ ارشاد بھی ہے: "اَلْعِلْمُ حِجَابٌ مِنَ الْآفَاتِ" "علم آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔"(۳)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا: "اَلْعِلْمُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ" "علم مومن کی متاع گمشدہ ہے۔"(۴)

۶۔ حضرت امام زین العابدینؑ اسی سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ لَطَلَبُوهُ وَ لَوْ بِسَفْكِ الْمُهَجِ وَ خَوْضِ اللُّجَجِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى دَانِيَالَ: إِنَّ أَمْقَتَ عِبَادِي إِلَيَّ الْجَاهِلُ الْمُسْتَخِفُّ بِحَقِّ أَهْلِ الْعِلْمِ التَّارِكُ لِلْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ وَ إِنَّ أَحَبَّ عَبِيدِي إِلَيَّ التَّقِيُّ الطَّالِبُ لِلثَّوَابِ الْجَزِيلِ اللَّازِمُ لِلْعُلَمَاءِ التَّابِعُ لِلْحُكَمَاءِ الْقَابِلُ عَنِ الْحُكَمَاءِ" "اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تعلیم کے اندر کیا کچھ موجود ہے تو وہ اسے خون جگر بہا کر اور دریاؤں کی تہوں میں غوطہ لگا کر حاصل کرتے. خداوند عالم نے جناب دانیالؑ نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے نزدیک سب سے برا انسان وہ جاہل شخص ہے جو اہل علم کے مرتبہ کو معمولی سمجھے اور ان کی پیروی نہ کرے اور مجھے اپنا وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو متقی و پرہیزگار اور بے شمار ثواب کا طالب ہو اور مسلسل علماء کے ساتھ رہتا ہو اور حکماء کا تابع اور ان کے احکام پر عمل پیرا ہو۔"(۵)

---

(۱) غرر الحکم، ص ۴۱، ۱۶

(۲) نہج البلاغہ حکمت ۵

(۳) غرر الحکم ص ۶۴، ۷۹۴

(۴) بحار الانوار ج ۱، ص ۱۶۸، باب ۱

(۵) اصول کافی ج ۱، ص ۳۵

۷۔ امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے: "مَنْ عَلَّمَ بَابَ هُدىً فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَلَا يَنْقُصُ أُولٰئِكَ مِنْ أُجُورِهِم شَيْئاً وَ مَنْ عَلَّمَ بَابَ ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَ لَا يَنْقُصُ أُولٰئِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً"۔ "جو شخص ہدایت کے کسی ایک باب کی تعلیم دے اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور جو شخص گمراہی کی تعلیم دے گا اس کو اس بات پر عمل کرنے والوں کے برابر عذاب ملے گا اور ان کی سزا میں کوئی کمی نہ ہوگی۔" (۱)

۸۔ آپؑ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّ الَّذِي يُعَلِّمُ الْعِلْمَ مِنْكُمْ لَهُ أَجْرُ الْمُتَعَلِّمِ وَلَهُ الْفَضْلُ عَلَيْهِ، فَتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ مِنْ حَمَلَةِ الْعِلْمِ وَ عَلِّمُوهُ إِخْوَانَكُمْ كَمَا عَلَّمَكُمُوهُ الْعُلَمَاءُ"۔ "جو شخص کسی کو تعلیم دیتا ہے اس کے لئے تعلیم حاصل کرنے والے کا اجر بھی ہے البتہ استاد اس سے افضل ہے لہٰذا اہل علم سے علم حاصل کرلو اور پھر اپنے بھائیوں کو اسی طرح تعلیم دو جس طرح علماء نے تمہیں تعلیم دی ہے۔" (۲)

۹۔ ابوبصیر کی روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "مَنْ عَلَّمَ خَيْراً فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ قُلْتُ: فَإِنْ عَلَّمَهُ غَيْرَهُ يَجْرِي ذٰلِكَ لَهُ؟ قَالَ: إِنْ عَلَّمَهُ النَّاسَ كُلَّهُمْ جَرىٰ لَهُ. قُلْتُ: فَإِنْ مَاتَ؟ قَالَ: وَإِنْ مَاتَ" "کسی کار خیر کی تعلیم دینے والے کا اجر اس پر عمل کرنے والے کے برابر ہے! میں نے عرض کی کہ اگر کسی دوسرے کو بھی وہی تعلیم دیدے تب بھی وہی اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر تمام لوگوں کو تعلیم دیدے تب بھی وہی اجر ملتا رہے گا میں نے پھر عرض کی، اور اگر مر جائے تب بھی آپ نے فرمایا: کہ اگر مر بھی جائے تب بھی وہی اجر ملتا رہے گا۔" (۳)

---

(۱) اصول کافی: ج۱ص۳۵
(۲) اصول کافی: ج۱ص۳۵
(۳) اصول کافی: ج۱ص۳۵

۱۰۔ آپؑ ہی سے روایت ہے: "مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَمِلَ بِهِ وَ عَلَّمَ لِلّٰهِ دُعِيَ فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ عَظِيماً، فَقِيلَ: تَعَلَّمَ لِلّٰهِ وَعَمِلَ لِلّٰهِ وَعَلَّمَ لِلّٰهِ"۔ "جو شخص کسی کار خیر کی تعلیم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے تو آسمانوں پر اس کا بڑا عظیم مرتبہ ہے اور اس کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے تعلیم حاصل کی خدا کی خاطر عمل کیا اور اسی کی رضا کے لئے تعلیم دی ہے۔" (۱)

۵۔ جاہل پر عالم کی فضیلت اور برتری

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی روایات میں علم کو عبادت سے اور عالم کو عابد سے افضل قرار دیا گیا ہے۔
پیغمبر اکرمؐ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے:

☆ "العِلْمُ أَفْضَلُ مِنَ العِبَادَةِ" "علم عبادت سے بہتر ہے۔" (۲)

☆ "مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَاباً مِنْ عِلْمٍ لِيَرُدَّ بِهِ بَاطِلاً إِلَى حَقٍّ أَوْ ضَلَالَةً إِلَى هُدىً كَانَ عَمَلُهُ ذٰلِكَ كَعِبَادَةِ مُتَعَبِّدٍ أَرْبَعِينَ عَاماً"۔ "جو شخص اس نیت سے علم حاصل کرنے نکلے کہ اس کے ذریعہ باطل کی جگہ حق اور گمراہی کی جگہ ہدایت کو رواج دے گا تو اس کا یہ عمل عابد کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے۔" (۳)

☆ "نَوْمٌ مَعَ عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ صَلَاةٍ مَعَ جَهْلٍ"۔ "علم کے ساتھ سونا جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔" (۴)

---

(۱) اصول کافی ج۱ص۳۵
(۲) کنز العمال حدیث ۲۸۵۷
(۳) کنز العمال حدیث ۲۸۸۳۵
(۴) کنز العمال حدیث ۲۸۷۱۱

☆ ''طَلَبُ الْعِلْمِ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنَ الصَّلاةِ وَ الصِّيَامِ وَ الْحَجِّ وَ الْجِهادِ فِي سَبِيلِ اللهِ'' ''علم حاصل کرنا خداوند عالم کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔''(۱)

☆ ''فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَىٰ سَائِرِ النُّجُومِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ''

''عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودہویں کی چاند کو ستاروں پر ہوتی ہے۔''(۲)

☆ ''فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعُونَ دَرَجَةً بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ حَضْرُ الْفَرَسِ سَبْعِينَ عَاماً وَ ذٰلِكَ لِأَنَّ الشَّيْطَانَ يَضَعُ الْبِدْعَةَ لِلنَّاسِ فَيُبْصِرُهَا الْعَالِمُ فَيُزِيلُهَا وَ الْعَابِدُ يُقْبِلُ عَلَى عِبَادَتِهِ'' ''عالم کا مرتبہ عابد سے ستر درجہ بلند ہے، جن میں سے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا ستر سال میں دوڑتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شیطان لوگوں کے درمیان بدعتیں رائج کرتا ہے تو عالم ان بدعتوں کو دیکھ کر انہیں ختم کر دیتا ہے جبکہ عابد صرف اپنی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔''(۳)

☆ ''فَقِيهٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ'' ''شیطان کے مقابلہ میں ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔''(۴)

☆ ''رَكْعَةٌ مِنْ عَالِمٍ بِاللهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ رَكْعَةٍ مِنْ مُتَجَاهِلٍ بِاللهِ'' ''خدا کی معرفت رکھنے والے عالم کی ایک رکعت جاہل کی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔''(۵)

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۸۶۵۵

(۲) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۲۴، باب ۴

(۳) الترغیب والترہیب: ج ۱، ص ۱۰۲ حدیث ۳۶

(۴) احیاء العلوم: کتاب العلم

(۵) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۸۶

امیر المومنین حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے: ''اَلْكَلِمَةُ مِنَ الْحِكْمَةِ يَسْمَعُهَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَوْ يَعْمَلُ بِهَا، خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ'' ''اگر کوئی شخص کوئی حکمت آمیز بات سنے اور پھر اس کو دوسروں کے سامنے دہرائے یا اس پر عمل کرے تو اس کا یہ عمل ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''(۱)

حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد گرامی ہے: ''تَذَكُّرُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ'' ''علمی مذاکرہ میں ایک ساعت گذار دینا پوری رات قیام سے بہتر ہے۔''(۲)

آپؑ ہی نے یہ بھی فرمایا: ''عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ، أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِينَ أَلْفَ عَابِدٍ'' ''جس عالم کے علم سے فائدہ پہونچ رہا ہو وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔''(۳)

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: ''عَالِمٌ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ وَ مِنْ أَلْفِ زَاهِدٍ'' ''ایک عالم ہزار عابد اور ہزار زاہدوں سے بہتر ہے۔''(۴)

و: صحیح تعلیم کا انتخاب

گذشتہ دو سبق کے دوران پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اقوال و احادیث کی روشنی میں آپ علم اور عالم کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا کے تعلیم یافتہ ہر شخص کی یہی اہمیت ہے اور اس کو بھی دوسروں پر وہی فضیلت حاصل ہے جس کا تذکرہ مذکورہ روایات میں کیا گیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علم حاصل کرنا ایک بہترین کار خیر ہے اور جس علم کی بھی معاشرہ

(۱) بحار الانوار: ج ۱، ۱۸۳، ح ۹۳

(۲) بحار الانوار: ج ۱، ص ۲۰۴، باب ۴

(۳) بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۸، باب ۸

(۴) بحار الانوار: ج ۲، ص ۱۹، باب ۸

اور سماج کو ضرورت ہو اسے حاصل کرنا لازم ہے اور ایسے علوم کو اسلام میں واجب کفائی قرار دیا گیا ہے لیکن مذکورہ روایات میں علماء کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ فضیلت صرف علماء دین سے مخصوص ہے۔ دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا تَسُدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ" " عالم کی موت سے اسلام کے اندر ایک ایسا شگاف پیدا ہوجاتا ہے جس کو دن رات کی دائمی گردش بھی نہیں بھر سکتی ہیں۔" (۱)

۲۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَعَالِمٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى إِبْلِيسَ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ، لِأَنَّ الْعَابِدَ لِنَفْسِهِ وَ الْعَالِمَ لِغَيْرِهِ" " اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے ایک عالم کا وجود ابلیس کے لئے ہزار عابدوں پر بھاری ہے کیونکہ عابد صرف اپنی فکر میں رہتا ہے اور عالم کو دوسروں کی فکر رہتی ہے۔" (۲)

۳۔ روایت میں ہے کہ ایک روز پیغمبر اکرمؐ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو گھیرے بیٹھے ہیں آپ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ اصحاب نے عرض کی یہ "علامہ" ہے. فرمایا: کس چیز کا عالم ہے؟ تو جواب دیا کہ عربوں کے انساب، واقعات اور دور جاہلیت کے اشعار کا عالم ہے تو آپ نے فرمایا: "ذَاكَ عِلْمٌ لَا يَضُرُّ مَنْ جَهِلَهُ وَ لَا يَنْفَعُ مَنْ عَلِمَهُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ وَ مَا خَلَاهُنَّ فَهُوَ فَضْلٌ" " یہ تو ایک ایسا علم ہے کہ اگر کوئی اس سے جاہل ہو تو اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا اور جو جانتا ہے اس کو اس سے کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے علم صرف تین طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۸۷۶۱

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۸۹۰۸

آیۂ محکمۃ (عقائد) یا متعادل فرائض (اخلاقیات) یا پائیدار سنت (علم احکام شریعت) ان کے علاوہ باقی سب اضافی چیزیں ہیں۔

۴۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِرْهَماً وَ لَا دِينَاراً وَ إِنَّمَا وَرَّثُوا أَحَادِيثَ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَقَدْ أَخَذَ حَظّاً وَافِراً فَانْظُرُوا عِلْمَكُمْ هَذَا عَمَّنْ تَأْخُذُونَهُ فَإِنَّ فِينَا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي كُلِّ خَلَفٍ عُدُولاً يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَ تَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ" "بیشک علماء، انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء درہم و دینار کو اپنا وارث نہیں بناتے بلکہ ان کے اقوال و گفتار ہی ان کی میراث ہیں لہذا جو شخص ان میں سے کچھ حاصل کرلے گا تو گویا اس کو بہت بڑا حصہ مل گیا لہذا یہ دھیان رکھو کہ تم اسے کس سے حاصل کررہے ہو کیونکہ ہم اہل بیتؑ کی ہر نسل میں کچھ نہ کچھ ایسے عادل علماء ضرور پائے جاتے ہیں جو غلو کرنے والوں کی تحریفات، اہل باطل کے اتہامات اور جاہلوں کی تاویلات سے اسلام کو محفوظ رکھتے ہیں۔" (۱)

(۱) اصول کافی: ج۱، ص۳۲، ح۱

سبق کا خلاصہ:

اہل بیت علیہم السلام نے علم اور عالم کا عظیم مرتبہ بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اتنی تاکید کی ہے کہ اسے مال و دولت حاصل کرنے سے زیادہ واجب قرار دیا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں علم کا مرتبہ عبادت اور عالم کا مرتبہ عابد سے زیادہ ہے۔

اسلام نے تمام علوم کے درمیان سب سے زیادہ دینی تعلیم کو اہمیت دی ہے۔

سوالات:

۱۔ مولائے کائنات کی نظر میں علم حاصل کرنا دولت کمانے سے زیادہ واجب کیوں ہے؟

۲۔ حضرت علی کی نظر میں دولت اور علم کے درمیان کیا فرق پایا جاتا ہے؟

۳۔ گذشتہ اسباق میں مذکور کی روایات کی روشنی میں بیان کیجئے کہ عالم کو عابد پر فضیلت کیوں حاصل ہے؟

۴۔ کیا اسلام کی نگاہ میں تمام علوم کی اہمیت ایک جیسی ہے؟

تیسرا سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۱)

علم اور تعلیم کی فضیلت سے بخوبی آگاہی کے بعد مناسب ہے کہ تعلیم کے دوران جن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کو بھی بیان کر دیا جائے چنانچہ شہید ثانیؒ نے ان آداب اور فرائض کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ استاد اور شاگرد کے مشترکہ آداب و فرائض

۲۔ استاد کے خصوصی آداب و فرائض

۳۔ شاگرد (طالب علم) کے خصوصی آداب و فرائض

مشترکہ فرائض اور آداب

تعلیم و تدریس کے دوران استاد اور شاگرد کے لئے مندرجہ ذیل چھ چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ خلوص نیت

اسلام نے مسلمان کو زندگی کا ہر نیک کام خلوص نیت اور قربۃً الی اللہ انجام دینے کی تاکید کی ہے کیونکہ صرف نیت کی بنا پر بڑے سے بڑا عمل معمولی اور حقیر ہو جاتا ہے اور نیت ہی کی تبدیلی سے

معمولی عمل بیحد عظیم بن جاتا ہے اور اگر نیت واقعاً خالص ہو اور عمل صرف خدا کے لئے ہو تو عمل اور عمل کا اثر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ﴾(۱) ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا لیکن جو خداوند عالم کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔''

لہٰذا قربۃً الی اللہ کوئی کام انجام دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اللہ کے نزدیک اس عمل کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اور اسی سے اس کی جزا کی امید رکھیں اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے عمل انجام دیا جائے تو چونکہ اس کے علاوہ ہر چیز ایک دن فنا ہونے والی ہے لہذا اس عمل کا اثر اور اجر بھی ختم ہو جائے گا اسی لئے قرآن کریم نے ایسے افراد کو گھاٹا اٹھانے والوں میں شمار کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً ☆ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً﴾(۲) ''اے پیغمبر کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔''

اسی طرح قرآن مجید نے یہ یاد دہانی کرائی ہے کہ جو لوگ آخرت اور جنت کی دائمی نعمتوں کے خواہشمند ہیں وہ انہیں نصیب ہو جائیں گی لیکن جو لوگ دنیا کی فکر میں رہتے ہیں انہیں آخرت میں کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے اور وہاں وہ گھاٹا اٹھائیں گے۔

(۱) سورۂ نحل: آیت ۹۶

(۲) سورۂ کہف: آیت ۱۰۳/۱۰۴

سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾(۱) ''جو انسان آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا طلبگار ہے اسے اس میں سے عطا کر دیتے ہیں اور پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوماً مَدْحُوراً﴾(۲) ''جو شخص بھی دنیا کا طلبگار ہے ہم اس کے لئے جلد ہی جو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں پھر اس کے بعد اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ داخل ہوگا۔''

انسان کے اعمال پر اس کی نیت کے کیا اثرات ہوتے ہیں اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے یوں وضاحت فرمائی ہے۔ ''اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوىٰ؛ فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ اِلَى اللهِ وَ رَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ مَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ اِلىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلىٰ مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ''(۳) ''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے لہذا ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا جو شخص خدا اور رسول کی طرف قدم بڑھائے گا تو اس کی یہ ہجرت خدا اور رسول کی جانب لے جائے گی۔ لیکن اگر کوئی دنیا کی طرف آگے بڑھائے گا یا کسی عورت کا خواہشمند ہوگا تو انہیں حاصل کر لے گا اور اس کی یہ ہجرت اس کی من پسند چیز ہی کی طرف ہوگی (یعنی خدا اور رسول سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا)

(۱) سورۂ شوریٰ: آیت ۱۹

(۲) سورۂ اسراء: آیت ۱۹

(۳) کنز العمال: حدیث ۷۲۷۲، منیۃ المرید: ص ۱۳۲

لہٰذا خلوص نیت کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ دیگر امور کی طرح تعلیم کے آغاز سے پہلے ہر انسان خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھے تاکہ اس کا یہ عمل خدا اور رسولؐ کے نزدیک مقبول ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے نامۂ اعمال میں درج ہو جائے. اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: "نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ" مومن کی نیت اور اس کا ارادہ اس کے عمل سے بہتر ہے۔(۱)

خلوص نیت کیسے حاصل ہوتا ہے؟

دل میں خلوص پیدا کرنے اور نیت کو خدا کے لئے بالکل خالص بنانے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کو ہر قسم کی گندگی اور برائی سے پاک کرلیں یعنی خدا کے علاوہ کسی کی بھی طرف دل متوجہ نہ ہو یہی خداوند عالم کی خالص عبادت ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد رب العزت ہے: ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَهُ الدِّينَ ☆ أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾(۲) "لہٰذا آپ مکمل اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں، آگاہ ہو جاؤ کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے۔"

اسی طرح یہ ارشاد بھی ہے: ﴿وَ مَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَ ذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾(۳) "اور انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں اور اس عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں اور نماز قائم کریں زکات ادا کریں اور یہی سچا اور مستحکم دین ہے۔"

(۱) اصول کافی: ج ۲، ص ۸۴

(۲) سورۂ زمر: آیت ۳/۲

(۳) سورۂ بینہ: آیت ۴

اسی طرح خداوند عالم نے قرب الٰہی اور سعادت ابدی تک پہونچنے کے لئے توحید اور خلوص نیت کو شرط قرار دیا ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾(۱) "اور جو شخص بھی اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہے تو اسے چاہئے کہ عمل صالح انجام دے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

لہٰذا تعلیم کے بارے میں ہر شخص کو اپنے مقصد اور نیت کا خیال رکھنا چاہئے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور چیز اس کے مدنظر نہ ہو صرف اور صرف دین خدا کی خدمت کے لئے قدم اٹھائے اور اگر خدا نخواستہ خدا کا خیال دل سے نکل گیا تو پھر اس علم کی کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ اس کو سخت عذاب برداشت کرنا پڑے گا۔

جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغىٰ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"(۲)

"جس علم سے رضائے خدا حاصل ہوتی ہے اگر کوئی شخص اسے دنیاوی مقاصد کے لئے حاصل کرے تو وہ روز قیامت جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا ہے۔"

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِغَيْرِ اللّٰهِ وَ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"(۳)

"اگر کوئی شخص غیر خدا کے لئے علم حاصل کرے اور اس کا مقصد خدا کے علاوہ کوئی اور ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

(۱) سورۂ کہف آیت ۱۱۰

(۲) کنز العمال حدیث ۲۹۰۲۰، منیۃ المرید، ص ۱۳۴

(۳) سنن ترمذی ج ۵ کتاب علم باب ۶

اسی طرح آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: "مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْلِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ" (۱) "اگر کوئی شخص اس نیت سے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے گا یا جاہلوں کے سامنے فخر ومباہات کرے گا اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے گا تو خداوند عالم اسے جہنم میں ڈال دے گا۔"

ایک دوسری حدیث کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا ہے: "لَاتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ وَ تُجَادِلُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ وَلِتَصْرِفُوا بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ وَابْتَغُوا بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَ يَبْقَى، وَيَنْفَدُ مَا سِوَاهُ كُونُوا يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ، مَصَابِيحَ الْهُدَى، أَحْلَاسَ الْبُيُوتِ، سُرُجَ اللَّيْلِ جُدَدَ الْقُلُوبِ خُلْقَانَ الثِّيَابِ تُعْرَفُونَ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ وَتُخْفَوْنَ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ" (۲) "اس نیت سے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ جاہلوں کے سامنے فخر ومباہات کرو گے یا علماء سے بحث ومباحثہ کرو گے یا اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بناؤ گے بلکہ اپنی زبان وبیان کے ذریعہ اس چیز کو تلاش کرو جو خداوند عالم کے نزدیک موجود ہے کیونکہ وہی دائمی ہے اور اسی کو بقاء ہے نیز اس کے علاوہ ہر چیز کی فنا یقینی ہے لہٰذا تم حکمت کے سرچشمے، ہدایت کے چراغ، گھروں کی زینت، تاریک راتوں کے چراغ، زندہ دل اور سادہ لباس کے ساتھ رہو تو چاہے تم زمین میں گمنام ہی کیوں نہ رہے اہل آسمان کے درمیان ضرور مشہور ومعروف ہو جاؤ گے۔"

دوسرے مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِأَرْبَعٍ دَخَلَ النَّارَ: لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَوْ يَأْخُذَ بِهِ مِنَ الْأُمَرَاءِ" (۳)

(۱) کنز العمال: حدیث ۲۹۰۳۶

(۲) سنن دارمی: ج۱، منیۃ المرید ص۱۳۵

(۳) سنن دارمی: ج۱، منیۃ المرید ص۱۳۵

"جو شخص چار چیزوں کے لئے تعلیم حاصل کرے وہ جہنمی ہے۔

۱۔ علماء پر فخر ومباہات کرنے کے لئے۔

۲۔ سفیہ اور نادانوں کو دکھانے کی خاطر۔

۳۔ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے۔

۴۔ حکام سے مال ودولت حاصل کرنے کے لئے۔"

آپؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "مَا ازْدَادَ عَبْدٌ عِلْماً فَازْدَادَ فِي الدُّنْيَا رَغْبَةً إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْداً" "علم کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اگر کسی بندے کے دل میں دنیا کی رغبت بھی بڑھ جائے تو رغبت دنیا میں جتنا اضافہ ہوتا جائے گا یہ بندہ اسی مقدار میں خداوند عالم سے دور ہوتا جائے گا۔" (۱)

حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ دُنْيَا وَ طَالِبُ عِلْمٍ فَمَنِ اقْتَصَرَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَهُ سَلِمَ وَمَنْ تَنَاوَلَهَا مِنْ غَيْرِ حِلِّهَا هَلَكَ، إِلَّا أَنْ يَتُوبَ وَ يَرْجِعَ وَ مَنْ أَخَذَ الْعِلْمَ مِنْ أَهْلِهِ وَعَمِلَ بِهِ نَجَا وَمَنْ أَرَادَ بِهِ الدُّنْيَا فَهِيَ حَظُّهُ" (۲) "دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب دنیا اور دوسرے طالب علم چنانچہ جو شخص خدا کی حلال کردہ چیزوں پر اکتفا کرلے وہ محفوظ ہوگیا اور جس نے ناجائز طریقے سے اس کا استعمال کیا وہ ہلاک ہوگیا مگر یہ کہ وہ توبہ کرکے راہ راست پر پلٹ آئے اور جو شخص لائق علماء سے علم حاصل کرکے اس پر عمل کرے وہ نجات یافتہ ہے اور جس کی نظر دنیا پر ہو تو اسے صرف دنیا ہی نصیب ہوگی۔"

(۱) سنن دارمی: ج۱، منیۃ المرید ص۱۳۵

(۲) اصول کافی: ج۱ ص۴۶

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "اِذا رَأَیْتُمُ العَالِمَ مُحِباً لِلدُّنیا فَاتَّھِمُوہُ علیٰ دِیْنِکُمْ فَاِنَّ کُلَّ مُحِبٍّ لِشَيْءٍ یَحُوطُ مَا أَحَبَّ " (۱) "جب تم کسی عالم کو دنیا کا گرویدہ دیکھو تو پھر اپنے دین کے بارے میں اس سے بدظن ہو جاؤ کیونکہ جو شخص جس چیز کا عاشق ہوتا ہے اس کے دل و دماغ پر اسی کا احاطہ و غلبہ رہتا ہے" پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب داؤدؑ کی طرف یہ وحی فرمائی "لَا تَجْعَلْ بَیْنِي وَ بَیْنَکَ عَالِماً مَفْتُوْناً بِالدُّنْیَا فَیَصُدَّکَ عَنْ طَرِیْقِ مَحَبَّتِي، فَاِنَّ اُولٰئِکَ قُطَّاعُ طَرِیْقِ عِبَادِی الْمُرِیْدِیْنَ اِنَّ أَدْنیٰ مَا أَنَا صَانِعٌ بِھِمْ أَنْ أَنْزِعَ حَلَاوَۃَ مُنَاجَاتِي مِنْ قُلُوْبِھِمْ" "دنیا کے فریفتہ عالم کو اپنے اور میرے درمیان ہرگز نہ آنے دینا ورنہ وہ تم کو میری محبت کے راستے سے روک دے گا. کیونکہ یہ لوگ وہ راہزن ہیں جو میری طرف آنے والے میرے بندوں کا راستہ روک لیتے ہیں میں ان کے ساتھ سب سے کم جو سلوک کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے اپنی مناجات کی حلاوت اور شیرینی نکال لیتا ہوں۔" (۲)

اسی طرح امام جعفر صادقؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے: "اَلْفُقَھَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ یَدْخُلُوْا فِي الدُّنْیَا. قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَا دُخُوْلُھُمْ فِي الدُّنْیَا؟ قَالَ: اِتِّبَاعُ السُّلْطَانِ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَاحْذَرُوْھُمْ عَلیٰ دِیْنِکُمْ" (۳) "فقہا اس وقت تک انبیاء کے امین ہیں جب تک وہ فکر دنیا میں نہ پڑ جائیں عرض کیا گیا! یا رسول اللہ دنیا کی فکر میں پڑ جانے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: حکام (بادشاہ) کی پیروی، جب وہ ایسا کرنے لگیں تو پھر ان سے اپنا دین بچا کر رکھو۔"

لہذا علم کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ صرف اور صرف خدا کی خوشنودی کے لئے حاصل کیا جائے اور اسی نیت سے دوسروں کو بھی تعلیم دے تا کہ خدا کی نظر میں مرتبہ بلند ہو جائے اور علم کے دائمی اثرات دیکھنے کو ملیں اور آخرت میں اس کی رحمت کے بحر بیکراں سے فیضیاب ہو سکے۔

(۳/۲/۱) اصول کافی: ج ۱، ص ۴۶

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ مسلمان کا ہر کام رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے لہذا تعلیمی میدان میں بھی استاد اور طالب علم دونوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی نیت میں خلوص پیدا کریں تا کہ ان کا عمل خداوند عالم کی بارگاہ میں قابل قبول ہو اور ان کی خدمات ہمیشہ باقی رہیں۔

سوالات:

۱۔ قرآن کریم نے کن لوگوں کو سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا کہا ہے؟

۲۔ نیت کو کس طرح خالص بنایا جا سکتا ہے؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے کس مقصد سے تعلیم حاصل کرنے کو منع کیا ہے؟

۴۔ امام صادقؑ نے مومنین کرام کو کیسے علماء سے ڈرایا ہے؟

۵۔ پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں کون سے علماء انبیاء کے امین ہیں؟

چوتھا سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض اور آداب (۲)

۲۔علم اور عمل

خلوص نیت کے بعد استاد اور شاگرد کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ جو کچھ تعلیم دے یا علم حاصل کرے پہلے اس پر خود عمل کرے اسی کے مطابق اپنی زندگی گذارے. بلکہ اپنی زندگی کو اسی کے سانچہ میں ڈھال دے۔

ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف اعمال انجام دیتا ہے لہٰذا اس کی تعلیم کا اصل مقصد اپنے اعمال و کردار کی اصلاح ہونا چاہئے کیونکہ اگر علم اور معرفت کے بغیر کوئی عمل انجام دیا جائے تو گمراہی یقینی ہے جیسا کہ مولائے کائنات کا ارشاد ہے: "اِنَّ العَامِلَ بِغَیرِ عِلْمٍ کَالسَّائِرِ عَلیٰ غَیرِ طَرِیقٍ فَلا یَزِیدُهُ بُعْدُهُ عَنِ الطَّرِیقِ الْوَاضِحِ اِلَّا بُعْداً، وَ الْعَامِلَ بِالْعِلْمِ کَالسَّائِرِ عَلیٰ الطَّرِیقِ الْوَاضِحِ فَلیَنْظُرْ نَاظِرٌ أَسَائِرٌ هُوَ أَمْ رَاجِعٌ" (۱) "بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلط راستہ پر چل رہا ہو کہ وہ ہر قدم اپنے اصلی اور واضح راستہ سے دور ہی ہوتا رہتا ہے اور با عمل عالم اس شخص کی طرح ہے جو بالکل صحیح راستہ پر چل رہا ہو. لہٰذا ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اس

....

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۴

طرح اپنے سفر کو جاری رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کہیں واپس تو نہیں پلٹ رہا ہے۔''

مولائے کائنات ؑ کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلسل اپنا راستہ تبدیل کرتا رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے گذشتہ راستہ علم و معرفت اور صحیح اطلاع کے بغیر منتخب کیا تھا لیکن جو شخص تمام معلومات کے ساتھ کسی راستہ کا انتخاب کرتا ہے تو پھر اس راستہ سے اس کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ یہ دیکھ لو کہ تمہاری زندگی کا یہ سفر تمام ضروری معلومات کے ساتھ ہے یا ایسے ہی نکل پڑے ہو کہ جب وقت ہاتھ سے نکل جائے تو یہ سمجھ میں آئے کہ ہم تو اب تک غلط راستہ پر چل رہے تھے اور پھر صحیح راستہ پر چلنے کی کوشش کرو تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔

امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں: ''اَلْعَامِلُ عَلٰی غَیْرِ بَصِیْرَةٍ کَالسَّائِرِ عَلٰی غَیْرِ الطَّرِیْقِ وَلَا یَزِیْدُهُ سُرْعَةُ السَّیْرِ مِنَ الطَّرِیْقِ اِلَّا بُعْداً''

''علم اور بصیرت کے بغیر عمل کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلط راستہ پر چلا جا رہا ہو کہ اس کی تیز رفتاری ہر لحہ اسے اس کے اصلی مقصد سے دور کرتی رہتی ہے۔''(۱)

بلکہ پیغمبر اکرم ؐ نے تو یہاں تک فرمایا کہ: ''مَثَلُ الْعَابِدِ الَّذِیْ لَا یَتَفَقَّهُ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَبْنِیْ بِالَّیْلِ وَ یَهْدِمُ بِالنَّهَارِ''

''جو عابد علم دین حاصل نہ کرے (اور شرعی مسائل نہ جانتا ہو) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر محنت کر کے گھر تعمیر کرتا ہے اور دن میں اس کو مسمار کر دیتا ہے۔''(۲)

(۱) بحار الانوار: ج۱: ص۲۰۶، باب ۵

(۲) کنز العمال: ج۱۰ص۱۷۹، ح ۲۸۹۳

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جو شخص تمام رات عبادت کرے اور دن میں حرام و حلال کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے حرام کام انجام دے اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقہ سے ادا نہ کرے تو اس کی پوری رات کی محنت ضائع ہو جائے گی اور ان گناہوں کی وجہ سے اس کا کوئی ثواب باقی نہ رہے گا۔

حضرت علی ؑ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے:

''اَلْمُتَعَبِّدُ عَلٰی غَیْرِ فِقْهٍ کَحِمَارِ الطَّاحُوْنَةِ یَدُوْرُ وَ لَا یَبْرَحُ مِنْ مَکَانِهِ''

''دینی شعور و آگہی کے بغیر عبادت کرنے والے شخص کی مثال، کولھو کے بیل کی طرح ہے کہ وہ مسلسل چکر کاٹتا رہتا ہے اور اپنی جگہ سے ذرہ برابر آگے نہیں بڑھتا ہے۔''(۱)

چنانچہ ایسا شخص چاہے جتنی محنت اور مشقت کر لے وہ روحانی اعتبار سے کوئی کمال حاصل نہیں کر سکتا ہے اور اسے اس سے کوئی فائدہ اور نتیجہ حاصل ہونے والا نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر اپنے تمام اعمال خراب کر لیتا ہے. جیسے کوئی آدمی مسلسل روزہ رکھتا رہے لیکن مسائل سے ناواقفیت کی بنا پر روزہ کو باطل کرنے والی بعض چیزوں سے پرہیز نہ کرے تو بھوک اور پیاس کی زحمت اٹھانے کے علاوہ اسے کچھ نہ ملے گا اور اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا۔

اسی لئے حضرت علی ؑ نے ایسے لوگوں کو اس کولھو کے بیل سے نسبت دی ہے کہ جسے صبح سویرے کولھو میں باندھ دیا جاتا ہے اور دن بھر وہ اسی کے چاروں طرف چکر کاٹتا رہتا ہے اور شام کو اسے وہاں سے کھول کر اس کی اسی جگہ پر باندھ دیا جاتا ہے جہاں سے صبح کو کھولا گیا تھا لہٰذا صحیح عمل کے لئے علم بہرحال ضروری ہے۔

(۱) کنز العمال: ج۱۰ص۲۰۸

اور علم ایسا ہونا چاہئے جو دنیا کے ساتھ آخرت کے لئے بھی مفید ہو اسی لئے تعلیم کی راہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ جس علم سے زندگی میں کوئی (مادی یا روحانی) فائدہ نہیں ہے اسے ترک کر دے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی ایک دعا یہ بھی تھی: "اَللّٰھُمَّ اِنِّي أَعُوذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ وَ مِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ" "پروردگار میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"(۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "لَاخَیْرَ فِي قَلْبٍ لَایَخْشَعُ وَ عَیْنٍ لَا تَدْمَعُ وَ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ"(۲)

"جس قلب میں خشوع نہ ہو اور جس آنکھ سے آنسو نہ نکلتے ہوں اور جس علم کا کوئی فائدہ نہ ہو اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔"

اسی طرح آپؑ نے فرمایا ہے: عِلْمٌ لَا یَنْفَعُ کَدَوَاءٍ لَایَنْجَعُ" "بے فائدہ علم اس دوا کی طرح ہے جس سے شفا حاصل نہ ہو۔"(۳)

لہٰذا اپنی قیمتی عمر اور فکری صلاحیتوں کو ایسے علوم کے لئے خرچ کرنا جو ہمارے لئے خاص فائدہ مند نہیں ہیں اور ان کا جاننا یا نہ جاننا ہمارے لئے برابر ہے ایک فضول کام ہے جس سے گھاٹے کے علاوہ اور کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

(۱) کنز العمال: حدیث ۳۶۰۹

(۲) غرر الحکم: ص ۱۹۱

(۳) غرر الحکم: ص ۴۴

۲۔ دوسرے یہ کہ عمل کرنے کے لئے علم حاصل کیا جائے کیونکہ قرآن مجید نے زبانی جمع خرچ کرنے والے بے عمل افراد کی مذمت کی ہے اور اسے گناہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفْعَلُونَ ☆ کَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾(۱)

"اے ایمان والو! آخر ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو خدا کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔"

ایک اور آیت میں کتاب خدا پر عمل نہ کرنے والے یہودی علماء کو اس گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِینَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ أَسْفَاراً﴾(۲)

"ان لوگوں کی مثال جن لوگوں پر توریت کا بار رکھا گیا ہے اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔"

پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرینؑ کی احادیث میں مختلف طریقوں سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک طرح کی جہالت ہے اور اس کی بنا پر عذاب بھی ہوگا اور انسان جہنم میں ڈال دیا جائے گا جیسا کہ حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔

"اَلْعُلَمَاءُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ آخِذٌ بِعِلْمِهِ فَهٰذَا نَاجٍ وَ عَالِمٌ تَارِکٌ لِعِلْمِهِ فَهٰذَا هَالِکٌ وَ اَنَّ أَهْلَ النَّارِ لَیَتَأَذُّوْنَ مِنْ رِیحِ الْعَالِمِ التَّارِکِ لِعِلْمِهِ وَ اِنَّ أَشَدَّ أَهْلِ النَّارِ

(۱) سورۂ صف: آیت ۳/۲

(۲) سورۂ جمعہ: آیت ۵

نَدامَةً وَحَسْرَةً رَجُلٌ دَعا عَبْداً اِلَی اللّٰهِ تبارَکَ وَ تعالیٰ فَاسْتَجابَ لَهُ وَ قَبِلَ مِنْهُ فَأطاعَ اللّٰهَ فَأدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَ أُدْخِلَ الدَّاعِيُ النَّارَ بِتَرْكِهِ عِلْمَهُ وَ اتِّباعِهِ الهَوىٰ وَ طُوْلِ الْأمَلِ، أمَّا اتِّباعُ الْهَوىٰ فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ طُوْلُ الْأمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ" "علماء کی دو قسمیں ہیں. کچھ وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں، یہ نجات یافتہ ہیں لیکن کچھ ایسے ہیں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ایسے افراد ہلاک ہو جائیں گے. اور اہل جہنم ایسے بے عمل عالم کی بدبو سے سخت اذیت میں رہیں گے. اور اہل جہنم کے درمیان سب سے زیادہ ندامت اور حسرت اس کو ہوگی جس نے کسی کو خدا کی طرف دعوت دی ہوگی اور وہ اس کی بات مان کر اطاعت خدا کر کے جنت میں داخل ہو جائے گا مگر یہ بے عمل عالم اپنی بے عملی اور خواہشات نفس کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوؤں کی بنا پر جہنم میں ڈال دیا جائے گا. کیونکہ خواہشات نفس کی پیروی انسان کو راہ حق سے روک دیتی ہے اور لمبی لمبی آرزوئیں آخرت کا خیال تک انسان کے ذہن سے نکال دیتی ہیں۔"(۱)

دوسرے مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے اپنے علم پر عمل کرنے والے افراد ہی کو عالم قرار دیا ہے آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: "ألا وَ اِنَّ الْعالِمَ مَنْ يَعْمَلُ بِالْعِلْمِ وَ اِنْ كَانَ قَلِيْلَ الْعَمَلِ" "عالم وہی ہے جو اپنے علم پر عمل کرے چاہے اس کا علم کم ہی کیوں نہ ہو۔"(۲)

حضرت علیؑ نے فرمایا: "العِلْمُ بِالْعَمَلِ" "علم کا تعلق عمل سے ہے. (۳) یا دوسرے مقام پر فرمایا: "ما عَلِمَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ" "جو اپنے علم پر عمل نہ کرے گویا اس نے علم حاصل ہی نہیں کیا۔"(۴)

(۱) اصول کافی: ج۱ کتاب فضل علم

(۲) بحار الانوار: ج۷۶ باب ۶۷

(۳) غرر الحکم: ص۱۵۲

(۴) غرر الحکم: ص۱۵۳

حضرت عیسیٰؑ سے روایت ہے کہ: "لَيْسَ بِنافِعِكَ أنْ تَعْلَمَ مَا لَمْ تَعْمَلْ اِنَّ كَثْرَةَ الْعِلْمِ لايَزِيْدُكَ إلَّا جَهْلاً إذا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ" "جب تک تم عمل نہ کرو علم حاصل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب تک عمل نہ کیا جائے علم کی زیادتی سے صرف اور صرف جہالت میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔"(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: "أشَدُّ النَاسِ عَذاباً عالِمٌ لايَنْتَفِعُ مِنْ عِلْمِهِ بِشَيْءٍ"(۲)

"تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے اپنے علم سے خود کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو۔"

اسی طرح آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اِنَّ الْعالِمَ إذا لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ زَلَّتْ مَوْعِظَتُهُ عَنِ الْقُلُوْبِ كَما يَزِلُّ الْمَطَرُ عَنِ الصَفا" "اگر کوئی عالم اپنے علم پر خود ہی عمل نہ کرے تو اس کا موعظہ اور نصیحت دلوں سے اسی طرح پھسل جاتے ہیں جس طرح چکنے پتھر کے اوپر سے بارش کا پانی بہہ کر چلا جاتا ہے۔"(۳)

حضرت علیؑ نے منبر سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا: "أيُّها النَّاسُ إذا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوْا بِمَا عَلِمْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اِنَّ الْعالِمَ الْعامِلَ بِغَيْرِهِ كَالْجَاهِلِ الْحائِرِ الَّذِي لايَسْتَفِيْقُ عَنْ جَهْلِهِ بَلْ قَدْ رَأيْتُ أنَّ الْحُجَّةَ عَلَيْهِ أعْظَمُ وَ الْحَسْرَةَ أدْوَمُ عَلىٰ هٰذا الْعالِمِ الْمُنْسَلِخِ مِن عِلْمِهِ مِنْها عَلىٰ هٰذا الْجاهِلِ الْمُتَحَيِّرِ فِي جَهْلِهِ وَ كِلاهُمَا حائِرٌ بائِرٌ. لا تَرْتابُوْا فَتَشُكُّوْا ولا تَشُكُّوْا فَتَكْفُرُوْا وَ لا تُرَخِّصُوْا لِأنْفُسِكُمْ فَتُدْهِنُوْا وَ

(۱) میزان الحکمہ: باب ۲۸۸۸

(۲) بحار الانوار: ج۲، ص۳۷

(۳) اصول کافی: ج۱، ص۴۴

لا تُدهِنُوا فِي الحَقِ فَتخسِرُوا وَاِنَّ مِنَ الحَقِ أنْ تفقَّهُوا وَمِنَ الفِقهِ أنْ لاتغترُّوا وَاِنَّ أنصحَكُمْ لِنفسِهِ أطوَعُكُمْ لِربِّهِ وَأغشَّكُمْ لِنفسِهِ أعْصيكُمْ لِربِّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ يَأمَنْ وَ يَستَبشِرْ وَمَن يَعصِ اللّٰهَ يَخِبْ وَ يَندَمْ"

"اے لوگو! جب تمہیں کوئی بات معلوم ہو جائے تو پھر اس پر عمل کرو شاید اس طرح تم ہدایت پا جاؤ. کیونکہ بے عمل عالم اس سرگرداں جاہل کی طرح ہے جو اپنی جہالت سے چھٹکارا نہیں حاصل کرتا ہے بلکہ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ اگر چہ یہ دونوں ہی حیران وسرگرداں ہیں لیکن تب بھی بے عمل عالم پر جاہل سے کہیں زیادہ خدا کی حجت عظیم ہے اور اس کی حسرت وپشیمانی دائمی ہے. شک وشبہ کو اصلاً اپنے پاس نہ آنے دو، ورنہ اس شک کے وسوسہ میں گرفتار ہو جاؤ گے اور اگر شک میں گرفتار ہو گئے تو کافر ہو جاؤ گے. اپنے آپ کو ڈھیل نہ دو ورنہ سست ہو جاؤ گے اور حق کو کمزور اور سست نہ سمجھو ورنہ گھاٹا اٹھانا پڑے گا کیونکہ ایک حق بات تو یہ بھی ہے کہ عالم بنو اور علم یہ ہے کہ غرور اور دھوکہ سے محفوظ رہو. کیونکہ تم لوگوں میں جو شخص سب سے زیادہ خود اپنے آپ کو نصیحت کرنے والا ہے وہ خدا کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوگا اور جو سب سے زیادہ اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے والا ہے وہ اپنے رب کا سب سے بڑا نافرمان ہے اور جو شخص خداوند عالم کا اطاعت گزار بندہ ہے وہ اس کی امان میں ہے اور اسے جنت کی بشارت دی جائے گی اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے گا ناامید اور نادم وپشیمان ہوگا۔"(۱)

جناب مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ آخرت میں نجات پانے والوں کو کس طرح پہچانا جائے؟ یعنی ان کی نشانیاں کیا ہیں؟

تو حضرتؑ نے جواب دیا: "مَنْ كَانَ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقاً فَاَتِ لَهُ بِالشَّهَادَةِ

(۱) اصول کافی: ج۱، ص۴۵

وَمَنْ لَمْ يَكُنْ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقاً فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مُسْتَوْدَعٌ"(۱)

"یعنی جس شخص کے قول اور فعل میں یکسانیت دکھائی دے تو اس کی نجات کی گواہی دیدو اور جس شخص کا قول اس کے عمل کا مخالف ہو تو وہ متزلزل ہے" (اس کی نجات اس کی اصلاح کے مرہون منت ہے)

مختصر یہ کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرینؑ کی متعدد احادیث میں علم اور عمل کو ایک دوسرے کا ساتھی قرار دیا گیا ہے یعنی جہاں علم ہوگا وہاں عمل بھی ہوگا اور اگر خدانخواستہ عمل نہ پایا جائے تو پھر وہاں سے علم بھی رخصت ہو جاتا ہے. جیسا کہ پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّ العِلْمَ يَهْتِفُ بِالعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهُ وَ اِلَّا اِرْتَحَلَ عَنْهُ" "علم عمل کو آواز دیتا ہے چنانچہ اگر عمل اس کا مثبت جواب دیدے تو کیا کہنا ورنہ علم بھی رخصت ہو جاتا ہے۔"(۲)

حضرت علیؑ کا ارشاد بھی تقریباً اسی کے مانند ہے: "اَلعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالعَمَلِ فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ وَالعِلْمُ يَهْتِفُ بِالعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهُ وَ اِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ" "علم اور عمل دونوں جڑواں ہیں لہٰذا جو علم حاصل کر لیتا ہے وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے کیونکہ علم، عمل کو اپنے پاس بلاتا ہے اگر عمل آجائے تو کیا کہنا ورنہ علم بھی اس کے پاس سے رخصت ہو جاتا ہے۔"(۳)

(۱) اصول کافی: ج۱، ص۴۵

(۲) بحار الانوار: ج۲، ص۳۳

(۳) بحار الانوار: ج۲، ص۳٦

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی نگاہ میں صرف اور صرف علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ تعلیم کا مقصد عالم باعمل بننا ہے اسی بنا پر انسان کی عملی زندگی میں جن علوم کا کوئی زیادہ مصرف اور فائدہ نہیں ہے اسلام نے مسلمانوں کو ایسے علوم سیکھنے سے منع کیا ہے۔

اسی طرح اسلامی روایات میں بغیر علم کے عمل کرنے کو بھی ایک طرح کی سرگردانی اور حیرانی قرار دیا گیا ہے۔

سوالات:

۱۔ حضرت علیؑ نے بے عمل عالم کو کس سے تشبیہ دی ہے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں بے عمل عالم کس سے مشابہ ہے؟

۳۔ حضرت علیؑ نے نادان عابد کو کس سے تشبیہ دی ہے؟

۴۔ قرآن کریم نے بے عمل عالم کو کس سے تشبیہ دی ہے؟

۵۔ جن احادیث میں بے عمل عالم کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک حدیث بیان کیجئے؟

۶۔ امام صادقؑ نے کن لوگوں کو جہنم سے نجات یافتہ قرار دیا ہے؟

پانچواں سبق

استاد اور شاگرد کے مشترکہ فرائض (۳)

۳۔ غرور سے پرہیز

جب استاد اور شاگرد اپنی نیت کو خالص بنالیں اور ان کا مقصد قربۃً الی اللہ ہو نیز وہ اپنے دل میں یہ مستحکم ارادہ کرلیں کہ اسی تعلیم کے مطابق اپنی پوری زندگی گذاریں گے تو انہیں اس بات کی طرف بھی متوجہ رہنا چاہئے کہ علم کی لذت اور شیرینی ان کو فریب میں مبتلا نہ کردے اس لئے کہ انسانی فطرت یہ ہے کہ ہر انسان ترقی اور بلندی کا خواہاں ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں وہ مسلسل کوشش کرتا ہے اسی لئے بلندی اور کمالات کی منزلوں پر پہونچانے والی ہر چیز حاصل کرنے سے لذت اور خوشی محسوس ہوتی ہے لہذا وہ اور زیادہ محنت اور لگن سے کام کرتا ہے لیکن ہر لحہ اسے یہ دھیان رہنا چاہئے کہ یہ سب کمالات قرب الٰہی تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں کیونکہ واقعی کمالات وفضائل بلکہ کمال مطلق کا مالک ومختار وہی ہے لہذا علم کے ذریعہ اپنے اندر اخلاقی، معنوی اور روحانی کمالات پیدا کرکے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہی مقصد ہونا چاہئے تاکہ وہ بآسانی قرب الٰہی کی منزل تک پہونچ سکے۔

کیونکہ علم اور تعلیم ایک ایسا نشہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی اس میں چور ہو جائے تو وہ آہستہ آہستہ اپنے اصلی مقصد سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور جو علم انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور کردے

اسے علم اخلاق میں ''حجاب'' یعنی پردہ کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان اور خدا کے درمیان پردہ بن جاتا ہے اور کیونکہ علم سے انسان کی قدرت وطاقت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ دنیا و مافیہا کے بارے میں بے شمار معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ روحانی کمالات کے درمیان علم کا ایک عجیب ہی اثر ہے اسی بنا پر پڑھے لکھے لوگ (علماء) بہت جلد غرور وتکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ''اَلْعِلْمُ هُوَ الْحِجَابُ الْأَكْبَرُ'' ''علم سب سے بڑا پردہ ہے۔''

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب تعلیم کا اصل علم کے ذریعہ اپنی تربیت اور اپنے نفس کی اصلاح ہے تا کہ انسان خدا تک پہونچ سکے. تو اگر کوئی شخص اصلاح نفس کے بجائے غرور وتکبر، خود بینی وغیرہ جیسی برائیوں میں مبتلا ہو جائے اسے ہر روز اپنے علم اور معلومات میں اضافہ کا خیال تو رہے لیکن خدا کے سامنے ذرہ برابر تواضع اور انکساری وغیرہ کا خیال نہ آئے وہ روحانی ترقی اور کمالات حاصل کرنے کے بجائے ہر روز خدا سے دور ہوتا چلا جائے تو ایسے علم کا فائدہ کیا ہے؟

لہٰذا ہر شخص کا فریضہ ہے کہ علم کو مذکورہ کمالات تک پہونچنے کا زینہ قرار دے تا کہ وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہے اور ابدی سعادت حاصل کر سکے۔

۴۔ توکل

جو لوگ کسی علمی کام میں مشغول رہتے ہیں جیسے معلم، مدرس، طالب علم، مؤلف، مصنف، محقق وغیرہ ان سب لوگوں کے لئے جہاں اپنے اندر اعتماد نفس پیدا کرنے کے علاوہ اپنے ذہن سے احساس ضعف وناتوانی نیز احساس کمتری کو نکالنا ضروری ہے اسی طرح ان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ خدا پر توکل کو اپنا نصب العین قرار دیں کیونکہ علمی کاموں میں سخت محنت ومشقت کی ضرورت ہوتی ہے راحت وآرام کے ذریعہ یہ دولت ہاتھ آنے والی نہیں ہے لہذا اپنے کو ایک سخت جہاد کے لئے تیار

کرنا ضروری ہے اور اپنی محنت وکوشش سے زیادہ خداوند عالم پر توکل اور مکمل بھروسہ ہونا چاہئے کیونکہ ''لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ'' ''اللہ کے علاوہ کوئی قوت وطاقت نہیں ہے۔''

دوسرے یہ کہ جو لوگ اس طرح کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں عام طور پر ان کی آمدنی کم ہوتی ہے اور وہ آمدنی کی طرف بقدر ضرورت توجہ نہیں دے پاتے جس کی بنا پر وہ مالی پریشانیوں سے دوچار رہتے ہیں اور بسا اوقات دوسروں کے سامنے ہاتھ بھی پھیلا دیتے ہیں جب کہ خداوند عالم نے ان کی روزی کا خود وعدہ کیا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''اِنَّ اللهَ تَعَالیٰ قَدْ تَكَفَّلَ لِطَالِبِ الْعِلْمِ بِرِزْقِهِ خَاصَّةً عَمَّا ضَمِنَهُ لِغَيْرِهِ'' ''پروردگار عالم نے تمام لوگوں سے رزق کا عام وعدہ کرنے کے علاوہ طالب علم کی روزی کی خاص طور پر ضمانت لی ہے۔''(۱)

لہٰذا جو افراد بھی علم کی راہ میں قدم رکھیں وہ دوسروں پر اعتماد کے بجائے صرف اور صرف خداوند عالم پر توکل اور بھروسہ رکھیں اور اسی سے روزی طلب کریں اور اپنے علمی کاموں میں مشغول رہیں۔

تیسرے یہ کہ علم کے بلند مقامات تعلیم ہی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ علم درحقیقت ایک نور ہے جو خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جسے چاہے دولت علم سے مالامال کر سکتا ہے جیسا کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: ''لَيْسَ الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ اِنَّمَا هُوَ نُورٌ يَقَعُ فِي قَلْبِ مَنْ يُرِيدُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَىٰ أَنْ يَهْدِيَهُ'' ''علم تعلیم حاصل کرنے سے ہاتھ نہیں آتا ہے بلکہ وہ تو ایک ایسا نور ہے کہ خداوند عالم جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اسے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔''(۲)

---

(۱) کنز العمال: ۲۸۷۰۱، منیۃ المرید، ص ۱۶۰

(۲) بحار الانوار: ج۱، باب ۷، ص ۲۲۴

لہذا علم کی حقیقت تک پہونچنے کے لئے خداوند عالم سے ہدایت طلب کرتے رہنا چاہئے اور جب اس راہ میں قدم اٹھائے تو اسی پر توکل رہے اور اس بات کا یقین رہے کہ خداوند عالم نے بندوں کی ہدایت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔

۵۔ تقویٰ اور اصلاح نفس

استاد اور طالب علم کے مشترکہ فرائض میں تیسری صفت یہ ذکر کی گئی تھی کہ وہ اپنے علم سے فریب نہ کھائیں ورنہ وہی علم انہیں خدا سے قریب کرنے کے بجائے اس سے دور کردے گا لہذا اس خطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے ان پر ضروری ہے کہ سب سے زیادہ اپنے نفس کی اصلاح اور اس کے تقدس کی جانب متوجہ رہیں اور علم کے سہارے دوسروں کی بہ نسبت جلد از جلد قرب خدا کی منزلیں طے کریں۔

تقویٰ علم کی ایک اور شرط ہے کیونکہ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں تقویٰ کو ہدایت کی شرط قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ.(۱)﴾ ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ متقین کے لئے ہدایت ہے۔''

لہذا قرآن مجید کے علوم و معارف سے صرف وہی فیضیاب ہوسکتے ہیں جو واقعاً متقی و پرہیزگار ہیں دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم متقی بن جاؤگے تو خداوند عالم تمہیں دولت علم سے مالامال کردے گا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾(۲) ''تم تقویٰ اختیار کرو تا کہ اللہ تم کو علم عطا فرمائے۔''

قرآن میں یہ بھی اعلان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُم فُرْقَانًا﴾(۳)

....

(۱) سورۂ بقرہ: آیت ۲

(۲) سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۲

(۳) سورۂ انفال: آیت ۲۹

''ایمان والو! اگر تم تقوائے الٰہی اختیار کروگے تو وہ تمہیں حق و باطل میں تفرقہ کی صلاحیت عطا کردے گا۔''

''فرقان'' اس چشم بصیرت کو کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس یہ نعمت الٰہی ہو وہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں حیرانی وسرگردانی اور گمراہی میں مبتلا نہ ہوگا اور اسے حق و باطل کی تمیز میں کسی قسم کی زحمت نہیں ہوتی اور اسے بآسانی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کدھر ہے۔

جب امام جعفر صادقؑ کی حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ علم نور الٰہی ہے وہ جس دل میں عطا کرنا چاہتا ہے عطا کردیتا ہے تو پھر علم کی حقیقت تک پہونچنے کے لئے بھی خداوند عالم سے ہی دعا کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعہ اپنے نفس کو پاک و پاکیزہ بنائے اور خداوند عالم سے نزدیک ہوجائے نیز اپنے دل کو بھی اتنا نورانی کرلے کہ اس میں نور الٰہی جلوہ فگن ہوسکے۔

علمائے کرام، عوام کے لئے نمونۂ عمل ہوتے ہیں اور لوگ عموماً ہر کام میں علماء کرام ہی کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں اور ایک بزرگ عالم کے بقول ''عوام ہر کام میں علماء سے ایک زینہ پیچھے رہتے ہیں لہذا اگر علماء صاحبان تقویٰ وورع ہونگے تو لوگ مباح کام کو انجام دینگے اور علماء ہی اگر صرف مباح کاموں پر اکتفا کرنے لگیں تو عوام مشتبہ اور مکروہ کام کرنے لگیں گے اور اگر علماء مکروہ بھی انجام دینے لگیں تو عوام حرام کام کرنے لگیں گے اور اگر خدانخواستہ لوگ علماء کو حرام کاموں میں مبتلا دیکھ لیں تو پھر وہ کافر ہوجائیں گے''

۶۔ نیک اخلاق

علمائے کرام کے کاندھوں پر کیونکہ عوام کی رہبری اور ہدایت کی ذمہ داری ہے لہذا ان کا اخلاق ایسا ہونا چاہئے کہ لوگ بآسانی ان سے مل سکیں ان سے ملاقات کرسکیں اس کے علاوہ علمائے کرام

کے لئے تواضع وانکساری اور نیک اخلاق کی بیحد ضرورت ہے تا کہ اس کی بنا پر عوام خود بخود متاثر ہو کر ان سے قریب ہو جائیں جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ تَزَيَّنُوا مَعَهُ الْحِلْمَ وَالْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ الْعِلْمَ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ طَلَبْتُمْ مِنْهُ الْعِلْمَ وَلَا تَكُونُوا عُلَمَاءَ جَبَّارِينَ فَيَذْهَبَ بَاطِلُكُمْ بِحَقِّكُمْ" "علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ خود کو حلم و بردباری سے مزین کرو اور جس کو تعلیم دو یا جس سے تعلیم حاصل کرو ان سب کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ اور جابر و متکبر علماء کی طرح نہ ہو جاؤ کہ تمہاری حق باتیں تمہارے غلط اعمال کے ساتھ رخصت ہو جائیں۔"(۱)

پروردگار عالم نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ کے اندر نیک اخلاق موجود نہ ہوتا تو آپ کو یہ کامیابی نہ ملتی اور کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتا۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾(۲) "پیغمبر! یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم ہیں ورنہ اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپکے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔"

۷۔ عزت نفس

علماء وطلاب کے کاندھوں پر کیونکہ تبلیغ دین اور ہدایت امت کی عظیم ذمہ داری ہے لہذا معاشی اعتبار سے انھیں لوگوں کے درمیان اس طرح زندگی گذارنا چاہئے کہ وہ ان کے درمیان باعزت رہیں اور کوئی بھی ان پر تحقیر آمیز نگاہ نہ ڈالے اور ان کو مالی امداد کی پیش کش نہ کرے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مدد کرنے والے حضرات اپنے کو ان کا محسن اور سرپرست سمجھنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ

(۱) اصول کافی: ج۱، ص۳۶
(۲) سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۹

علماء بھی انہیں کے احسان مند ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں کی مرضی کے مطابق چلنے لگتے ہیں اور تبلیغ دین اور اصلاح امت کا فریضہ بھول جاتے ہیں۔

لہٰذا جب خود خداوند عالم نے طالب علم اور علماء کی روزی کا وعدہ کیا ہے تو پھر ان کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اپنے معاشیات میں لوگوں کی امداد پر نگاہیں جمائے رہیں اور اس سے بھی بدتر مرحلہ وہ ہے کہ جب کوئی عالم کسی دربار یا عہدہ دار سے وابستہ ہو جائے تو اسے چاہے اپنا مقصد حاصل ہو یا نہ ہو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھائے گا۔ اور لوگوں کی نگاہ میں اس کی کوئی عزت نہ رہ جائے گی۔

البتہ حکومتوں سے وابستہ ہونا اس وقت غلط ہے کہ جب انسان کو عہدہ یا مال و دولت کی لالچ ہو لیکن اگر وہ اس کے ذریعہ اسلام کی حفاظت اور مومنین کرام کی خدمت انجام دے تو یہ بات نہ صرف یہ کہ بری نہیں ہے بلکہ بہترین کار خیر ہے جس کے متعدد نمونے اسلامی تاریخ میں موجود ہیں جیسے علی بن یقطین، محمد بن اسماعیل بن بزیع و نوح بن دراج وغیرہ نے ظالم و جابر حکومتوں میں رہ کر مومنین کی امداد کی ہے اور حتی الامکان ان کے مظالم سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ البتہ یہ بہت نازک اور خطرناک مرحلہ ہے کیونکہ کسی وقت بھی انسان مال و دولت اور عیاشی کا دلدادہ ہو سکتا ہے اور یہ عہدہ یا دولت اس کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ لہذا ہر عالم کو ایسے حالات میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔

۸۔ دینی اقدار کی حفاظت

مذکورہ آداب و اخلاقیات کے علاوہ ایک عالم اور طالب عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی تمام باتوں کا خیال رکھے جو ایک طالب علم یا عالم دین کی پہچان ہیں اور اس کے شایان شان ہیں جیسے نماز جماعت میں شرکت، اول وقت نماز کی ادائیگی، نیک کرداری، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک،

حقوق کی ادائیگی، مریضوں کی عیادت، غرباء و مساکین اور مظلوم و ستم رسیدہ افراد کی دلجوئی اور ہر ایک کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آنا۔

اسی طرح صفائی، لباس کی وضع و قطع، چال چلن، انداز گفتگو غرض کہ ہر اعتبار سے محتاط رہنا چاہئے کیونکہ عوام الناس بہت ہی باریک بینی سے ان کی ایک ایک نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں اور کسی ایک عالم کی ذراسی کوتاہی یا لغزش سے پوری صنف کی آبرو خاک میں مل جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ علماء کرام اور طلاب کی نشست و برخاست اور کردار کو اسلامی تعلیمات اور آداب واحکام کا آئینہ دار ہونا چاہئے تاکہ ان کے ہر عمل سے کسی نہ کسی اسلامی حکم کی طرف عوام کی رہنمائی ہوتی رہے۔ اور انہیں دیکھ کر عام افراد خود بخود اسلامی تعلیمات کے گرویدہ اور پابند ہوجائیں۔

سبق کا خلاصہ:

تعلیم کی طرح جس کام سے بھی انسان کو لذت حاصل ہوتی ہے ممکن ہے کہ وہی چیز انسان کو اس کے اصلی مقصد ''قرب خدا'' سے دور کردے لہذا علماء اور طلاب کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

تعلیم میں جو زحمتیں اور مشکلات ہوتی ہیں ان کے پیش نظر طلاب اور علماء کو خدا پر زیادہ توکل کرنا چاہئے۔

چونکہ علم نور الٰہی ہے لہذا تزکیۂ نفس اور تقویٰ کے ذریعہ علم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا ضروری ہیں۔

تبلیغ اور ہدایت کی ذمہ داری کی بناء پر علماء کو اخلاق کا پیکر ہونا چاہئے۔

خداوند عالم پر توکل اور اعتماد نیز خلوص نیت کا تقاضا یہ ہے کہ علماء وطلاب، عزت نفس اور قناعت کے ذریعہ لوگوں کے محتاج بن کر نہ رہیں۔

قول و فعل میں یکسانیت کے لئے ضروری ہے کہ علماء وطلاب ظاہری اعتبار سے بھی دینی اقدار کا خاص خیال رکھیں۔

سوالات:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ نے علم کو ''حجاب اکبر'' کیوں کہا ہے؟

۲۔ دوسروں کے مقابل طلاب کے لئے خدا پر زیادہ توکل کیوں ضروری ہے؟

۳۔ تقویٰ علم حاصل کرنے کی ایک اہم شرط کیوں ہے؟

۴۔ قرآن کریم کی نظر میں لوگ پیغمبر اکرمؐ کے پاس گرویدہ ہوکر کیوں پہونچ جاتے تھے؟

۵۔ مدرس اور شاگرد کے فرائض کو مختصر طور سے بیان کیجئے؟

چھٹا سبق

استاد کے فرائض (۱)

استاد اور شاگرد کے مشترک آداب و فرائض سے آگاہ ہونے کے بعد اب آئندہ دروس میں آپ استاد اور شاگرد کے خصوصی وظائف اور فرائض سے واقفیت حاصل کریں گے۔

شہید ثانیؒ نے ایک استاد اور معلم کے فرائض و آداب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔خود اپنے بارے میں معلم کے فرائض ۔ ۲۔شاگردوں کے بارے میں معلم کی ذمہ داری۔

۳۔کلاس میں معلم کے فرائض۔

۱۔اپنے بارے میں استاد کے فرائض

۱۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد جس شخص کے دل و دماغ میں بھی مدرس اور استاد بننے کا شوق اور جذبہ پایا جاتا ہے اسے سب سے پہلے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو تعلیم دینا چاہتا ہے اس موضوع کے بارے میں پہلے خود اچھی طرح مہارت حاصل کر لے چنانچہ جب تک اپنے کسی استاد کے سامنے وہ اپنی صلاحیتوں کو خوب نہ پرکھ لے اس طرف قدم آگے نہ بڑھائے. ورنہ چادر سے زیادہ پیر پھیلانے سے اسے خود ہی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ رسول اکرم کا ارشاد گرامی ہے:

"اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوبِیْ زُوْرٍ" "جسے کوئی چیز نہ ملی ہو اس سے متعلق اپنے کو

سیر اور مستغنی ظاہر کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی نامناسب لباس اپنے اوپر زبردستی چڑھالے۔"(۱)

۲۔اس شخص کو تعلیم دے جو واقعاً اس کا اہل ہو اور علم کو قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھتا ہو ورنہ اس کے علم کی کوئی اہمیت نہ رہے گی۔

گذشتہ علماء اپنے شاگردوں کے گھر جا کر انہیں تعلیم دینے کو اپنی توہین سمجھتے تھے اور اسی لئے شاگردوں کو اپنے گھر بلایا کرتے تھے کیونکہ اگر استاد اپنے شاگرد کے گھر جائے گا تو اس سے شاگرد کی نگاہ میں استاد اور حتی کہ خود اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی. اسی لئے اسلام میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ علم وہ دولت ہے جس کے لئے سفر اور غریب الوطنی کی مشکلات اور زحمتوں کو برداشت کرنے کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۳۔ پہلے بھی ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر شخص کو عمل کرنے کی نیت سے علم حاصل کرنا چاہئے لیکن شاگردوں کی بہ نسبت علم پر عمل کرنے کے بارے میں استاد کی ذمہ داری زیادہ ہے کیونکہ اگر استاد خود اپنے علم پر عمل نہ کرے گا تو پھر استادی کے فریضہ کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا اور اس کی بے عملی کو دیکھ کر خود اس کے شاگرد ہی اس کی بات نہیں مانیں گے بلکہ وہ آپس میں یہی کہیں گے کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو سب سے پہلے ہمارے استاد کو اس پر عمل کرنا چاہئے تھا. اسی بات کی طرف قرآن مجید نے ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾ "کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو"(۲)

(۱) سنن ابن داؤد: کتاب ادب حدیث ۴۹۹۷، منیۃ المرید: ص ۲۱۷

(۲) سورۂ بقرہ: آیت ۴۴

امام جعفر صادقؑ نے آیۂ کریمہ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾(۱) "لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبان معرفت (علماء) ہیں" کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "مَنْ صَدَّقَ فِعْلُهُ قَوْلَهُ وَ مَنْ لَمْ يُصَدِّقْ قَوْلُهُ فِعْلَهُ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ" "جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو (وہ واقعی عالم ہے) اور جس کا فعل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔"(۲)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "قَطَعَ ظَهْرِي اِثْنَانِ عَالِمٌ مُتَهَتِّكٌ وَجَاهِلٌ مُتَنَسِّكٌ هَذَا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ عِلْمِهِ بِتَهَتُّكِهِ وَهَذَا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ نُسُكِهِ بِجَهْلِهِ" "دو لوگوں نے میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے بے عمل عالم اور نادان مقدس مآب. یہ اپنی بے عملی کی وجہ سے لوگوں کو اپنے علم سے دور کرتا ہے اور وہ اپنی جہالت کی بنا پر لوگوں کو عبادت سے روک دیتا ہے۔"(۳)

لہٰذا استاد کے کردار میں تضاد نہ ہونا ضروری اور لازم ہے استاد جس بات پر خود عمل کرے اسی کی طرف اپنے شاگردوں کو دعوت دے۔

مثلاً اگر شاگرد استاد کی زبان سے نماز جماعت، مریضوں کی عیادت، تشییع جنازہ، لوگوں سے محبت اور ہمدردی کے فضائل سنیں مگر اسے ایسے مواقع پر نہ دیکھیں یا جن چیزوں سے استاد انہیں روکتا ہے وہی کام کرتے ہوئے شاگرد اسے دیکھ لیں تو ان پر اس کا قطعاً صحیح اثر نہ پڑے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی شرعی عذر یا مجبوری کی وجہ سے وہ ان باتوں پر عمل نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں اسے حتی الامکان لوگوں کی نگاہوں سے اور خاص طور سے جن کے لئے وہ نمونۂ عمل ہے ان کی نگاہوں سے

(۱) سورۂ فاطر: آیت ۲۸

(۲) اصول کافی: ج۱، ص۳۶

(۳) بحار الانوار: ج۱، ص۲۰۸

دور رہنا چاہئے. کیونکہ شیطان بلاوجہ ان کے اندر اس کے بارے میں برے خیالات پیدا کرسکتا ہے مثلاً شریعت نے مسافر یا مریض وغیرہ کو بھی سب کے سامنے ماہ رمضان میں کھانے سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس طرح روزہ کا تقدس اور عظمت واحترام ختم نہ ہو جائے اور جو بے عمل ہیں یا جن کا ایمان کمزور ہے ان کو روزہ نہ رکھنے کا بہانہ مل جائے گا باعمل ہونا ان افراد کے لئے زیادہ ضروری ہے جنہیں لوگ اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیتے ہیں جیسے علماء یا معلمین ومدرسین وغیرہ. لہذا ایسے نازک حالات میں اپنے شاگردوں کے سامنے کوئی بھی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس سے ان کے اوپر انگلی اٹھائی جائے یا بہتان کا خطرہ ہو۔

روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات اپنی ایک زوجہ کے ہمراہ اپنے گھر تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں کسی صحابی سے ملاقات ہوگئی تو آپ نے اس سے کہا ''کہ یہ میری فلاں زوجہ ہے'' آپ نے اس جملہ سے اس کے ذہن میں پیدا ہونے والا بے جا فطور، دور کردیا۔

۴۔ ایک استاد کو اپنے شاگردوں اور عام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ بااخلاق ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ان کے لئے نمونہ عمل اور آئیڈیل ہے اور اس کے عمل میں اس کی زبان سے زیادہ تاثیر ہوتی ہے لہذا اس کے اندر تواضع، نیک اخلاق، میل محبت، ہمدردی، نرم دلی وغیرہ اتنی زیادہ ہو کہ دیکھنے والا اسے دوسروں سے بہتر سمجھے اور اس کی باتوں پر شوق کے ساتھ عمل کرے۔

روایت میں ہے کہ ایک دن جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: کہ تم سے میری ایک خواہش ہے کیا تم اسے مان لوگے؟ تو انہوں نے عرض کی، ضرور فرمائیے بھلا ہم کیوں نہ مانیں گے؟ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور یکے بعد دیگرے سب کے پیر دھونے لگے. انہوں نے روکنا بھی چاہا مگر چونکہ پہلے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کر چکے تھے لہذا شرمندہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہ کرسکے. جب آپ سب کے پیر دھو چکے تو آپ کے حواریوں نے کہا کہ یہ کام تو ہمیں

کرنا چاہئے تھا کہ ہم آپ کے پیر دھوتے تو آپ نے فرمایا: تمام لوگوں کے درمیان عالم دین سب سے زیادہ خدمت کا حقدار ہوتا ہے میں نے اپنے اس طریقہ کار سے تمہاری خدمت کی ہے لہذا تم بھی میرے بعد لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا پھر آپ نے فرمایا: ''حکمت کا گھر تواضع کے ذریعہ آباد ہوتا ہے نہ کہ تکبر کے ذریعہ جس طرح کہ سبزہ نرم زمینوں میں اگتا ہے پتھروں پر نہیں۔''

۵۔ یہ بھی توجہ رہے کہ علم نااہلوں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے کیونکہ وہ لوگ صرف اسی لئے علم حاصل کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اپنے کو اور مضبوط بنالیں اور پھر آسانی کے ساتھ اپنے ظلم وستم اور گمراہیوں کو مزید بڑھاوا دے سکیں۔

اگرچہ دنیاوی مقاصد کے لئے تعلیم حاصل کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور اگر کسی کے دل میں ایسا ارادہ ہو اور اس کے استاد کو اس کی نیت کا پتہ چل جائے تو استاد اس کو اپنے علم سے محروم نہ کرے بلکہ اسے اس کی غلط نیت کی طرف متوجہ کرکے اس کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے کیونکہ ایک اچھے معلم کی پہچان یہی ہے کہ اس کے علم اور نیک اخلاق کی بنا پر اس کے شاگرد اور طلاب صحیح راستہ اختیار کرلیں. جیسا کہ علماء کرام کی یہی سیرت رہی ہے کہ وہ درس شروع کرنے سے پہلے اپنے شاگردوں کے اخلاقی سدھار پر ضرور توجہ دیتے ہیں اور جب ان کو ہر اعتبار سے پختہ بنالیتے ہیں تب تعلیمی سلسلہ کا آغاز کرتے ہیں اس کی وجہ سے طلاب شروع سے ہی صحیح راستہ پر لگ جاتے ہیں اور ان کی نیتیں بھی خالص اور پاک ہو جاتی ہیں نیز اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر طالب علم کی صحیح یا غلط نیت کا پتہ چل جاتا ہے لہذا اگر کسی کے اندر تعلیمی لیاقت نہ پائی جاتی ہو تو پہلے ہی اس سے معذرت کرلی جائے۔

لہذا استاد کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنا علم لائق اور اہل کے ہی حوالہ کرے اور اپنے علم کو سماج

اور معاشرے کی تباہی کا ذریعہ نہ بننے دے اور ہمیشہ شاگردوں کی صحیح تربیت اور خلوص نیت کے لئے کوشاں رہے۔

۶۔ استاد کو تعلیم دینے کے لئے ہمیشہ آمادہ رہنا چاہئے یعنی تعلیم دینے کے سلسلہ میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لینا چاہئے کیونکہ خداوند عالم نے علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اپنے علم کو کسی سے ہرگز پوشیدہ نہ رکھیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَ اِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لِتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهُ﴾(۱) ''اس موقع کو یاد کرو جب خدا نے جن کو کتاب دی ان سے عہد لیا کہ اسے لوگوں کے لئے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَ الْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَابِ اُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ﴾(۲) ''جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''زَكَاةُ الْعِلْمِ أَنْ تُعَلِّمَهُ عِبَادَ اللّٰهِ'' ''علم کی زکات یہ ہے کہ بندگان خدا کو اس کی تعلیم دی جائے۔''(۳)

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''قَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ علیہ السلام اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْخُذْ عَلَى الْجُهَّالِ عَهْداً بِطَلَبِ الْعِلْمِ حَتّٰى أَخَذَ عَلَى الْعُلَمَآءِ عَهْداً بِبَذْلِ الْعِلْمِ لِلْجُهَّالِ لِأَنَّ الْعِلْمَ كَانَ قَبْلَ الْجَهْلِ'' ''میں نے حضرت علیؑ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے جاہلوں سے تعلیم حاصل کرنے کا عہد اس وقت تک نہیں لیا جب تک علماء سے جاہلوں کو تعلیم دینے کا عہد

(۱) سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۷

(۲) سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۹

(۳) اصول کافی: ج ۱ ص ۴۱

نہیں لے لیا کیونکہ علم، جہل سے پہلے موجود تھا۔(۱)

۷۔ معلم کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ حق گوئی سے کام لے تا کہ باطل کی پہچان ہو سکے اور لوگ بآسانی حق پر چل سکیں یا کم از کم ان کے اوپر حجت تمام ہو جائے تا کہ آئندہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں حق کے بارے میں صحیح علم نہیں تھا. اور کوئی ہمیں صحیح راستہ دکھانے والا نہیں تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنا دراصل علماء کی ذمہ داری ہے کیونکہ عوام کے اوپر تو صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنا وہ جانتے ہیں لیکن علماء اور معلمین کی ذمہ داریوں میں ان کے علم کے اعتبار سے اضافہ ہو جاتا ہے. جیسا کہ رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''اِذَا ظَهَرَتْ الْبِدَعُ فِيْ اُمَّتِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ'' ''جب میری امت کے درمیان بدعتیں سر ابھارنے لگیں تو علماء کے لئے اپنا علم ظاہر کرنا ضروری ہے اور جو عالم ایسا نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔''(۲)

اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ عوام الناس کے دین و ایمان اور عقیدہ و عمل کا کل دارومدار علماء کے اوپر ہے چنانچہ اگر وہی دین کو صحیح طریقہ سے نہ پہونچائیں اور بدعتوں کا مقابلہ نہ کریں تو لوگ گمراہیوں کا شکار ہو جائیں گے اور ان کا دین تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔

لہٰذا ایک معلم کے اندر اتنی شجاعت اور حق گوئی ہونا ضروری ہے کہ وہ حقائق کو بیان کر سکے اور برے رسم و رواج اور بدعتوں کا مقابلہ کر سکے اور اس بارے میں اس کے اندر کسی طرح کا خوف، جھجک یا لوچ پیدا نہ ہو۔

(۱) اصول کافی: ج ۱ ص ۴۱

(۲) بحار الانوار: ج ۲، باب ۱۳، ص ۷۲

سبق کا خلاصہ:

اپنے اندر تدریس کی صلاحیت پیدا کرنا، قول وفعل کی مطابقت، سچے اور لائق طالب علم کی شناخت، دین کی ترویج میں سخاوت اور شجاعت نیز صاف گوئی سے کام لینا ایک معلم اور استاد کے لئے ضروری اور لازمی چیزیں ہیں۔

سوالات:

۱۔ دوسرے کو تعلیم دینے سے پہلے ایک مدرس کو کس قسم کی تیاری کرنا چاہئے؟

۲۔ کیا استاد اپنے ہر شاگرد کو ہر طرح کی تعلیم دے سکتا ہے؟

۳۔ امام صادقؑ کی نظر میں عالم کی خصوصیات کیا ہیں؟

۴۔ بزرگ علماء، درس شروع کرنے سے پہلے درس اخلاق کیوں دیتے ہیں؟

ساتواں سبق

استاد کے فرائض (۲)

۲۔ شاگردوں سے متعلق استاد کے فرائض

۱۔ اپنے شاگردوں سے متعلق استاد کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ انہیں دینی آداب اور اخلاق کی تعلیم دے اور انہیں اس کی اہمیت سے آگاہ کر کے اعلیٰ علمی درجات کے لئے آمادہ کرے۔

بنیادی طور پر ہر چیز کا ایک ظرف ہوتا ہے اور علم کا ظرف پاک و پاکیزہ دل اور عقل سلیم ہے لہذا استاد کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے شاگردوں کو علمی حقائق کا بار گراں اٹھانے کے قابل بنا دے تاکہ وہ اس کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آئیں اور ہمیشہ سر تسلیم خم کئے رہیں صرف یہی وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے طلاب اپنی تعلیم کے ذریعہ ترقی اور کمال کی منزلوں تک پہونچ سکتے ہیں۔

اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہر استاد اپنے شاگردوں کی نیت کو پاک و پاکیزہ اور خالص بنانے کی کوشش کرے اور انہیں یہ سمجھائے کہ ان کی نظریں صرف نیک اور اعلیٰ مقاصد پر مرکوز ہونا چاہئیں اور صرف اسی راستے سے وہ علم الٰہی کی برکات سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

۲۔ جب استاد کو اپنے شاگردوں کی ذہنی استعداد، خلوص نیت اور ان کی روشن ضمیری کے بارے میں یقین اور اطمینان پیدا ہو جائے تو انہیں علم کی قدر و قیمت اور علم حاصل کرنے کی اہمیت سے آگاہ کرے اور انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دے کہ کوئی انسان عالم ہستی کے حقائق سے اسی وقت واقف ہوسکتا ہے جب وہ دونوں پروں کے ساتھ پرواز کرے. (۱) علم (۲) تقویٰ. اور اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ علماء کے تجربات کو بھی اپنے لئے مشعل راہ قرار دینا ضروری ہے تا کہ وہ عالم ملک وملکوت سے آگاہ ہو سکے اس سے طالب علموں کے شوق تعلیم میں اضافہ ہوگا۔

۳۔ استاد اور شاگرد کے روابط اسلامی تعلیمات کی بنیادوں پر استوار ہونا چاہئیں اور بزرگ علماء کی تاکید کے مطابق ان کے درمیان باپ بیٹے جیسا رشتہ ضروری ہے یعنی استاد اپنے شاگردوں کو بالکل اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور ان کے ساتھ اولاد کی طرح برتاؤ کرے اور جو چیزیں اپنی اولاد کے لئے مناسب نہیں سمجھتا ہے وہ چیزیں ان کے لئے بھی ہرگز پسند نہ کرے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لَا یُؤمِنُ أَحَدُکُم حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهِ“

”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بعینہ وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (۱)

۴۔ اپنے شاگردوں کو حرام اور برے کاموں سے روکتا رہے البتہ ان کے اوپر کسی قسم کی سختی کرنے کے بجائے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دوسرے مختلف طریقوں سے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ انہیں براہ راست روکنے سے کبھی کبھی اخلاقی حدود باقی نہیں رہ پاتے۔ سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ محبت آمیز انداز میں نرمی کے ساتھ سمجھائے جیسا کہ خداوند عالم نے جناب موسیٰ اور جناب ہارونؑ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ دونوں حضرات فرعون کے پاس جائیں ”فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا

(۱) صحیح بخاری: ج۱، کتاب الایمان، منیۃ المرید: ص۱۹۰

لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى“ ”اس سے نرمی سے بات کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا خوفزدہ ہو جائے۔“ (۱)

۵۔ طلاب کے ساتھ غرور وتکبر کے انداز سے پیش نہ آئے. بلکہ ہمیشہ متواضع اور باوقار رہے کیونکہ اس سے شاگردوں کے ساتھ اس کا قلبی لگاؤ زیادہ ہوگا اور وہ اس کی شخصیت سے زیادہ متاثر ہونگے اور ان کی تعلیمی حالت بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۲) ”اور جو صاحبان ایمان آپ کا اتباع کرلیں ان کے لئے اپنے شانوں کو جھکا دیجئے“

لہٰذا ہر استاد کو اپنے شاگردوں کے لئے رحم وکرم کا پیکر ہونا چاہئے تا کہ وہ ان کے دلوں میں اپنی طرف سے یہ اطمینان پیدا کراسکے کہ استاد صرف ان کی بھلائی چاہتا ہے. جس کے بعد وہ ان کے درد دل اور قلبی اخلاص ومحبت کو بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اسی وجہ سے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد اپنے تمام شاگردوں کو ان کے نام کے ساتھ پہچانتا ہو اور انہیں بڑے احترام سے پکارے نیز اگر انمیں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی کی وجہ پوچھنے کے ساتھ اس کا حال بھی دریافت کرلے، اس سے ایک تو یہ کہ استاد ہمیشہ کامیاب وکامران رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس کے شاگردوں کے دلوں میں اس کی محبت اور وقار باقی رہتا ہے۔

۶۔ کوئی بھی علمی نکتہ بیان کرتے وقت اپنے شاگردوں کی علمی سطح کا خیال رکھے، کیونکہ زیادہ دقیق علمی گفتگو یا اس کے برخلاف بہت آسان اور سادہ باتیں بیان کرنے سے بھی ان پر غلط اثر پڑتا ہے لہٰذا مجمل اور پیچیدہ باتوں سے پرہیز کرے ورنہ طلاب کا حوصلہ پست ہوسکتا ہے۔

(۱) سورۂ طٰہٰ: آیت ۴۴

(۲) سورۂ شعراء: آیت ۲۱۵

اسی طرح جب طلاب اس سے کوئی سوال کریں تو جواب میں بھی اسی بات کا خیال رکھے. یعنی آسان انداز میں بالکل واضح جواب دے اور اگر جواب کی وضاحت کے لئے پیچیدہ بحثوں کی ضرورت ہو تو فوراً جواب دینے کے بجائے اس کے مناسب وقت کا انتظار کرے ورنہ طالب علم اس کی بھول بھلیاں میں پھنس کر رہ جائے گا جس کے نتیجہ میں وہ غلط راستہ کی طرف بھی بہک سکتا ہے۔

اسی طرح استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے علمی بیانات کو منطقی انداز میں بالترتیب اور تسلسل کے ساتھ بیان کرے تا کہ اس کے شاگردوں کو اس کی باتیں سمجھنے میں کسی قسم کی زحمت نہ ہو۔

۷۔ اپنے شاگردوں کے اندر اعتماد بہ نفس اور علمی و عملی میدانوں میں ترقی وکمال کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرنے کی کوشش کرے اور ان میں سوال کرنے نیز اظہار خیال کی ہمت بھی پیدا کر دے اور اگر ان میں سے کوئی معمولی یا فضول سوال کرے یا غلط بات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے تو شرح صدر کے ساتھ مسکرا کر اس کا جواب دے کیونکہ طالب علم کا مذاق اڑانے سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ سوال نہیں کرتا دوسرے یہ کہ استاد کے ساتھ بھی طالب علم کا رابطہ اور لگاؤ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

۸۔ علمی باتوں کو ان کا علمی معیار کم کئے بغیر عام فہم اور آسان انداز میں اس طرح بیان کرے کہ طلاب انہیں بآسانی ہضم کرسکیں یہی وجہ ہے کہ جب کوئی استاد کسی بھی علمی مسئلہ کو پیچیدہ اور مجمل انداز سے بیان کرتا ہے تو طلاب کو اپنی ذہانت اور حافظہ کے بارے میں شک ہونے لگتا ہے اور وہ اپنی تعلیم کے بارے میں مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۹۔ طلاب کو مسلسل مشق، تحقیق یا سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے کہے تا کہ ان کی علمی صلاحیت میں اضافہ کے علاوہ ان کے اندر محنت و مشقت کا جذبہ بھی زیادہ سے زیادہ پروان چڑھ سکے۔

اسی طرح اگر کوئی طالب علم درس میں سوالات یا علمی تنقید کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کی جائے کیونکہ اس سے اس کی علمی صلاحیت میں اضافہ کے علاوہ دوسرے طلاب کے اندر بھی آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۔ تمام شاگردوں کے ساتھ ایک جیسا رویہ رکھے یعنی سب کے ساتھ انصاف سے پیش آئے اور کسی کو بلاوجہ دوسروں کے اوپر ترجیح نہ دے کیونکہ ان سب کے حقوق بالکل برابر ہیں. البتہ یہ الگ بات ہے کہ بعض طلاب بہت زیادہ محنتی اور مخلص ہوتے ہیں اور انہیں ہمیشہ اپنی پڑھائی کی فکر لاحق رہتی ہے اور وہ دوسروں سے ممتاز نظر آتے ہیں ایسے طلاب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے البتہ اس طرح نہیں کہ اس سے ناانصافی اور گروہ بندی کا خطرہ پیدا ہو جائے. اگر چہ سب سے بڑی ناانصافی تو یہ ہے کہ استاد اپنے ذہین، محنتی اور لائق طالب علم کو درسی اعتبار سے کمزور اور تعلیم سے دلچسپی نہ رکھنے والے طالب علم کے برابر قرار دیدے اس سے ایک طرف تو محنتی طالب علم کی حوصلہ شکنی ہوگی اور دوسری جانب محنت نہ کرنے والے طلاب کو ان کی کوتاہی ولاپرواہی کے لئے مزید سہارا مل جائے گا۔

لہٰذا استاد اپنے تمام شاگردوں کے لئے یہ بات بالکل واضح کر دے کہ جن طلاب کو وہ دوسروں پر فوقیت دیتا ہے یا ان کا احترام اس کی نظر میں زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ تعلیم اور اخلاقی فضائل کے اعتبار سے دوسروں سے بہتر ہیں۔

۱۱۔ ہر استاد اس موضوع کی تدریس کرے جس میں اس کو باقاعدہ مہارت حاصل ہو. کیونکہ اگر وہ ایسے موضوعات یا فنون کی تعلیم دینے کی کوشش کرے جس میں اس کے پاس لازمی مہارت یا معلومات نہیں ہیں تو اس سے خود اس کی شخصیت اور عزت پر برا اثر پڑے گا اور اسے اپنے شاگردوں کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور اس سے خود اس کے شاگردوں کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اسی طرح استاد کے لئے یہ بھی ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے موضوع یا مضمون کی

تعریف کرے اور بقیہ دوسرے علوم اور موضوعات کو فضول یا بیکار اور کم قیمت ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

۱۲۔ استاد اپنے شاگردوں کی علمی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقفیت کے بعد ان کی علمی صلاحیتوں کے مطابق مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے اچھے، لائق اور دردمند اساتذہ کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔

۱۳۔ جب استاد اپنے شاگردوں کی علمی صلاحیتوں پر اطمینان کرنے لگے تو عملی میدان میں اترنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ بھی تدریس، تبلیغ یا خطابت وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کی ہدایت کرسکیں. اس کے ساتھ ساتھ استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف مقامات پر علمی و دیگر حلقوں میں ان کی شناخت کرادے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی تائید اور پشت پناہی بھی کرتا رہے۔

سبق کا خلاصہ:

اسلامی آداب و اخلاق کے مطابق طلاب کی تربیت کرنا، انہیں تقوائے الٰہی کی طرف دعوت دینا، ان کے ساتھ گہرے روابط اور تعلقات رکھنا، انکساری سے پیش آنا، تحقیق اور محنت ومشقت کرنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور آئندہ کے بارے میں انہیں پرامید بنانا، ان کے درمیان عدالت اور مساوات کا خیال رکھنا نیز ان کی ترقی اور پیش رفت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا طلاب کے وہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی ہر استاد کے لئے ضروری ہے۔

سوالات:

۱۔ تعلیم سے پہلے طلاب کی تربیت اور تہذیب نفس کیوں ضروری ہے؟

۲۔ استاد اور شاگرد کا رابطہ کیسا ہونا چاہئے؟

۳۔ تعلیم کے وقت استاد کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

۴۔ طلاب کی علمی صلاحیتوں کے بارے میں ایک استاد کا فریضہ کیا ہے؟

۵۔ تعلیمی مراحل کو کامیابی کے ساتھ طے کرلینے کے بعد طلاب سے متعلق ایک استاد کی کیا ذمہ داری ہے؟

آٹھواں سبق

استاد کے فرائض (۳)

۳۔کلاس میں استاد کے فرائض

۱۔ ہر استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ درجہ (کلاس) میں داخل ہونے سے پہلے باقاعدہ تیاری کرے اور یہ تیاری صرف درسی اعتبار سے ہی نہ ہو بلکہ اپنے لباس اور بدن کی صفائی کے علاوہ سکون واطمینان کا مظاہرہ کرے اور سنجیدہ وباوقار رہے. البتہ اس کا مطلب قیمتی اور شاندار کپڑے پہننا ہرگز نہیں ہے. بلکہ صاف ستھرے کپڑے ہونا چاہئیں چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں. مختصر یہ کہ اس کا لباس یا رہن سہن اتنا پروقار ہونا چاہئے کہ دیکھنے والا خود بخود اس کی طرف جذب ہوجائے۔

۲۔ ہر مدرس کے لئے بہتر ہے کہ تدریس کے لئے گھر سے باہر نکلتے وقت خدا کو یاد کرے اور پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّي أَعُوذُ بِکَ أَنْ أُضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ، عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُکَ'' بارالہا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کردوں یا خود گمراہ ہو جاؤں، دوسروں کو متزلزل کردوں یا خود متزلزل ہو جاؤں یا خود ظلم کروں یا میرے اوپر ظلم کیا جائے، جہالت میں ڈالا جاؤں یا مجھے نادانی کے چنگل میں پھنسا دیا جائے خدایا

جو تیرا ہمسایہ ہے وہ باعزت ہے اور تیری ثنا جلیل وعظیم ہے اور تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔'' (۱)

پھر کہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ جَنَانِي وَأَدِرِ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِي'' ''خدا کے نام سے میرے لئے اللہ کافی ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور خدائے علی وعظیم کے علاوہ کوئی قدرت وطاقت نہیں ہے۔ بارالہا! میرے دل کو استواری وثبات عطا فرما اور حق کو میری زبان پر جاری فرما۔(۲)

۳۔ کلاس میں داخل ہوتے وقت طلاب کو سلام کرے اور خوشروئی کا مظاہرہ کرے اور درس کے اختتام تک سنجیدگی کو باقی رکھے اور استاد کی نقل وحرکت اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا نمونہ ہونا چاہئے. جو باتیں اہل علم کے لئے مناسب نہیں ہیں ان سے پرہیز کرے اور اسی طرح ان باتوں سے بھی پرہیز کرے جن کی بنا پر اس کے شاگردوں کو سنجیدگی کے ساتھ درس سننے اور سمجھنے میں زحمت ہو۔

اسی طرح استاد کے لئے ضروری ہے کہ کلاس روم میں اسی جگہ بیٹھے، یا اسی جگہ کھڑا ہو جو اس کے لئے مخصوص ہے اور اس جگہ سے وہ پورے کلاس پر مکمل تسلط رکھتا ہو. اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بچے بھی اچھی طرح سبق کو سمجھ سکیں گے اور کما حقہ اس سے استفادہ کریں گے۔

۴۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے درس کا آغاز کرے اور حمد وثنائے پروردگار پر درس ختم کرے. اور اس طریقہ کار کی مسلسل اتنی پابندی کرے کہ صرف درس وتدریس ہی نہیں بلکہ ہر کار خیر میں اس کی یہی عادت شاگردوں کے لئے نمونہ عمل بن جائے علماء اخلاق نے ہمیشہ مدرس کے لئے یہ تاکید کی ہے کہ درس شروع کرنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس خلوص کے ساتھ پروردگار عالم

(۱) سنن ابی داود: ج ۴ حدیث ۵۰۹۴، منیۃ المرید: ص ۲۰۵

(۲) سنن ابی داود: ج ۴ حدیث ۵۰۹۵، منیۃ المرید: ص ۲۰۵

سے امداد طلب کرے. اس کی بنا پر ایک تو اس کے درس میں تقدس کی فضا قائم ہوگی اور طلاب درس اور استاد کا زیادہ سے زیادہ احترام کریں گے اور ان کو تقدس کی نگاہ سے دیکھیں گے دوسرے یہ کہ رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھنے کی وجہ سے ان کی نیت مزید خالص اور پاک و پاکیزہ ہوجائے گی۔

۵۔ مدرس کا انداز بیان ایسا ہو کہ اس کے شاگردوں کو بھی یہ اطمینان رہے کہ ان باتوں پر اسے بھی یقین ہے ورنہ وہ بھی ان باتوں پر کوئی دھیان نہ دیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ استاد درس پڑھاتے وقت مکمل متانت اور سنجیدگی سے کام لے اور ہر قسم کی ہنسی و مذاق سے پرہیز کرے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ سبق پڑھاتے وقت سنجیدہ رہنا نرمی اور خوش مزاجی کے منافی نہیں ہے کیونکہ سنجیدگی کا مطلب تیور بدلے رہنا یا ترش روئی کا مظاہرہ کرنا اور سخت رویہ رکھنا ہرگز نہیں ہے. دوسرے یہ کہ شاگردوں کی ذہنی تکان دور کرنے کے لئے تھوڑا بہت ہنسی مذاق بھی ضروری ہے۔

۶۔ استاد اور مدرس صحیح طریقۂ تعلیم سے بھی واقف ہو یعنی طریقۂ تعلیم سے متعلق کتابوں میں بچوں کو پڑھانے اور درس دینے کے جو مختلف طریقے سکھائے گئے ہیں ان میں سے اپنے مناسب حال طریقۂ کار کو اپنائے جیسے درس کا موضوع اور شاگردوں کی علمی استعداد وغیرہ کو پیش نظر رکھے. اور پہلے دن اپنے شاگردوں کے سامنے اپنے طریقۂ تعلیم کی وضاحت کردے اسی طرح موضوع کی اہمیت اور فائدہ پر بھی کافی و شافی روشنی ڈالے تاکہ ان کے دلوں میں اس مضمون کا مزید شوق پیدا ہوجائے اور وہ اس کی باتوں کو اور زیادہ غور سے سنیں۔

۷۔ لمبی لمبی اور تھکا دینے والی بحثوں سے پرہیز کرے کیونکہ لمبی بحث اور وقت کی زیادتی کی وجہ سے شاگرد درس سنتے وقت کوئی توجہ نہیں دیتے ہیں۔

استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہم نکات میں اتنی جلد بازی نہ کرے کہ اس کے

شاگرد اس کی بات سمجھ ہی نہ پائیں اور وہ آگے بڑھ جائے لہٰذا انہیں اتنا موقع ضرور دے کہ وہ آسانی تمام مطالب ذہن نشین کرسکیں۔

بہر حال یہ طے ہے کہ بات جتنی مختصر اور مفید ہوگی اتنا ہی زیادہ ذہن نشین رہے گی جیسا کہ سننے والے پر احادیث معصومینؑ اسی لئے جلد اثر انداز ہوتی ہیں کہ وہ نہایت مختصر اور مفید ہیں۔

۸۔ نصاب تعلیم، طریقۂ تعلیم، کلاس کا وقت اور موضوعات کی ترتیب بھی شاگردوں کی مصلحت کے مطابق ہو اور ایسا طریقۂ کار اپنائے جس سے شاگردوں پر کم سے کم بوجھ پڑے اور وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں. اسی طرح استاد کی آواز نہ اتنی بلند ہو کہ سننے والوں کو پریشانی ہوجائے اور نہ ہی اتنی آہستہ ہو کہ انہیں سننے میں زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

۹۔ حتی الامکان کلاس میں شور نہ ہونے دے کیونکہ اس سے ایک طرف تو استاد اور درس کی توہین ہوتی ہے اور دوسری جانب یہی شور شرابہ بسا اوقات خطرناک صورت اختیار کرلیتا ہے اور اس سے بچوں کی ذہنیت خراب ہوجاتی ہے۔

۱۰۔ بچوں کو کلاس کا نظم و ضبط باقی رکھنے کے علاوہ کلاس کے احترام کی طرف بھی متوجہ کرتا رہے اور ان کے اندر اخلاقی اور سماجی فرائض کے بارے میں احساس ذمہ داری پیدا کرے اور انہیں ایسا بنانے کی کوشش کرے کہ وہ گھر، سماج یا کسی دوسری جگہ ہر طرح ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا سکیں۔

۱۱۔ سوالات کا جواب دیتے وقت بہت ہی کھلے دل اور اپنائیت کا مظاہرہ کرے نیز سوالات کو بغور سنے. کیونکہ بعض شاگرد مختلف مقاصد کے تحت سوال کرتے ہیں مثلاً کچھ استاد کی قوت تحمل کا امتحان لیتے ہیں جب کہ کچھ درس کا موضوع تبدیل کرنے یا اظہار قابلیت کے لئے سوال کرلیتے ہیں لہٰذا استاد کو ہر اعتبار سے چوکنا رہنا چاہئے اور نہایت متانت کے ساتھ ان کا جواب دینا چاہئے تاکہ

سوال کرنے والے کے لئے کسی غلط استفادہ کا امکان باقی نہ رہ جائے۔

۱۲۔ استاد کا ایک اور اہم فریضہ یہ ہے کہ جو چیز اسے معلوم نہیں ہے اس کا مبہم یا گول مول جواب دینے کے بجائے صاف صاف یہ کہدے کہ مجھے معلوم نہیں ہے. کیونکہ یہ کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "اِذَا سُئِلْتُمْ عَمَّا لَا تَعْلَمُونَ فَاهْرُبُوا، قَالُوا وَ كَيْفَ الْهَرَبُ، قَالَ: تَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ" "جب تم سے ایسا سوال کرلیا جائے جس کا جواب تمہیں معلوم نہ ہو تو فرار کرو! سوال کیا گیا کہ کیسے فرار کریں فرمایا: یہ کہو: کہ خدا بہتر جانتا ہے۔"(۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: "مَا عَلِمْتُمْ فَقُوْلُوْا وَمَالَمْ تَعْلَمُوْا فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُ أَعْلَمُ. اِنَّ الرَّجُلَ يُسْرِعُ بِالْآيَةِ مِنَ الْقُرْآنِ يَخِرُّ فِيْهَا أَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ" "جو کچھ تمہیں معلوم ہے اسے بیان کردو اور جو کچھ نہیں جانتے ہو تو کہہ دو کہ اللہ بہتر جانتا ہے یقیناً اگر کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت میں جلد بازی کا شکار ہو جائے (غلط جواب دیدے) تو اس کی بنا پر وہ زمین و آسمان کے فاصلہ سے زیادہ پستی میں چلا جاتا ہے۔"(۲)

بعض لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ "مجھے معلوم نہیں" کہنے میں ہماری توہین ہوتی ہے اور اس سے شاگردوں کے درمیان ہماری سبکی ہوتی ہے ہماری شان و منزلت پر اثر پڑتا ہے جب کہ معاملہ برعکس ہے. کیونکہ جب شاگرد یہ دیکھتے ہیں کہ استاد کو جو نہیں معلوم ہوتا ہے وہ اس کا اعتراف کرلیتا ہے تو اس پر ان کا اعتماد اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ جو بات بھی کہتا ہے وہ یقیناً علمی اور مستحکم ہے اور اس کے ساتھ وہ اس بات کو اس کے تقویٰ اور صاف گوئی کی علامت قرار دیتے ہیں. کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر شخص کا علم محدود ہے اور وہ ہر سوال کا جواب نہیں دے سکتا لہذا زبردستی تصنع اور ریاکاری

(۱) سنن دارمی: ج۱، منیۃ المرید ص ۲۱۵

(۲) اصول کافی: ج ۱ ص ۴۲

کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر سوال کا جواب ضرور دیا جائے ورنہ طلاب یہی سمجھیں گے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے بلکہ یہ تو کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر اپنی طرف سے ہی جواب دیتے رہتے ہیں۔

۱۳۔ درس ختم کرنے سے پہلے پورے درس کو ایک بار ترتیب وار بیان کردے اور اہم نکات کو دوبارہ بیان کرے درس کا نتیجہ بھی ضرور بیان کرے اگر کوئی پہلو چھوٹ گیا ہے یا ناقص بیان کیا ہے اسے پورا کردے اور کوئی بھی موضوع بچوں کے ذہن میں ناقص نہ رہنے دے اس طرح احتمالی نقائص کو دور کرتے وقت استاد تمام درس کو ایک بار ضرور دہرا دے تا کہ اگر طلاب نے کوئی بات غلط سمجھ لی ہے تو اسی وقت اس کی اصلاح ہو جائے اور اسی طرح اگر کوئی غلطی ہو جائے تو شہامت اور جوانمردی کے ساتھ اس کا اعتراف کرے اور شاگردوں سے معذرت طلب کرے کیونکہ امانت داری اور تواضع کا تقاضا یہی ہے کہ غلطی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس کے لئے معذرت بھی کی جائے اور جو استاد اپنے شاگردوں سے معذرت کرلیتا ہے ان کے دلوں میں اس کی محبت اور زیادہ بڑھ جایا کرتی ہے۔

۱۴۔ گذشتہ علماء ایک استاد اور مدرس کے لئے یہ تاکید بھی فرماتے تھے کہ استاد درس کے خاتمہ پر اپنے شاگردوں کو نصیحت ضرور کرے تا کہ ان کے نفس کا تزکیہ اور باطن کی طہارت ہو سکے. کیونکہ علم صرف پاک و پاکیزہ دل میں ہی باقی رہتا ہے۔

۱۵۔ درس کے آخر میں تھوڑا وقت بچائے تا کہ اگر کسی کو کچھ سوال کرنا ہو تو وہ دریافت کر سکے. اور فوراً کلاس سے باہر نہ جائے اسی طرح اگر کوئی شاگرد درس ختم ہونے کے بعد باہر جانا چاہتا ہے تو اسے نہ روکے۔

۱۶۔ بہتر یہی ہے کہ حمد و ثنائے الٰہی اور دعا پر درس تمام کرے اس سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک دعا نقل ہوئی ہے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا مَا اَخْطَأْنَا وَمَا تَعَمَّدْنَا وَمَا أَسْرَرْنَا وَمَا أَعْلَنَّا وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنَّا أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ"

"بارالہا! ہم سے جو عمداً، مخفی طور پر یا علانیہ غلطی ہوگئی ہے اور جو کچھ تو جانتا ہے اسے معاف فرمادے تو ہی سب سے مقدم اور تو ہی سب سے مؤخر ہے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔"(۱)

(۱) بحارالانوار: ج۲ص۶۳

سبق کا خلاصہ:

بدن اور لباس کی صفائی کا خیال، تدریس کے لئے باہر نکلتے وقت دعا، کلاس میں داخل ہونے سے پہلے سلام، درس کو خدا کے نام سے شروع کرنا اور حمد وثنائے الٰہی پر تمام کرنا، یہ سب تدریس کے آداب ہیں۔

صحیح طریقۂ تعلیم کا استعمال، طولانی اور تھکا دینے والی باتوں سے پرہیز، شاگردوں کی مصلحت کا خیال، کلاس کے نظم وضبط پر قابو اپنی علمی ناتوانی کا اقرار، سوالات کا جواب دینے میں وسعت قلب کا مظاہرہ، درس کے آخر میں تمام باتوں کا خلاصہ، اور درس کا نتیجہ بیان کرنا بھی استاد کے وظائف میں شامل ہے۔

سوالات:

۱۔ درس سے پہلے استاد کے لئے کن آداب کی پابندی ضروری ہے؟

۲۔ شاگردوں کو کلاس میں بحث ومباحثہ سے روکنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ جو باتیں نہیں جانتا ہے ان کا جواب دینے کے بارے میں استاد کو کیا کرنا چاہئے؟

۴۔ سبق شروع کرنے اور ختم کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

نواں سبق

طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں (۱)

جیسا کہ گذشتہ دروس میں آپ یہ جان چکے ہیں کہ استاد کے فرائض تین طرح کے ہوتے ہیں۔اسی طرح شاگردوں کے فرائض کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔طلاب کے فرائض خود اپنے سلسلے میں۔

۲۔طلاب کے فرائض استاد کے بارے میں۔

۳۔کلاس میں طلاب کے فرائض۔

واضح رہے کہ جو طلاب دار الاقامہ (ہاسٹل) میں یا کسی اور جگہ ایک ساتھ رہتے ہیں ان کے بھی کچھ آداب ہیں لیکن فی الحال ہم طلاب کے عام فرائض اور آئندہ درس میں کلاس اور استاد کے بارے میں ان کے فرائض کا تذکرہ کریں گے آخر میں ہاسٹل سے متعلق فرائض کا تذکرہ کیا جائے گا۔

۱۔اپنے بارے میں طالب علم کے فرائض اور ذمہ داریاں

ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے اپنے کو تعلیم کے لئے اچھی طرح آمادہ کرے یعنی اپنے نفس اور دل کو بالکل صاف ستھرا بنالے.دل کو پاک وصاف بنانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسان کھیت میں بیج بونے سے پہلے زمین کو صاف کر کے کاشت کے لئے

آمادہ کرتا ہے اسی طرح علوم الٰہیہ حاصل کرنے سے پہلے دل کو کینہ اور گناہ وغیرہ سے پاک وصاف کرنا ضروری ہے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا اُصْلِحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَ إِذَا فُسِدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ'' ''جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح وسالم رہے تو پورا جسم صحیح وسالم رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو جسم بھی خراب ہو جاتا ہے۔ ''وہ دل'' ہے۔(۱)

علماء اخلاق نے حافظہ کی تقویت کے لئے تقویٰ اختیار کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے کیونکہ روحانی بیماریاں علوم الٰہیہ کے دروازہ کو بند کر دیتی ہیں لہذا مناسب یہی ہے کہ طلاب کرام حتی الامکان اپنے نفوس، ارواح اور دلوں کو ہر قسم کے گناہ اور برائیوں سے محفوظ رکھیں۔

۲۔ زندگی کا بہترین دور جو تعلیم کے لئے سب سے اچھا وقت ہے اسے بالکل ضائع نہ کریں کیونکہ اس دور میں انسانی جسم کی تمام صلاحیتیں اور قوتیں اپنے عروج پر رہتی ہیں اور معمولی سی محنت سے بہت زیادہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ کہ دوسری ذمہ داریاں بھی اتنی زیادہ نہیں ہوتی ہیں جن سے ذہن پر زیادہ بوجھ پڑنے کا امکان ہو پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: ''مَثَلُ الَّذِي يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ فِي صِغَرِهِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ وَمَثَلُ الَّذِي يَتَعَلَّمُ فِي الْكِبَرِ كَالَّذِي يَكْتُبُ عَلَى الْمَاءِ'' ''جو شخص بچپنے میں تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہ علم پتھر کی لکیر کی طرح باقی رہتا ہے اور جو شخص بڑھاپے میں تعلیم حاصل کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے پانی کے اوپر کوئی تحریر بنا دی جائے۔''(۲)

(۱) صحیح بخاری: ج ۱ کتاب الایمان، منیۃ المرید: ص ۲۲۴، بحار الانوار: ج ۵۸ ص ۲۳

(۲) الجامع الصغیر: ج ۲ حرف میم، منیۃ المرید: ص ۲۲۵

واضح رہے کہ انسان کی عمر میں جس قدر اضافہ ہوتا رہتا ہے اس کی جسمانی توانائیاں اسی طرح کم ہوتی جاتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾(۱) ''اور ہم جسے طویل عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں بچپنے کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔''

مختصر یہ کہ تعلیم کے مواقع روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں اور تعلیم کو جاری رکھنا روز بروز دشوار ہوتا چلا جاتا ہے البتہ یہ یاد رہے کہ اگر انسان اپنی کمسنی میں اچھی طرح علم حاصل کر لے تو اس کی علمی اور روحانی صلاحیتیں اس کی جسمانی قوتوں کی جگہ لے لیتی ہیں اور اس طرح وہ بڑھاپے میں بھی اپنے علم میں اضافہ کر سکتا ہے. لہذا بچپنے سے ہی تعلیم کا آغاز کرنا چاہئے البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر انسان کی عمر زیادہ ہو جائے تو وہ تعلیم حاصل نہ کرے بلکہ تاریخ میں ''سکا کی'' جیسے افراد موجود ہیں جنہوں نے چالیس سال کے سن میں تعلیم کا آغاز کیا اور اپنی محنت اور انتھک کوششوں کے نتیجہ میں اسلام کے مشہور و معروف علماء کے درمیان اپنا ایک مقام بنایا۔

۳۔ حتی الامکان ایسی مصروفیتوں اور مشغولیتوں سے دور رہیں جن سے ان کی تعلیم پر غلط اثر پڑتا ہے اور ان کی فکر دوسری طرف لگ جاتی ہے کیونکہ اگر انسان کے ذہن پر کھانے، پینے اور کپڑے، گھر، تفریح یا کام کاج، آمدنی اور اخراجات جیسے افکار غالب رہیں تو پھر علمی مسائل کے بارے میں سوچنے کا امکان باقی نہیں رہ جاتا ہے. کیونکہ تعلیم کے لئے صبر وحوصلہ اور مسلسل جہاد نفس کی ضرورت ہوتی ہے اور وقتی لذتوں سے چشم پوشی کرنا پڑتی ہے لہذا دنیاوی آسائش و آرام اور اس کی رنگینیوں کی موجودگی میں تعلیم کا جذبہ بالکل سرد پڑ جاتا ہے۔

۴۔ اپنے دوستوں یا دیگر متعلقین سے اپنے روابط کے بارے میں از سر نو غور کریں اور ایسے دوستوں کا انتخاب کریں جو علم دوست ہوں کیونکہ جو دوست لاابالی اور وقت ضائع کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

(۱) سورۂ یٰسین: آیت ۶۸

ان کی دوستی سے پڑھنے والے بچوں پر بھی غلط اثر پڑتا ہے. اور ایسے دوست انہیں بھی ترقی اور کامیابی کی راہ پر نہیں چلنے دیتے ہیں۔

۵۔ حوصلہ اور ہمت کو بہت بلند رکھے تا کہ اس کے اندر اعلیٰ علمی مدارج تک پہونچنے کا جذبہ باقی رہے اس صورت میں عزم محکم اور پختہ ارادہ کے ساتھ اپنی تعلیم کو آگے بڑھائے گا لیکن اگر وہ کسی معمولی درجہ پر قناعت کرلے اور اس کو اپنے لئے کافی سمجھنے لگے تو پھر وہ یقیناً ترقی کی مزید منزلیں طے نہیں کرسکتا ہے۔

۶۔ علمی باتوں کے بارے میں اس کے اندر لگن اور شوق ہونا چاہئے. اور جہاں کہیں بھی کوئی علمی بات نظر آئے اس کے بارے میں کسی قسم کی تساہلی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

۷۔ تعلیم حاصل کرتے وقت عقل و منطق کو معیار قرار دے اور صحیح طریقہ سے تعلیم حاصل کرے اور جب تک ابتدائی و مقدماتی درجے طے نہ کرلے عمیق اور پیچیدہ مطالب کی طرف قدم نہ بڑھائے کیونکہ بنیاد مضبوط کئے بغیر بڑی بڑی کتابوں میں مشغول ہونا ایک غلط طریقہ کار ہے جس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

۲۔ استاد سے متعلق طلاب کے فرائض

۱۔ استاد کے بارے میں طلاب کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ نیک اور صالح استاد کا انتخاب کریں کیونکہ ان کی فکری اور روحانی تعلیم و تربیت میں استاد کا بنیادی کردار ہوتا ہے لہٰذا استاد کے اندر دو چیزوں کا وجود نہایت ضروری ہے. ۱۔ نیک اور صالح ہو، تا کہ اس کے شاگردوں پر اس کی رفتار و گفتار کا مثبت اثر ہو سکے. ۲۔ علمی، فکری اور تہذیبی اعتبار سے بالکل پختہ اور تجربہ کار ہو۔

۲۔ استاد کو اپنے باپ کی طرح بلکہ اس سے بھی برتر سمجھنا چاہئے کیونکہ والدین بچہ کی جسمانی نشو و نما کرتے ہیں لیکن استاد اس کی روحانی تربیت کرتا ہے اسی بارے میں امام زین العابدینؑ نے یہ فرمایا

ہے: ''وَحَقُّ سآئِسِکَ بِالْعِلْمِ، التَّعْظِیمُ لَهُ وَالتَّوْقِیرُ لِمَجْلِسِهِ وَحُسْنُ الاِسْتِمَاعِ اِلَیْهِ وَالْاِقْبالُ عَلَیْهِ وَلَا تَرْفَعَ عَلَیْهِ صَوْتَکَ وَلَا تُجِیبَ أَحَداً یَّسْأَلُهُ عَنْ شَيءٍ حَتّیٰ یَکُونَ هُوَ الَّذِي یُجِیبُ وَ لَا تُحَدِّثَ فِي مَجْلِسِهِ أَحَداً وَ لَا تَغْتَابَ عِنْدَهُ اَحَداً وَأَنْ تَدْفَعَ عَنْهُ إِذا ذُکِرَ عِنْدَکَ بِسُوٓءٍ وَأَنْ تَسْتُرَ عُیُوبَهُ وَ تُظْهِرَ مَنَاقِبَهُ وَ لَا تُجَالِسَ لَهُ عَدُوّاً وَّلَا تُعَادِيَ لَهُ وَلِیّاً فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ شَهِدَتْ لَکَ مَلَائِکَةُ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ بِأَنَّکَ قَصَدْتَهُ وَ تَعَلَّمْتَ عِلْمَهُ لِلّٰهِ جَلَّ اسْمُهُ لَا لِلنَّاسِ۔(۱)

''جس نے بھی علم و معرفت کی طرف تمہاری رہنمائی کی ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس کی بارگاہ کو محترم سمجھو اور اس کی باتوں کو بغور سنو اسی کی جانب اپنا رخ رکھو، اپنی آواز کو اس کی آواز پر بلند نہ کرو، اگر کوئی اس سے سوال کرے تو تم جواب نہ دو بلکہ اسے جواب دینے دو، کسی کے سامنے اس کی غیبت نہ کرو اور اگر کوئی تمہارے سامنے اس کی برائی کرے تو اس کا دفاع کرو. اس کے عیوب کو چھپاؤ اور اچھائیوں کو ظاہر کرو، اس کے دشمنوں کے ہم نشین نہ بنو، اس کے دوستوں سے دشمنی نہ کرنا. اگر تم اس پر عمل کرلو گے تو خداوند عالم کے فرشتے تمہارے لئے اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور اس سے خدا کے لئے تعلیم حاصل کی ہے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے۔''

۳۔ اپنے استاد کے سامنے تواضع اور انکساری سے پیش آئے. کیونکہ ہر عالم کے سامنے تواضع ضروری ہے لہٰذا جو شخص عالم بھی ہو اور استاد بھی ہو وہ تواضع کا زیادہ حقدار ہے اور دوسرے یہ کہ تواضع تعلیم کی بنیادی شرط بھی ہے تکبر اور غرور کے ساتھ علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

(۱) من لایحضرہ الفقیہ: ج ۲ حدیث ۱۶۲۶

جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: "تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّکِینَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُونَ مِنْهُ" "علم حاصل کرو اور پھر علم کے لئے سنجیدگی اور وقار کا درس حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو اس کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آؤ۔" (۱)

۴۔ طالب علم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رائے پر اپنے استاد کی رائے کو ترجیح دے اور کسی بھی مسئلہ میں اپنے استاد کو جاہل اور نادان نہ سمجھے. اور جہاں تک ممکن ہو اپنی بات کو غلط سمجھے اور استاد کے نظریہ کو صحیح قرار دے اس سے ایک جانب تو استاد کا احترام باقی رہتا ہے اور دوسری جانب اس موضوع کے بہت سارے مبہم گوشے واضح اور آشکار ہو جاتے ہیں۔

اور اگر بالفرض استاد کی بات غلط بھی ہو تب بھی اس کو دوسرے طلاب کے سامنے بیان نہ کرے جیسا کہ نہ جانے ایسے کتنے علماء گذرے ہیں جن کا نظریہ ان کے استاد کے نظریہ کے بالکل برعکس تھا مگر جب تک ان کے اساتذہ زندہ رہے انہوں نے صرف ان کے احترام میں اپنا نظریہ ظاہر نہیں کیا۔

۵۔ یہ بات بھی آداب میں شامل ہے کہ اپنے استاد کا تذکرہ ہمیشہ عزت و احترام کے ساتھ کیا جائے، اور اسے انہیں القاب وغیرہ سے پکارا جائے جو ان کے شایان شان ہیں اسی طرح اپنی کسی کتاب، مضمون، یا خط وغیرہ میں بھی استاد کے شایان شان الفاظ استعمال کئے جائیں۔

۶۔ شاگردوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے استاد کی زحمتوں کے قدرداں ہوں اور حتی الامکان اس کی پریشانیوں میں اس کا ساتھ دیں اور اگر وہ اس دنیا سے چلا جائے تو اس کے لئے دعائے خیر کریں اور اس سے وفاداری اور اس کی قدردانی کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی سیرت و اخلاق کے سانچہ میں ڈھال لیں اور اسی کے مطابق زندگی گذاریں۔

(۱) کنز العمال: ح ۲۸۷۱۷، منیة المرید، ص ۲۴۳

۷۔ درس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی ضروری ہے کہ استاد کے لئے بہترین جگہ محفوظ رکھیں اور جب تک استاد موجود رہے اس کے سامنے با ادب رہیں یعنی نشست و برخاست اس کی باتیں سننے اور اس سے بات کرنے کا طریقہ بھی مؤدبانہ ہونا چاہئے۔

۸۔ اس بات پر توجہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ استاد کے جوش و جذبہ اور شوق و ولولہ کا تعلق دراصل طلاب کے جوش اور جذبہ نیز ان کے ذوق و شوق سے مربوط ہوتا ہے. لہٰذا تمام طلاب حتی الامکان ایسی تعلیمی فضا قائم رکھیں جس سے استاد کو ان کی دلچسپیوں کا احساس رہے اور ہر اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے استاد کے دل کو ٹھیس پہونچے اور اس کی حوصلہ شکنی ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب شاگرد استاد کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سنیں اور جو کچھ مشق وغیرہ لکھنے کے لئے دے اس کو مکمل کر کے دکھاتے رہیں۔

۹۔ استاد کی زبانی یا عملی لغزشوں سے چشم پوشی کرنا چاہئے کیونکہ استاد بہرحال معصوم نہیں ہے اور اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے لہٰذا اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کریں جس کی بنا پر اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے مثلاً اگر اس کے کپڑے صحیح نہیں ہیں یا بٹن کھلا ہے یا غلط بند کر لیا ہے تو اسے خاموشی سے اور سلیقہ کے ساتھ متوجہ کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کو احساس نہ ہونے پائے اور استاد کا احترام بھی باقی رہے۔

۱۰۔ حتی الامکان اس کو زحمت نہیں دینا چاہئے اور صرف مناسب اوقات میں ہی استاد سے ملاقات کرنا چاہئے. اور آرام یا گھریلو کاموں کے وقت اس کے گھر جا کر اسے پریشان نہ کرنا چاہئے۔

سبق کا خلاصہ:

تعلیم کے لئے تیاری، جوانی کی فرصت سے استفادہ، غیر ضروری فکری مصروفیتوں سے پرہیز، اچھے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست، بلند ہمتی، اعلیٰ مقصد پر نظر، تعلیم کا شوق، مطالعہ کے صحیح طریقہ کا انتخاب، یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی جانب طالب علم کو تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے دھیان دینا چاہئے۔

بہترین استاد کا انتخاب، استاد کے پدرانہ نقوش پر توجہ، اس کے سامنے تواضع وانکساری، اور اس کا شکریہ ادا کرنا بھی استاد کے بارے میں شاگردوں کے اہم فرائض ہیں۔

سوالات:

۱۔ علم حاصل کرنے کی تیاری کس طرح کی جائے؟

۲۔ تعلیم کے لئے سب سے زیادہ مناسب وقت کونسا ہے؟

۳۔ تعلیم کے دوران کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے؟

۴۔ استاد کا انتخاب کرتے وقت کن خصوصیات کا خیال رکھنا چاہئے؟

۵۔ شاگرد کے اوپر استاد کے کیا حقوق ہیں؟

۶۔ استاد کے بارے میں شاگرد کے اخلاقی فرائض کیا ہیں؟

دسواں سبق

طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں (۲)

۳۔ کلاس میں طلاب کے فرائض اور ذمہ داریاں

۱۔ علماء اسلام کی جانب سے طلاب کے لئے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ قرائت وحفظ قرآن کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی وکوشش کریں کیونکہ قرآن مجید تمام اسلامی علوم ومعارف کا سرچشمہ ہے لہذا اس سے واقفیت کے بغیر ہر علم ابتر اور ناقص ہے۔ دوسرے یہ کہ حفظ وقرائت قرآن مجید ہر اعتبار سے بابرکت ہے اور اس سے انسان کے قلب وروح کے اندر شادابی پیدا ہوجاتی ہے جس سے تعلیم میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۲۔ طالب علم اپنی صلاحیتوں کو اچھی طرح پرکھ لے اور اپنے ذہن اور حافظہ پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے البتہ یہ واضح رہے کہ جب انسان تعلیم کی راہ میں آگے قدم اٹھاتا ہے تو اس کے سامنے علم کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور اس کی توانائیوں اور صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

۳۔ مطالعہ کرنے یا سبق یاد کرنے کا صحیح طریقہ اپنائے اور کسی چیز کو ذہن اور حافظہ کے سپرد کرنے سے پہلے اس کی صحت یا ضعف کے بارے میں اطمینان پیدا کرلے کیونکہ جو بات ذہن میں

غلط طریقہ سے بیٹھ جاتی ہے اس کی اصلاح نہایت دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہو جاتی ہے۔

۴۔ طالب علم کا ایک نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) ہونا ضروری ہے جس کے مطابق وہ پورے دن پابندی کے ساتھ اپنے تمام تعلیمی امور انجام دے سکے. اور وقت کو اس طرح تقسیم کرے کہ اس میں کسی قسم کی افراط یا تفریط نہ ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ ایک دم کسی کام کے پیچھے پڑ جائے اور دوسرے کام کو بالکل نظر انداز کر دے بلکہ تمام چیزوں کو مناسب مقدار میں انجام دیتا رہے۔

۵۔ تعلیم کے لئے صبح سویرے کا وقت منتخب کرے کیونکہ یہی وقت تعلیم کے لئے سب سے بہتر ہوتا ہے جس میں انسان جسمانی اور ذہنی اعتبار سے تروتازہ اور شاداب رہتا ہے اور اس وقت کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا بھی دلنشین ہوتی ہے۔

۶۔ درس کی مکمل تیاری کے ساتھ کلاس میں جائے جسمانی اور ذہنی مختصر ورزش، جسم اور لباس کی صفائی، اور وضو کرنے سے انسان کے اندر تازگی پیدا ہوتی ہے اسی طرح درسی ضروریات کی چیزیں جیسے کتاب، قلم، کاپی وغیرہ بھی ساتھ رکھے نیز درس سے پہلے اس درس کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہئے۔

۷۔ درس شروع ہونے کے بعد استاد کے بیانات کو بغور سنے اور ہر مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کہیں کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو استاد سے دریافت کر لے. اور یہ خیال نہ کرے کہ غور سے سن لینا ہی کافی ہے بلکہ سننے کے ساتھ اس کا خلاصہ لکھنا اور دہراتے رہنا بھی نہایت ضروری ہے۔

۸۔ کسی اہم عذر کے بغیر غیر حاضر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بعض علمی مسائل ایسے ہوتے ہیں جو مسلسل کئی دن تک بیان ہوتے ہیں لہذا اگر اس دوران کسی ایک دن درس سے غائب ہو جائے تو آئندہ درس سمجھنا بہت مشکل ہے اور اسی طرح وہ پورا موضوع ہی اس کے لئے ناقص رہ

جائے گا۔

۹۔ درجہ میں داخل ہونے سے پہلے سب کو سلام کرے اور اگر استاد درجہ میں موجود ہو تو اس کے احترام کی بنا پر اسے خاص طور سے الگ سے سلام کرے اور اگر استاذ بعد میں کلاس کے اندر آئے تو سب اس کے احترام میں کھڑے ہو جائیں، سلام کریں اور اس کے بیٹھنے کے بعد یا اس کی اجازت سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں۔

۱۰۔ کلاس میں کسی بہتر جگہ پر نہ بیٹھے مگر یہ کہ وہاں بیٹھنے کے لئے مجبور ہو بلکہ جو جگہ تواضع اور انکساری کے مطابق نیز درس سننے کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہو وہاں بیٹھے اور کلاس کے گوشے یا کونے میں یا ستون کے پیچھے نہ بیٹھے کیونکہ ان امور کی وجہ سے درس اور استاد کی طرف سے بے توجہی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا چاہئے. لہذا جن باتوں سے دوسروں کو پریشانی ہوتی ہے جیسے استاد یا تختۂ سیاہ کو دیکھنے میں زحمت ہوتی ہے تو ان سے پرہیز کیا جائے اور اس کا آسان راستہ یہ ہے کہ جن بچوں کا قد زیادہ ہے وہ کلاس کے پیچھے والی صف میں بیٹھیں تا کہ چھوٹے قد والے بآسانی تختۂ سیاہ کو دیکھ سکیں یا اسی طرح جن کی نگاہ کمزور ہے انہیں بھی آگے بیٹھنا چاہئے اور جب کوئی طالب علم سوال کرے تو دوسرے طلاب کو اس کی باری کا خیال رکھنا چاہئے اور کسی کو بھی دوسرے کا وقت نہیں لینا چاہئے۔

۱۲۔ اپنے درمیان ایک دوسرے کے آداب کا خیال رکھنا چاہئے اور کسی کی توہین یا استہزا نہ کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کی بات کاٹنا، ایک دوسرے پر جملے کسنا، کسی کا نیا نام (جس میں اس کی کسر شان ہو) رکھنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، کسی کے بیٹھنے کے لئے جگہ تنگ نہ کریں، درسیات میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہئے یعنی جو بچے ذہین ہیں وہ کمزور بچوں کی مدد کریں۔

ہوسٹل میں رہنے کے آداب

اسی سبق کے آغاز میں ہم نے یہ اشارہ کیا تھا کہ جو طلاب دار الاقامہ (ہوسٹل) میں رہتے ہیں ان کی ذمہ داریاں کچھ اور زیادہ ہیں جن میں سے بعض اہم ذمہ داریوں کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱۔ ہر اسکول یا مدرسہ کسی خاص مقصد کے تحت قائم کیا جاتا ہے اور اسی مقصد کے مطابق اس میں تعلیم دی جاتی ہے چنانچہ بانی اور منتظمین کی نیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں کچھ لوگ واقعاً ایسے دردمند ہوتے ہیں جو اپنے یہاں اچھے اور متدین علماء کی تربیت کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اسکولوں میں بچوں کو گمراہ اور منحرف کرنے کے لئے اور انہیں غلط راستے پر لگانے کی تعلیم دی جاتی ہے لہذا ہر اسکول یا مدرسہ میں داخلہ لینے سے پہلے وہاں کے حالات کا باقاعدہ جائزہ لے لیا جائے تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو۔

بعض مخیّر حضرات حصول برکت یا ایصال ثواب کے لئے اسکول یا مدرسہ تعمیر کراتے ہیں اور وہ طلاب کی دعائے خیر کے منتظر رہتے ہیں لہذا انہیں بھی ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ دار الاقامہ کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کرنا چاہئے اگر چہ یہ قوانین بسا اوقات بعض طلاب کے مزاج اور خواہش کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اگر یہی طے ہوجائے کہ ہر طالب علم اپنی من مانی کرے گا اور اپنے کو قوانین کا پابند نہ بنائے گا تو پھر کسی کے لئے بھی وہاں رہنا ممکن نہ رہ جائے گا۔

۳۔ مدرسہ اور دار الاقامہ کی صفائی کا خیال رکھنا اور اس کے قوانین کی پابندی تمام طلاب کا فریضہ ہے لہذا اس قسم کے ماحول میں تساہلی یا بے اعتنائی کی بنا پر اپنی بعض ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر ٹالنے کی کوشش نہ کریں اسی طرح جو کام سب مل کر

انجام دیتے ہیں (جیسے پورے ہوسٹل کی صفائی) ان میں بھی سب کو مشترکہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

۴۔ ہوسٹل کے اندر موجود ہر طالب علم کا ایک حق ہے اس حق کا احترام ضروری ہے اس کی پڑھائی، مطالعہ یا آرام وغیرہ کے دوران کسی کو رخنہ اندازی کا حق نہیں ہے لہذا ہر ایک کو دوسرے کے حق کا خیال رکھنا چاہئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ، بالکل سگے بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے۔

۵۔ ہر طالب علم کو دوسروں کے لئے نمونہ عمل ہونا چاہئے. لہذا جو لڑکے اخلاقی یا تعلیمی لحاظ سے کمزور ہوں یا دوسرے کی پڑھائی وغیرہ میں رخنہ انداز ہوتے ہوں ان سے حتی الامکان دور رہنا چاہئے نیز ان آداب کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے جن کا تذکرہ ہم "دوستوں کے انتخاب" کے تحت پہلے ہی کر چکے ہیں۔

۶۔ ہوسٹل کے طلاب کو آپس میں گھل مل کر رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہنا چاہئے اور وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کے کمرے میں جاکر اپنے دوستوں کی مزاج پرسی کرتے رہنا چاہئے تاکہ اگر کوئی غیر حاضر ہو تو اس کی وجہ معلوم ہوسکے اور اگر اسے کوئی پریشانی یا زحمت میں مبتلا ہے تو بر وقت اس کی مدد ہوسکے. البتہ یہ دھیان رہے کہ آرام یا پڑھائی کے اوقات میں کسی کے پاس جانے یا وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے پرہیز ضروری ہے۔

۷۔ ہوسکتا ہے کہ ایک ہوسٹل میں مختلف علاقوں، ملکوں، رنگ ونسل یا متعدد مزاج کے افراد رہتے ہوں لہذا بہت ممکن ہے کہ ان کے عادات واطوار، تہذیب وتمدن ایک دوسرے سے میل نہ کھاتے ہوں لہذا ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے حد سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ایسے مسائل کو سرسری طور سے درگذر کردینا چاہئے. اور حتی الامکان چشم پوشی سے کام لینا چاہئے. کیونکہ عفو وچشم پوشی ہی انسان کی شرافت وبلندی کی دلیل ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی گناہ یا غلطی کا مرتکب ہو رہا

ہوتو اسے محبت کے ساتھ سمجھا دینا چاہئے۔

۸۔ ہوسٹل سے باہر جانے اور واپس آنے نیز سونے اور جاگنے کے اوقات کی پابندی کے علاوہ یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ ہوسٹل کے نظام الاوقات میں خلل نہ پڑنے پائے اسی طرح راستوں یا زینہ پر سامان وغیرہ نہ رکھیں جس سے دوسروں کو زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

سبق کا خلاصہ:

ہر طالب علم کو اپنی تعلیم کے دوران ایک منظم پروگرام کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اپنے ٹائم ٹیبل کو اس طرح منظم کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وقت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکے۔

کلاس میں ایسی جگہ بیٹھے جس سے استاد کی بے احترامی نہ ہو. اور دوسرے طلاب کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

ہوسٹل کے قوانین کی پابندی، صفائی کا خیال رکھنا، دوسروں کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کی تعلیم یا آرام میں رخنہ اندازی نہ کرنا ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر رہنا بھی ہوسٹل کے آداب میں شامل ہیں۔

سوالات:

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اسے حفظ کرنے سے طالب علم کو کیا فائدہ پہونچتا ہے؟

۲۔ کلاس اور مطالعہ کے وقت طالب علم کو کن آداب کا خیال رکھنا چاہئے؟

۳۔ درس پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا سب سے اچھا وقت کونسا ہے؟

۴۔ کلاس میں داخل ہوتے وقت طالب علم کے لئے کن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

۵۔ اپنی تعلیم کے لئے کس اسکول یا مدرسہ کا انتخاب کرنا چاہئے؟

گیارہواں سبق

شادی

شادی بیاہ کر کے اپنا گھر بسانا ہر قوم و قبیلے میں زمانہ قدیم سے ہی رائج ہے اور یہ کسی خاص قوم یا ملک وملت کا شیوہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ سنت ہے جو تاریخ بشریت کے قدم بہ قدم چلی آرہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق انسان کی فطرت اور خواہشات سے ہے. البتہ اس مقام پر اہم مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام کے درمیان اس کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ اسے کس زاویہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے یہاں اس سلسلہ میں کیا کیا رسم ورواج پائے جاتے ہیں؟

گھر خاندان، شوہر اور بیوی یا والدین اور اولاد کے ایک دوسرے پر حقوق سے متعلق جو نظام اور قانون بنایا گیا ہے اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے. آئندہ اسباق میں آپ شادی بیاہ کی اہمیت اور قدر و قیمت نیز زوجہ وشوہر کے حقوق وغیرہ کے بارے مین اسلامی نکتۂ نظر سے واقفیت حاصل کریں گے۔

شادی کی اہمیت:

اسلام میں شادی کو ایک منفرد اہمیت حاصل ہے اور شادی کو انسانی ترقی اور اس کے رشد وکمال کا ایک اہم سبب قرار دیا گیا ہے. اگر چہ اسلامی اعتبار سے شادی مستحب مؤکد ہے مگر اس کے بارے میں جو تاکیدات وارد ہوئی ہیں ان کی بنا پر شادی کے بارے میں واجب کا گمان ہوتا ہے۔

مزید وضاحت کے لئے آپ مندرجہ ذیل آیات اور روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾(۱) ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے سکون حاصل ہو اور پھر تمہارے درمیان محبت قرار دی ہے کہ اس میں صاحبان فکر کے لئے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔''

۲۔ ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامىٰ مِنْكُمْ...﴾(۲) ''اور اپنے غیر شادی شدہ افراد........کے نکاح کا اہتمام کرو۔''

۳۔ پیغمبر اکرمؐ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ''اَلنِّكَاحُ سُنَّتِي فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّيْ'' ''نکاح میری سنت ہے لہذا جس نے میری سنت سے روگردانی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔''(۳)

☆ ''مَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِيْ اَلنِّكَاحُ فَمَنْ أَحَبَّنِيْ فَلْيَتَسَنَّنَ بِسُنَّتِيْ'' ''جو میری سنت سے روگردانی اختیار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور میری ایک سنت نکاح بھی ہے لہذا جو شخص بھی مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت اختیار کرنا چاہئے۔''(۴)

☆ ''مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ العِيْلَةِ فَلَيْسَ مِنَّا''(۵) ''جو گھریلو اخراجات اور غربت کے خوف سے شادی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

---

(۱) سورۂ روم: آیت ۲۱

(۲) سورۂ نور: آیت ۳۲

(۳) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۲۲۰

(۴/۵) صحیح بخاری:

اسی سلسلہ میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ العِيْلَةِ فَقَدْ أَسَاءَ اللّٰهَ الظَّنَّ''(۱) جو غربت کے خوف سے شادی نہ کرے گویا وہ خداوند عالم سے بدظن ہے۔

☆ ''خِيَارُ أُمَّتِي الْمُتَأَهِّلُونَ وَشِرَارُ أُمَّتِي الْعُزَّابُ'' ''میری امت کے بہترین افراد شادی شدہ حضرات ہیں اور بدترین افراد غیر شادی شدہ۔''(۲)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ، رَكْعَتَانِ مِنْ مُّتَأَهِّلٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةٍ مِّنْ غَيْرِ مُتَأَهِّلٍ'' ''تمہارے سب سے بدتر لوگ غیر شادی شدہ افراد ہیں اور شادی شدہ کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ کی ۷۰ رکعتوں سے بہتر ہیں۔''(۳)

☆ ''شِرَارُ مَوْتَاكُمْ أَلْعُزَّابُ'' ''تمہارے سب سے برے مردے بغیر شادی کئے مرنے والے ہیں۔''(۴)

☆ ''أَلْمُتَزَوِّجُ النَّائِمُ أَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ العَزِبِ'' ''کوئی شادی شدہ سو رہا ہو تو وہ خداوند عالم کی نظر میں غیر شادی شدہ شب زندہ دار اور روزہ دار سے بہتر ہے۔''(۵)

☆ ''مَا بُنِيَ فِيْ الْاِسْلَامِ بِنَاءٌ أَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَعَزَّ مِنَ التَّزْوِيجِ'' ''اسلام میں ایسی کوئی عمارت تعمیر نہیں کی گئی جو خداوند عالم کی نظر میں شادی سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو۔''(۶)

---

(۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۳۳۰

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۳، المستدرک: ج ۱۴، ص ۱۵۶

(۳) کنز العمال: حدیث ۴۴۴۴۸

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۲۲۰

(۵) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۲۲۱، باب ۱

(۶) المستدرک: ج ۱۴، ص ۱۵۲

☆ "مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ أَحْرَزَ نِصْفَ دِيْنِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي"
"جو رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوگیا اس نے اپنا نصف دین محفوظ کرلیا پس اسے چاہئے کہ بقیہ دین کے بارے میں خداوند عالم سے ڈرتا رہے۔" (۱)

☆ "أَيُّمَا شَابٍّ تَزَوَّجَ فِي حَدَاثَةِ سِنِّهِ عَجَّ شَيْطَانُهُ: يَا وَيْلَهُ! عَصَمَ مِنِّي دِيْنَهُ"
"جوان اگر آغاز جوانی میں ہی شادی کرلے تو شیطان چیخ مار کر کہتا ہے کہ ہائے افسوس! اس نے اپنے دین کو مجھ سے محفوظ کرلیا۔" (۲)

☆ "مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ اُعْطِيَ نِصْفَ الْعِبَادَةِ" "جس نے شادی رچالی ہے اسے آدھی عبادت کی دولت مل گئی۔" (۳)

☆ "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِراً مُطَهَّراً فَلْيَلْقَهُ بِزَوْجَةٍ" "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے پاک و پاکیزہ صورت میں ملاقات کرے تو اپنی بیوی کو ساتھ لیکر خدا سے ملاقات کرے۔" (۴)

شادی کے فوائد

آیات وروایات کی روشنی میں شادی کی اہمیت جاننے کے بعد ہم اب اس کے مفید اثرات اور نتائج بیان کررہے ہیں۔

علمائے کرام نے آیات وروایات سے استفادہ کرکے اس کے کچھ فوائد ذکر کئے ہیں جن کی تفصیل بیان کی جارہی ہے:

(۱) بحارالانوار: ج۱۰۰، ص۲۱۹، باب ۱
(۲) کنزالعمال: ح ۴۴۴۴۱
(۳) بحارالانوار: ج۱۰۰، ص۲۲۰، باب ۱
(۴) بحارالانوار: ج۱۰۰، ص۲۲۱، باب ۱

۱۔ شادی کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اسی کی وجہ سے نسل انسانی باقی ہے اور بشریت کا سلسلہ جاری وساری ہے خداوند عالم نے ہر مرد وعورت کے اندر جنسی خواہش ضرور رکھی ہے تا کہ وہ اس کا جائز استعمال کرکے نسل کو آگے بڑھا سکیں۔ چنانچہ ہر انسان (مرد وعورت) کی یہ آرزو ضرور ہوتی ہے کہ ان کی گود بھی دولت اولاد سے آباد رہے جس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون حاصل ہو سکے. جیسا کہ قرآن مجید میں یہ دعا موجود ہے۔ ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ (۱) اور وہ لوگ برابر یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ "خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکیٔ چشم عطا فرما۔"

اسی طرح شادی کے بعد انسان کے اندر اولاد کی رغبت اور اپنی نسل کی حفاظت کی خواہش اور زیادہ ہوجاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے جناب زکریاؑ کی تمنا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ﴿وَ زَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْداً وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ☆ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ﴾ (۲) "اور زکریا کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول بھی کرلیا اور انہیں یحیٰ جیسا فرزند عطا کردیا۔"

اس تمنا اور آرزو کی تفصیل سورۂ مریم میں اس طرح بیان کی گئی ہے: ﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ☆ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيّاً ☆ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيّاً ☆ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِراً فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيّاً﴾ (۳)

(۱) سورۂ فرقان: آیت ۷۴
(۲) سورۂ انبیاء: آیت ۸۹/۹۰
(۳) سورۂ مریم: آیت ۲/۵

''کہا کہ پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے اور میں تجھے پکارنے سے کبھی محروم نہیں رہا ہوں اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اب مجھے ایک والی اور وارث عطا فرمادے۔''

اور پروردگار عالم نے جناب زکریا کو جناب یحییٰ کی ولادت کی بشارت دی تا کہ ان کی نسل کے ساتھ ساتھ رسالت الٰہیہ کا سلسلہ بھی ہمیشہ باقی رہے۔

۲۔ شادی سے انسان کے اندر حیاء اور عفت اور تقویٰ کا پہلو مستحکم ہو جاتا ہے اور وہ آسانی سے شیطان کے وسوسوں سے نجات پا جاتا ہے. کیونکہ روایات کے مطابق شیطان کے دو اہم راستے ہیں جن سے شیطان ہر انسان کو بہ آسانی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ایک غصہ، دوسرے شہوت۔

حضرت علیؑ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے: ''لَيْسَ لِإِبْلِيسَ وَهَقٌ أَعْظَمُ مِنَ الْغَضَبِ وَالنِّسَاءِ'' (۱) ''شیطان کے پاس غصہ اور عورت سے مضبوط کوئی اور رسی نہیں ہے۔''

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ''لَيْسَ لِإِبْلِيسَ جُنْدٌ أَشَدُّ مِنَ النِّسَآءِ وَالْغَضَبِ'' ''ابلیس کے پاس عورت اور غصہ سے زیادہ طاقتور کوئی لشکر نہیں ہے۔'' (۲)

اگر ہم ان دونوں طاقتوں یعنی غصہ اور شہوت کا موازنہ کریں تو وہاں بھی شہوت کی طاقت زیادہ دکھائی دے گی. جس کی وجہ یہ ہے کہ شہوت اور جنسی خواہش ہر انسان کے اندر کسی نہ کسی مقدار میں ضرور پائی جاتی ہے اور اس کی تسکین کے ذرائع بھی موجود ہیں۔

لیکن غصہ کا اظہار ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہو پاتا ہے. نہ جانے کتنے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں کبھی غصہ آتا ہی نہیں مگر ان کے یہاں جنسی شہوت پائی جاتی ہے. جس کا مطلب یہ ہے کہ شہوت

---

(۱) غرر الحکم: ص ۴۰۸

(۲) بحار الانوار: ج ۷۵، ص ۲۴۶، باب ۲۳

ہی شیطان کا سب سے بڑا ہتھکنڈہ ہے. جس سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کسی مرد کو نامحرم عورت کے ساتھ تنہا رہنے سے منع کیا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ شادی کے بعد ہر انسان شیطانی خیالات اور وسوسوں سے کسی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ جائز طریقہ سے اس کی جنسی خواہشات کی تسکین ہو جاتی ہے اور اس طرح اس پر شیطانی ہتھکنڈے زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتے. جیسا کہ روایات میں ہے کہ ''مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ اَحْرَزَ نِصْفَ دِيْنِه'' ''جس نے شادی کر لی اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا۔''

۳۔ زندگی میں سکون و اطمینان بھی شادی کا ایک فائدہ ہے. کیونکہ انسان تنہا رہ کر ملول اور افسردہ رہتا ہے افسردگی دور کرنے کے لئے کسی ہم نشین اور ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر وقت اس کا غمخوار بن سکے اور شادی کے ذریعہ اس کی یہ ضرورت بآسانی پوری ہو جاتی ہے اور انسان درد تنہائی اور احساس غربت جیسی مشکلات پر قابو پا لیتا ہے کیونکہ چاہے مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو ایسا شریک حیات مل جاتا ہے جو اس کے حزن و ملال اور خوشیوں میں شریک ہو کر اس کی زندگی کا بوجھ ہلکا کر سکے اور جیسا کہ ہم نے درس کے شروع میں یہ آیۂ کریمہ کا تذکرہ کیا ہے. جس میں خدا نے شادی کو اپنی نشانی قرار دیا گیا ہے کیونکہ شادی کے ساتھ شوہر اور بیوی کے درمیان بے پناہ قربت و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ زندگی کے مختلف مراحل میں ہر انسان کو دوسروں کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے جس کا ایک آسان راستہ شادی ہے کیونکہ کوئی بھی انسان تن تنہا ہر مرحلہ سر نہیں کر سکتا ہے لہذا شادی کے ذریعہ میاں، بیوی کے درمیان تعاون اور اشتراک کے راستے کھل جاتے ہیں اور ان کے درمیان زندگی کے مختلف امور کی تقسیم ہو جاتی ہے. مثلاً مرد صبح سے لیکر شام تک دوڑ دھوپ کر کے اپنے گھر لوٹتا

ہے تو گھر کو سرسبز وشاداب لہلہاتے ہوئے سبزے کی طرح پاتا ہے زوجہ گرم جوشی سے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے سامنے اس کے من پسند کھانے پیش کرتی ہے اور بستر وغیرہ بچھا کر اس کے آرام کا انتظام کرتی ہے اور ان سب سے آگے بڑھ کر اسے ایک ایسا مونس ویاور مل جاتا ہے جس سے وہ مختلف قسم کی باتیں کرسکتا ہے اپنا رنج وغم اس سے بیان کر کے اپنا بوجھ ہلکا کرسکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ مل کر اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرسکتا ہے۔

آدمی کو اس سے بھی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ خدا نے شادی کرنے والوں کو غنی بنانے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ جانے کتنے فقیر اور پریشان حال لوگ تھے شادی کے بعد جن کے لئے برکتوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

۵۔ انسانی تکامل کی منزل کمال تک پہونچنے کے لئے شادی ایک اہم زینہ ہے کیونکہ اخلاقی بلندیاں حاصل کرنے کے لئے انسان جو بھی ارادہ کرتا ہے اس میں شادی کے بعد ہی پختگی اور استحکام حاصل ہوتا ہے. کیونکہ ازدواجی زندگی کے بعد انسان کے اوپر بے شمار ذمہ داریوں کے ساتھ سینکڑوں قسم کی مشکلات بھی سامنے آتی ہیں جس سے اس کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں اور وہ محنت ومشقت اور صبر وتحمل کا عادی بن جاتا ہے. جیسا کہ حدیث پیغمبر اکرمؐ میں ہے: "اَلْكَادُّ فِي نَفَقَةِ عِيَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ" "اپنے اہل وعیال کے لئے محنت ومشقت کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔"(۱)

علماء اخلاق فرماتے ہیں. کہ پروردگار عالم نے نہ مرد کو کامل بنا کر پیدا کیا ہے اور نہ ہی عورت کو! بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا آدھا حصہ ہے اور دونوں سے مل کر ہی اس کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ تکمیل شادی اور شادی کے بعد کامیاب گھریلو تعلقات اور ازدواجی زندگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

(۱) اصول کافی: ج ۵

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے شادی خانہ آبادی کو ایک فطری راستہ قرار دیا ہے جو سکون واطمینان، انس ومحبت اور طہارت نفس کا ذریعہ بھی ہے اس ضرورت کا احساس ہر مرد اور ہر عورت کے اندر ضرور پایا جاتا ہے۔

شادی کر لینے سے انسان کا آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے۔

سوالات:

۱۔ قرآن کریم نے شادی کو خداوند عالم کی نشانی کیوں قرار دیا ہے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے غیر شادی شدہ لوگوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

۳۔ مختصر طور پر شادی کے فوائد بیان کیجئے؟

۴۔ شیطان کا کونسا ہتھکنڈا سب سے زیادہ خطرناک ہے؟ حضرت علیؑ کی حدیث کی روشنی میں بیان کیجئے؟

۵۔ پیغمبر اکرمؐ کی کوئی حدیث بیان فرمائیے جس میں اہل وعیال کے لئے محنت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہو؟

بارہواں سبق

شوہر اور زوجہ کے حقوق

زوجہ اور شوہر پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہیں جنہیں جاننے کے بعد ان کی ادائیگی دونوں پر ضروری ہے اسی صورت میں ان کی زندگی سکون واطمینان، اپنائیت اور انس ومحبت کے ساتھ بسر ہو سکتی ہے۔

بیوی کے اوپر شوہر کے حقوق

۱۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک عورت پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے آپؐ سے یہ سوال کیا کہ عورت کے اوپر اس کے شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا: ''أَنْ تُطِيعَهُ وَلَا تَعْصِيَهُ وَلَاتَتَصَدَّقَ مِنْ بَيْتِهَا شَيْئاً اِلَّا بِاِذْنِهِ وَلَا تَصُومَ تَطَوُّعاً اِلَّا بِاِذْنِهِ وَلَاتَمْنَعَهُ نَفْسَهَا وَاِنْ كَانَتْ عَلَىٰ ظَهْرِ قَتَبٍ وَّلَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا'' اس کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کوئی چیز بطور صدقہ نہ دے اس کی اجازت کے بغیر مستحب روزے نہ رکھے اور اسے اپنے سے دور نہ کرے۔ چاہے وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہی کیوں نہ سوار ہو اور بغیر اجازت گھر سے باہر نہ نکلے، اس نے کہا اے رسول اللہ مرد کے اوپر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: ''وَالِدَاهُ'' اس کے والدین کا حق پھر سوال کیا اور عورت کی گردن پر

سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''زَوجُها'' اس کے شوہر کا حق ہے۔(۱)

۲۔ بیوی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ بالکل گھل مل جائے (ایک جان دو قالب کی مصداق بن جائے) اور دو باتوں میں اس کا مکمل ساتھ نبھائے:

الف: ممکن ہے شوہر اور بیوی کی تربیت مختلف ماحول میں ہوئی ہو اور ان کے اخلاقیات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوں اور دونوں اپنے پرانے کردار پر باقی رہیں تو ان کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتا ناممکن ہے۔

لہٰذا عورت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کو شوہر کے عادات واطوار کے مطابق ڈھال لے اور اس کی بری عادتوں اور بد اخلاقیوں پر صبر کرے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:
''مَنْ صَبَرَتْ عَلٰی سُوْءِ خُلُقِ زَوْجِهَا أَعْطَاهَا اللّٰهُ مِثْلَ ثَوَابِ آسِيَةَ بِنْتِ مُزَاحِمٍ''(۲)
''جو عورت اپنے شوہر کی بد اخلاقیوں پر صبر کرے تو خداوند عالم اسے آسیہ بنت مزاحم کے برابر ثواب عطا کرے گا''

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ عَلَى الرِّجَالِ الْجِهَادَ وَعَلَى النِّسَاءِ الْجِهَادَ فَجِهَادُ الرَّجُلِ أَنْ يَبْذِلَ مَالَهُ وَدَمَهُ حَتّٰى يُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ أَنْ تَصْبِرَ عَلٰى مَا تَرٰى مِنْ أَذٰى زَوْجِهَا وَغَيْرَتِهِ''(۳)
''پروردگار عالم نے مردوں کے اوپر بھی جہاد واجب کیا ہے اور عورتوں پر بھی جہاد واجب کیا ہے، چنانچہ مرد کا جہاد یہ ہے کہ راہ خدا میں اپنے مال اور خون کی اس طرح بازی لگا دے کہ اسی راہ میں قتل ہو جائے اور عورت کا جہاد یہ ہے کہ شوہر کی وجہ سے اسے جن پریشانیوں کا

(۱) مکارم الاخلاق: ص۲۱۴
(۲) مکارم الاخلاق: ص۲۱۳
(۳) مکارم الاخلاق: ص۲۱۵

سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے اوپر صبر کرے۔''

آپؑ ہی سے یہ بھی روایت ہے: ''جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ'' ''عورت کا جہاد اچھی شوہر داری کرنا ہے۔''(۱)

ب: شوہر کا ہاتھ بٹانا اور ہر مشکل مرحلے میں اس کا ساتھ دینا نہ یہ کہ وہ شوہر کے لئے دردسر بن جائے اور ہر ہر قدم پر اس کے مسائل میں مزید اضافہ کردے۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''أَيُّمَا امْرَأَةٍ لَمْ تَرْفُقْ بِزَوْجِهَا وَحَمَلَتْهُ عَلٰى مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَمَا لَا يُطِيقُ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهَا حَسَنَةٌ وَتَلْقَى اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهَا غَضْبَانٌ''(۲)
''جو عورت بھی اپنے شوہر کے ساتھ نرم رویہ نہ رکھے اور اس سے ایسے مطالبات کرے جو اس کی قدرت وطاقت سے باہر ہوں تو اس کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی اور جب وہ خدا کی بارگاہ میں پہونچے گی تو وہ اس سے ناراض رہے گا۔''

آنحضرتؐ ہی سے یہ بھی مروی ہے: ''أَيُّمَا امْرَأَةٍ آذَتْ زَوْجَهَا بِلِسَانِهَا لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهَا صَرْفاً وَلَا عَدْلاً وَلَا حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا حَتّٰى تُرْضِيَهُ وَإِنْ صَامَتْ نَهَارَهَا وَقَامَتْ لَيْلَهَا وَأَعْتَقَتِ الرِّقَابَ وَحَمَلَتْ عَلٰى جِيَادِ الْخَيْلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ يَرِدُ النَّارَ''(۳) ''جو عورت بھی اپنی زبان سے اپنے شوہر کو ستائے خداوند عالم اسکا کوئی کار خیر قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کرلے۔ چاہے وہ مسلسل دنوں میں روزے رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتی رہے غلاموں کو آزاد کرتی رہے اور راہ خدا میں جہاد کے لئے لشکر پہ لشکر بھیجتی رہے تب بھی سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوگی۔''

(۱/۲/۳) مکارم الاخلاق: ص۲۱۵

۳۔ زوجہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر کے لئے زینت وآرائش کرے اور عطر لگائے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَآئِهِنَّ أَوْ آبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ اِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ...﴾(۱) ”اور اپنی زینت کو اپنے شوہر، باپ، دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنی اولاد، اپنے شوہر کی اولاد اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد.... ان سب کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔“

آیۂ کریمہ میں نامحرموں کے سامنے زینت کے اظہار سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے اور آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے ان کے سامنے اگرچہ زینت کا اظہار جائز ہے مگر شوہر کے لئے زینت کرنا واجب ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِغَيْرِ زَوْجِهَا لَمْ يُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ طِيْبِهَا كَغُسْلِهَا مِنْ جَنَابَتِهَا“ (۲) ”جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے خوشبو استعمال کرے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ غسل کر کے اس خوشبو کو اسی طرح نہ دھوڈالے جس طرح وہ غسل جنابت کرتی ہے۔

۴۔ زوجہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے: ”أَيُّمَا امْرَأَةُ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتّٰى تَرْجِعَ“ (۳) ”جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے تو جب تک وہ گھر میں واپس نہ آجائے نفقہ کی حقدار نہیں ہے۔

(۱) سورۂ نور: آیت ۳۱

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۵

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: ”أَيُّمَا اِمْرَاةٌ وَضَعَتْ ثَوْبَهَا فِيْ غَيْرِ مَنْزِلِ زَوْجِهَا وَبِغَيْرِ اِذْنِهِ لَمْ تَزَلْ فِيْ لَعْنَةِ اللّٰهِ اِلٰى أَنْ تَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهَا“ (۱) ”جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں اپنے کپڑے (مقنع، برقع) اتارے تو جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہ آجائے مسلسل لعنت الٰہی میں گرفتار رہے گی۔“

شوہر کی گردن پر زوجہ کے حقوق

اسلام نے مرد کے اوپر بھی زوجہ کے کچھ حقوق واجب قرار دئے ہیں جن میں سے کچھ مادی حقوق ہیں اور کچھ روحانی اور اخلاقی۔

پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد گرامی ہے: ”أَوْصَانِيْ جَبْرَئِيْلُ بِالْمَرْأَةِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَايَنْبَغِيْ طَلَاقُهَا إِلَّا مِنْ فَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ“ (۲) ”مجھے جبرئیل نے عورتوں کے بارے میں اتنی تاکید کی ہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ جب تک وہ کھلے عام بدکاری نہ کرنے لگیں انھیں طلاق نہیں دی جاسکتی ہے۔“

مرد پر مندرجہ ذیل امور لازم ہیں:

۱۔ عورت کا نفقہ: یعنی زندگی کے تمام اخراجات ادا کرنا ضروری ہیں اسی سلسلہ میں امام صادقؑ کا ارشاد ہے: ”يُشْبِعُ بَطْنَهَا وَيَكْسُوْ جُثَّتَهَا وَاِنْ جَهِلَتْ غَفَرَ لَهَا“ ”اسے شکم سیر کرے اس کے لئے لباس مہیا کرے اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کردے۔“ (۳)

(۱) مکارم الاخلاق: ۲۱۵

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۶

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۲۱۶

۲۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: "وَأَمَّا حَقُّ الزَّوْجَةِ فَإِنْ تَعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَهَا لَکَ سَکَناً وَّأُنساً فَتَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِکَ نِعْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَلَيْکَ فَتُکْرِمُهَا وَتَرْفَقُ بِهَا وَإِنْ کَانَ حَقُّکَ عَلَيْهَا أَوْجَبُ فَإِنَّ لَهَا عَلَيْکَ أَنْ تَرْحَمَهَا لِأَنَّهَا أَسِيْرَتُکَ وَتُطْعِمُهَا وَتَکْسُوْهَا وَإِذَا جَهِلَتْ عَفَوْتَ عَنْهَا" "تمہاری زوجہ کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ خداوند عالم نے اس کو تمہارے لئے وجہ سکون اور انس کا ذریعہ قرار دیا ہے لہٰذا یہ دھیان رہے کہ وہ تمہارے پاس خداوند عالم کی ایک نعمت ہے چنانچہ اس کا احترام کرو، اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اگرچہ تمہارا حق اس کی گردن پر واجب تر ہے لیکن تمہارے اوپر بھی اس کا حق ہے کہ اس کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہاری اسیر ہے اور اس کے لئے کھانے اور کپڑے کا انتظام کرو، اور اگر نادانستہ اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دینا۔"(۱)

۳۔ ہمیشہ مہر و محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آئے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: "قَوْلُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ إِنِّي أُحِبُّکِ لَايَذْهَبُ مِنْ قَلْبِهَا أَبَداً" "شوہر کا اپنی زوجہ سے صرف یہ کہنا کہ مجھے تم سے محبت ہے کبھی بھی اس کے دل سے نہیں مٹ سکتا ہے۔"(۲)

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "مَنْ صَبَرَ عَلیٰ سُوْءِ خُلُقِ امْرَأَتِهِ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْأَجْرِ مَا أَعْطَى أَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلیٰ بَلَائِهِ" "جو شخص بیوی کی بداخلاقی پر صبر کرے خداوند عالم اس کو اتنا ہی اجر عطا کرے گا جتنا جناب ایوبؑ کے امتحان پر ان کو عطا فرمایا تھا۔"(۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۷۱ باب ۱ ص ۴

(۲) وسائل الشیعہ: ج ۲۰، ص ۲۳، باب ۳

(۳) مکارم الاخلاق: ۲۱۳

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے: "إِنَّ الْمَرْءَ يَحْتَاجُ فِي مَنْزِلِهِ وَعِيَالِهِ إِلیٰ ثَلَاثِ خِلَالٍ يَتَکَلَّفُهَا وَإِنْ لَمْ يَکُنْ فِي طَبْعِهِ ذٰلِکَ: مُعَاشَرَةٌ جَمِيْلَةٌ وَسِعَةٌ بِتَقْدِيْرٍ وَغَيْرَةٌ بِتَحَصُّنٍ" "ہر انسان کو اپنے گھر اور اہل خاندان کے درمیان تین خصلتوں کی ضرورت ہوتی ہے چاہے وہ اس کے مزاج کے مطابق نہ ہوں. نیک اور اچھی ہم نشینی، بقدر ضرورت آسائش زندگی اور غیرت کے ساتھ عفت۔"(۱)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "لَا غِنیٰ بِالزَّوْجِ عَنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ زَوْجَتِهِ وَهِيَ: أَلْمُوَافَقَةُ لِيَجْتَلِبَ بِهَا مُوَافَقَتَهَا وَمَحَبَّتَهَا وَهَوَاهَا وَحُسْنُ خُلُقِهِ مَعَهَا وَاسْتِعْمَالُهُ اسْتِمَالَةَ قَلْبِهَا بِالْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ فِي عَيْنِهَا وَتَوْسِعَتِهِ عَلَيْهَا" "ہر شوہر کے لئے اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کے لئے تین چیزیں درکار ہوتی ہیں۔ ۱۔ اس کی موافقت تاکہ اس طرح سے اس کی محبت اور آرزوؤں کو اپنی طرف موڑ سکے، ۲۔ دوسرے حسن اخلاق اور زوجہ کے سامنے اچھی شکل و صورت اور انداز سے پیش آنا۔ ۳۔ زندگی میں سہولت و آسانیاں فراہم کرنا۔(۲)

۴۔ زوجہ پر ظلم و تشدد اور سختی سے پرہیز کرے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "خَيْرُ الرِّجَالِ مِنْ أُمَّتِي الَّذِيْنَ لَايَتَطَاوَلُوْنَ عَلیٰ أَهْلِيْهِمْ وَيَحْنُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَظْلِمُوْنَهُمْ" "میری امت کے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں پر سختی نہیں کرتے ہیں اور لطف و محبت سے پیش آتے ہیں اور نہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔" پھر آپ نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿أَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ﴾

(۱) بحار الانوار: ج ۷۵ ص ۲۳۵ باب ۲۳

(۲) تحف العقول: ص ۳۲۲

"عورتوں کے حاکم اور نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہے۔" (۱)

اسی طرح حدیث نبوی میں ہے کہ اگر شوہر اپنی زوجہ کے اوپر ظلم کرے گا تو اس کا کوئی کار خیر قبول نہ ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے: "وَ کَذٰلِکَ الرَّجُلُ اِذَا کَانَ لَهَا ظَالِماً" "اور یہی حال مرد کا بھی ہے (اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا) جبکہ وہ زوجہ پر ظلم کرے۔" (۲)

(۱) مکارم الاخلاق: ص۲۱۷

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ص۱۵

سبق کا خلاصہ:

اسلامی نظام میں شوہر اور زوجہ کے حقوق بھی ایک دوسرے پر بالکل واضح اور معین ہیں۔

زوجہ وشوہر ان حقوق کی رعایت کریں اور اپنے کاموں کو تقسیم کرلیں تو آسانی پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں اور اس ثواب واجر کے بھی مستحق ہوسکتے ہیں جس کی طرف قرآن کریم یا روایات معصومینؑ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

سوالات:

۱۔ عورت کے ذمہ شوہر کے کیا حقوق ہیں؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں کن عورتوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے؟

۳۔ روایات کی روشنی میں عورت کا جہاد کیا ہے؟

۴۔ پیغمبر اکرمؐ نے کن لوگوں کو اپنی امت کا سب سے بہترین آدمی قرار دیا ہے؟

تیرہواں سبق

محنت ومشقت کی قدر و قیمت

شریعت اسلامیہ میں کام کاج کے بھی کچھ آداب معین ہیں لیکن ان آداب کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو سے پہلے اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے کہ اسلام کی نگاہ میں کام کی کوئی قدر و قیمت ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کا جواب مثبت ہے تو پھر اس کے حدود کیا ہیں؟ اس سبق میں اسی سوال کا جواب پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد آئندہ سبق میں کام کے آداب تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

محنت ومشقت سے متعلق ہمیں دو قسم کی آیات وروایات نظر آتی ہیں

بعض آیات وروایات کے مطابق کسب معاش اور رزق حلال کے لئے جدو جہد لائق تحسین ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشاً﴾(۱) اور ہم نے دن کو وقت معاش قرار دیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلاً مَّا تَشْكُرُونَ﴾(۲) ''اور تمہارے لئے اس میں سامان زندگی قرار دئے ہیں مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔''

....

(۱) سورۂ نبأ: آیت ۱۱

(۲) سورۂ اعراف: آیت ۱۰

مذکورہ آیات کریمہ میں پروردگار عالم نے بندوں پر اپنے احسان اور کرم کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے ہمارے لئے کام کاج اور طلب معاش کی خاطر دنوں کو روشن بنایا اور اس کے علاوہ ہمیں زمین کا مالک و مختار بھی بنا دیا ہے تاکہ بآسانی اپنے لئے رزق فراہم کرسکیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا یُکَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِیشَةِ" "کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ، کام کاج کی زحمت اور پریشانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بن سکتی ہے۔"(۱)

آپ ہی کا ارشاد ہے: "اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ یُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ الصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَاءِ" "سچا تاجر روز قیامت صدیقین اور شہداء کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔"(۲)

آپ ہی کا ارشاد ہے: "مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالاً تَعَفُّفاً عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَتَوَسُّعاً عَلَیٰ عِیَالِهِ وَتَعَطُّفاً عَلَیٰ جَارِهِ لَقِیَ اللّٰهَ وَوَجْهُهُ کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ" "جو شخص کسی کے سامنے دست سوال پھیلانے سے پرہیز، اہل و عیال کے راحت و آرام اور اپنے پڑوسیوں پر رحم و کرم کے لئے حلال روزی کمائے تو پروردگار عالم سے اس عالم میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا ہوگا۔"(۳) اسی بارے میں آپ نے فرمایا ہے: "اَلْأَسْوَاقُ مَوَائِدُ اللّٰهِ فَمَنْ أَتَاهَا أَصَابَ مِنْهَا" "بازار خداوند عالم کے (نعمتوں سے بھرے) دسترخوان ہیں لہٰذا جو وہاں جائے گا ان سے مستفید ہوگا۔"(۴)

---

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب معاش

(۲) سنن ترمذی: ج۵

(۳) اصول کافی: ج۵، مستدرک: ج۱۳ ص۵۵

(۴) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاش

روایت میں ہے کہ ایک روز پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مقام سے گذرے تو دیکھا کہ ایک تندرست و توانا جوان بڑی جفاکشی کے ساتھ کام میں مشغول ہے تو اصحاب نے کہا: "افسوس! کاش یہ اپنی طاقت راہ خدا میں استعمال کرتا" تو آپ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَقُولُوا هٰذَا، فَإِنَّهُ إِنْ کَانَ یَسْعَیٰ عَلَیٰ نَفْسِهِ لِیَکُفَّهَا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَیُغْنِیَهَا عَنِ النَّاسِ فَهُوَ فِي سَبِیلِ اللّٰهِ وَإِنْ کَانَ یَسْعَیٰ عَلَیٰ أَبَوَیْنِ ضَعِیفَیْنِ أَوْ ذُرِّیَّةٍ ضِعَافٍ لِیُغْنِیَهُمْ وَیَکْفِیَهُمْ فَهُوَ فِي سَبِیلِ اللّٰهِ وَإِنْ کَانَ یَسْعَیٰ تَفَاخُراً وَتَکَاثُراً فَهُوَ فِي سَبِیلِ الشَّیْطَانِ" "ایسا مت کہو! کیونکہ اگر وہ اس لئے کام کر رہا ہے تاکہ اسے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اور لوگوں سے بے نیاز رہے تو یہ راہ خدا میں سعی کر رہا ہے اور اگر وہ اپنے ناتواں بوڑھے ماں باپ اور معصوم بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے یہ کام کر رہا ہے تو یہ بھی راہ خدا کے لئے ہے ہاں لیکن اگر یہ فخر و مباہات اور مالدار ہونے کی نیت رکھتا ہے تو پھر یہ شیطان کے راستہ پر چل رہا ہے۔"(۱)

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرمایا: "أَلَا إِنَّ الرُّوحَ الْأَمِینَ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّهُ لَا تَمُوتُ نَفْسٌ حَتَّیٰ تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا تَحْمِلَنَّکُمُ اسْتِبْطَاءُ شَيْءٍ مِنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالَیٰ قَسَّمَ الْأَرْزَاقَ بَیْنَ خَلْقِهِ حَلَالاً وَلَمْ یُقَسِّمْهَا حَرَاماً فَمَنِ اتَّقَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَصَبَرَ أَتَاهُ اللّٰهُ بِرِزْقِهِ مِنْ حِلِّهِ وَمَنْ هَتَکَ حِجَابَ السِّتْرِ وَعَجَّلَ فَأَخَذَ مِنْ غَیْرِ حِلِّهِ قُصَّ بِهِ مِنْ رِزْقِهِ الْحَلَالِ وَحُوسِبَ عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"

---

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب و معاش

"یادرکھنا کہ جبرئیل امین نے مجھے یہ الہام کیا ہے کہ کسی شخص کواس وقت تک موت نہ آئیگی جب تک اس کارزق مکمل نہ ہوجائے لہٰذا تقویٰ اختیار کرواور روزی کی تلاش کے معاملہ میں اعتدال سے کام لو.اور کسی بھی مقام پرروزی پہونچنے میں دیر کا یہ انجام نہ ہونے پائے کہ تم خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاؤ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے درمیان رزق کوحلال طریقوں سے تقسیم فرمایا ہے نہ کہ حرام راستوں سے لہٰذا جوشخص تقویٰ اختیار کرے گااور صبر سے کام لے گا خداوند عالم اسے حلال روزی عطا کرے گا اور جوشخص پردوں کو چاک کر کے ،اور جلد بازی سے کام لیکر حرام ذرائع میں پڑ جائے گا تو خداوند عالم اسی مقدار میں اس کا حلال رزق کم کردے گااور روز قیامت اس سے حساب بھی لے گا"۔(١)

محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ ایک روز میں مدینہ کے اطراف میں نکلا، دوپہر کا وقت تھا اور گرمی بہت زیادہ تھی میں نے دیکھا کہ امام محمد باقرؑ اپنے کھیت میں کام کررہے ہیں میں نے دل میں سوچا آج ان کو اچھی طرح نصیحت کروں گالہذا ان کے پاس گیا اور کہا، خدا آپ کا بھلا کرے قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ (اور سن رسیدہ) شخص اس برستی ہوئی آگ میں بھی فکر دنیا میں پڑا ہوا ہے؟ کیا آپ کوخوف خدانہیں ہے کہ اگر اسی حالت میں آپ کوموت آجائے تو کیا ہوگا؟

امامؑ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے فرمایا: "وَاللّٰهِ لَوْ جَائَنِیُ الْمَوْتُ عَلٰی هٰذَا الْحَالِ جَائَنِیُ وَأَنَا فِی طَاعَةٍ مِنْ طَاعَاتِ اللّٰهِ أَكُفَی بِهَا نَفْسِی عَنْکَ وَعَنِ النَّاسِ وَإِنَّمَا أَخَافُ الْمَوْتَ إِذَا جَائَنِیُ وَأَنَا عَلٰی مَعْصِیَةٍ" "خدا کی قسم اگر مجھے اس وقت موت آجائے تو مجھے اطاعت خدا کے دوران موت آئیگی کیونکہ اس کام کے ذریعہ میں تم سے اور دوسرے تمام لوگوں سے خودکو بے نیاز کررہا ہوں. بلکہ مجھے تو موت کا خوف تب ہوگا کہ جب گناہ کے عالم میں مجھے موت آئے"۔

(١) اصول کافی: ج٥،ص٨٠

تو ابن منکدر نے سر ہلا کر کہا، خدا آپ پر رحمت نازل کرے اے ابوجعفر میں نے سوچا تھا کہ میں آپ کونصیحت کروں آپ نے تو مجھے ہی نصیحت فرمادی۔(١)

امام جعفر صادقؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "اِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُعْسِراً فَعَمِلَ بِقَدرِ مَا یَقُوتُ نَفْسَهُ وَأَهْلَهُ لَایَطْلُبُ حَرَاماً فَهُوَ كَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ" اگر کوئی شخص تنگدستی میں مبتلا ہواور وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے ضروریات پورا کرنے کے لئے کوئی کام کاج کرے اور حرام راستوں سے نہ کمائے تو وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے۔(٢)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا ہے: "اَلْكَادُّ عَلٰی عِیَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ" "اپنے گھر والوں کے لئے محنت ومشقت کرنے والا، مجاہد راہ خدا کی مانند ہے۔"(٣)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "مَلْعُونٌ مَنْ اَلْقٰی كَلَّهُ عَلَی النَّاسِ" وہ شخص ملعون ہے جو اپنی تمام چیزوں کا بوجھ دوسروں کے اوپر ڈال دے۔(٤)

ان آیات وروایات کے برخلاف بعض دیگر روایات میں کسب معاش کے لئے جدوجہد کو غیر مستحسن قرار دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "مَا اُوحِیَ اِلَیَّ اَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَكُنْ مِنَ التَّاجِرِینَ وَلٰكِنْ اُوحِیَ اِلَیَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِینَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِینُ" مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی ہے کہ مال ودولت جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ مجھ پر تو یہ وحی ہوئی ہے کہ اپنے

(١) اصول کافی: ج٥ص٧٣
(٢) اصول کافی: ج٥ص٨٨
(٣) گزشتہ حوالہ
(٤) اصول کافی: ج٥،ص٧٢

رب کی تسبیح کروں اور سجدہ گزاروں میں رہوں اور جب تک منزل یقین تک نہ پہونچ جاؤں اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں۔(۱)

اس بارے میں آپؐ کے یہ ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:

☆ "أَكْثِرُوا الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنَّهُ يَجْلِبُ الرِّزْقَ" زیادہ سے زیادہ استغفار کرو کیونکہ اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔(۲)

☆ "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَوْحَىٰ اِلَىٰ دَاوُدَ مَنْ اِنْقَطَعَ اِلَيَّ كَفَيْتُهُ" خداوند عالم نے جناب داؤد کی طرف یہ وحی فرمائی کہ جو (ہر ایک سے الگ ہوکر) میرا ہو جائے گا میں اسے بے نیاز کردوں گا۔(۳)

☆ "اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلَا يُعْطِي الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا" خداوند عالم آخرت کے لئے کئے جانے والے عمل کے بدلے دنیا دیتا ہے مگر دنیاوی عمل کے بدلے آخرت نہیں دیتا۔(۴)

امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے: "اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَمَطْلُوبٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتَّى يُخْرِجَ مِنْهَا وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتَّى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا" رزق کی دو قسمیں ہیں ایک تلاش کرنے والا اور دوسرا جسے تلاش کیا جائے لہٰذا جو شخص دنیا کا طالب ہے موت اس کی طالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے باہر نکل جائے اور جو شخص آخرت کا خواہشمند ہے اسے دنیا رو کے رکھے گی یہاں تک کہ وہ اپنا پورا رزق حاصل کرلے۔(۵)

(۱) بحار الانوار: ج۶۹ ص۷۴ باب۹۴
(۲) بحار الانوار: ج۱۰۰ ص۲۱ باب۲
(۳) بحار الانوار: ج۱۰۰ ص۲۲ باب۲
(۴) بحار الانوار: ج۱۰۰ ص۲۵ باب۲
(۵) بحار الانوار: ج۱۰۰، ص۳۸، باب۲

ان روایات سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ جب استغفار اور توبہ سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے تو پھر کام کاج اور محنت ومشقت کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا کاروبار دنیا اور تجارت کو خیرباد کہہ کر صرف دعا اور عبادت میں ہی مشغول رہنا چاہئے۔ یا جب پیغمبر اکرمؐ نے یہ فرمایا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ" خداوند عالم آخرت کے عمل کے بدلے دنیا عطا کردیتا ہے تو پھر ہم عبادت ہی کیوں نہ کرتے رہیں رزق کی ذمہ داری تو خداوند عالم نے لے ہی رکھی ہے۔

جبکہ ہم اگر گذشتہ آیات و روایات کو دیکھتے ہیں تو ان سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنے اور گھر والوں کے اخراجات کے لئے کام کاج اور محنت ومشقت کرنے کی بیحد ستائش کی ہے البتہ اگر کوئی شخص قضاوت یا اسی جیسا کوئی کام کرے تو وہ اپنے اخراجات بیت المال سے لے سکتا ہے مگر اس کے باوجود بھی بہتر یہی ہے کہ وہاں بھی اپنے ذاتی کاروبار سے استفادہ کرے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے مولائے کائناتؑ سے نقل فرمایا ہے: "أَوْحَى اللّٰهُ اِلَىٰ دَاوُدَ: اِنَّكَ نِعْمَ الْعَبْدُ لَوْلَا أَنَّكَ تَأْكُلُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَلَا تَعْمَلُ بِيَدِكَ شَيْئاً. قَالَ: فَبَكَىٰ دَاوُدُ أَرْبَعِينَ صَبَاحاً، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَى الْحَدِيدِ أَنْ لِنْ لِعَبْدِي دَاوُدَ: فَأَلَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ الْحَدِيدَ وَكَانَ يَعْمَلُ كُلَّ يَوْمٍ دِرْعاً فَيَبِيعُهَا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَعَمِلَ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَسِتِّينَ دِرْعاً فَبَاعَهَا بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَسِتِّينَ أَلْفاً وَاسْتَغْنَىٰ عَنْ بَيْتِ الْمَالِ" خداوند عالم نے جناب داؤد کو یہ وحی فرمائی کہ تم میرے سب سے اچھے بندے ہو مگر یہ کہ تم بیت المال سے اپنا خرچ چلاتے ہو اور اپنے ہاتھوں کی کمائی نہیں کھاتے جناب داؤد چالیس دن تک روتے رہے تو خداوند عالم نے لوہے کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میرے بندے کے لئے نرم ہوجا، چنانچہ جب خداوند عالم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا تو وہ روزانہ اس سے ایک زرہ بنالیتے تھے اور اسے ایک ہزار درہم میں فروخت کردیتے تھے چنانچہ انہوں نے ۳۶۰ زرہیں بنائیں اور انہیں تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم میں فروخت کیا

اور بیت المال سے بے نیاز ہو گئے۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ اپنی دینی اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ باغات اور کھیتوں میں کام بھی کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کاج اور محنت و مشقت کرنا کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اسلام کی نظر میں یہ بات قابل مذمت ہے کہ:

۱۔ انسان مال و دولت کا حد سے زیادہ دلدادہ ہو جائے اور حد اعتدال کو خیر باد کہہ دے، اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے یہ حکم دیا ہے کہ "مال و دولت طلب کرنے میں اعتدال کا خیال رکھو" آپ نے اس بارے میں مزید یہ بھی فرمایا ہے: "اِنَّ اَفضَلَ النَّاسِ عَبدٌ اَخَذَ مِنَ الدُّنیَا الکَفَافَ" "سب سے بہترین انسان وہ ہے جو دنیا سے صرف بقدر ضرورت مال لے۔"(۲)

۲۔ مال و دولت اور ذخیرہ اندوزی کا اتنا دلدادہ نہ ہو جائے کہ اس کی تمام فکر اسی طرف رہے اور آخرت کا خیال بھی نہ پیدا ہو جیسا کہ قرآن مجید بندگان خدا کی یہ صفت بیان کرتا ہے: ﴿رِجَالٌ لَا تُلهِيهِم تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيعٌ عَن ذِكرِ اللهِ﴾(۳) "وہ مرد جنہیں کاروبار، یا دیگر خرید و فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کرسکتی۔"

امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا: "کَانُوا اَصحَابَ تِجَارَةٍ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلوٰةُ تَرَكُوا التِّجَارَةَ وَانطَلَقُوا اِلَى الصَّلوٰةِ وَهُم اَعظَمُ اَجراً مِّمَّن لَّا يَتَّجِرُ" "اس سے مراد وہ تاجر حضرات ہیں جو نماز کا وقت ہوتے ہی کاروبار چھوڑ کر نماز کے لئے چلے جاتے ہیں اور ان کا اجر ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جو تجارت نہیں کرتے ہیں۔(۴)

(۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۷۴
(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۲۷ باب ۲
(۳) سورۂ نور: آیت ۳۷
(۴) اصول کافی: ج ۵، بحار الانوار: ج ۶۴ ص ۲۷۴

روایت ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ ﴿وَ مَن يَتَّقِ اللهَ يَجعَل لَّهُ مَخرَجاً وَيَرزُقهُ مِن حَيثُ لَا يَحتَسِبُ﴾(۱) "اور جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے" نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ خداوند عالم نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے لہذا ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے. جب اس کی اطلاع پیغمبر اکرمؐ کو ہوئی تو آپ نے ان سے کہلوایا: "مَا حَمَلَكُم عَلَى مَا صَنَعتُم" یہ تم لوگوں نے کیا شروع کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا! یا رسول اللہ خداوند عالم نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے لہذا ہم اس کی عبادت کر رہے ہیں آپؐ نے فرمایا: "اِنَّهُ مَن فَعَلَ ذٰلِكَ لَم يُستَجَب لَهُ، عَلَيكُم بِالطَّلَبِ" "جو شخص بھی ایسا کرے گا اس کی دعا قبول نہ ہوگی، جاؤ کام کاج کے ذریعہ اپنی روزی کماؤ۔"(۲)

(۱) سورۂ طلاق: آیت ۲
(۲) اصول کافی: ج ۵ ص ۸۴

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے کسب معاش، کام کاج اور محنت و مشقت کرنے کی نہ صرف یہ کہ ستائش کی ہے بلکہ اس کے لئے بیحد تاکید بھی فرمائی ہے اور محنت و مشقت کو راہ خدا میں جہاد کے برابر قرار دیا ہے چنانچہ جو لوگ اپنے اہل و عیال کے لئے محنت مشقت کرتے ہیں انہیں روز قیامت بہترین ثواب ملے گا۔

سوالات:

۱۔ اسلام میں کسب معاش کی کیا قدر و قیمت ہے؟

۲۔ حجۃ الوداع میں پیغمبر اکرمؐ نے جو خطبہ دیا تھا اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۳۔ روزی کمانے میں اعتدال اختیار کرنے کے معنی کیا ہیں؟ مختصر وضاحت کیجئے؟

۴۔ روزی کے سلسلہ میں تقویٰ کا کردار کیا ہے؟

چودھواں سبق

کسب معاش اور تجارت کے آداب

ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام محنت و مشقت اور کام کرنے والے کی مدح و ثنا کرتا ہے اور اس نے کام کاج کو راہ خدا میں جہاد کے برابر قرار دیا ہے. لہذا مناسب اور بہتر ہے کہ اس کے آداب اور بنیادی اصولوں سے بھی واقفیت حاصل کرلی جائے. کیونکہ جب ہم کام کے آداب اور صحیح طور طریقوں سے آگاہ ہو جائیں گے تو پھر کسی حرام کام یا گناہ میں مبتلا نہ ہونگے. اور اسی طرح ہمیں خود بخود رزق حلال کے راستے معلوم ہو جائیں گے اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ خداوند عالم ہم سے اس بارے میں کیا چاہتا ہے. اب آپ مختصر آداب ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مسائل تجارت سے واقفیت

سب سے پہلے تجارت کے شرعی احکام سے واقفیت ضروری ہے کیونکہ بعض چیزوں کی خرید و خروخت اور کچھ کاروبار یا معاملات ایسے ہیں جنھیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اور خریدار یا بیچنے والے کے بھی کچھ حقوق ہیں جنکا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں: "مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ اِرْتَطَمَ فِي الرِّبَا"(۱) "جو شخص

---

(۱) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۹۳ باب ۱

مسائل فقہ کا علم حاصل کئے بغیر تجارت کرے گا وہ سود میں مبتلا ہو جائے گا۔"

آپؑ سے یہ بھی منقول ہے: "مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِرْتَطَمَ فِي الرِّبَا، ثُمَّ اِرْتَطَمَ فَلَا يَقْعُدَنَّ فِي السُّوْقِ اِلَّا مَنْ يَعْقِلُ الشِّرَآءَ وَالْبَيْعَ" "جو شخص علم حاصل کئے بغیر تجارت کرے گا وہ سود کے دلدل میں پھنس کر رہ جائے گا لہٰذا بازار میں اس کے علاوہ اور کوئی ہرگز نہ بیٹھے جو خرید وفروخت کی باریکیوں کو اچھی طرح جانتا ہو۔"(۱)

جناب اسبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ میں نے مولائے کائناتؑ کو منبر سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔"يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اَلْفِقْهُ ثُمَّ الْمَتْجَرُ، اَلْفِقْهُ ثُمَّ الْمَتْجَرُ وَاللّٰهِ لَلرِّبَا فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، صُوْنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، التَّاجِرُ فَاجِرٌ وَالْفَاجِرُ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ اَخَذَ الْحَقَّ وَاَعْطَى الْحَقَّ" اے تجارت پیشہ لوگو! پہلے علم فقہ پھر تجارت پہلے علم فقہ پھر تجارت۔ خدا کی قسم اس امت میں ربا کے امکانات اتنے مخفی ہیں جیسے پتھر پر چیونٹی چلتی ہے۔ اپنے اموال کو صدقہ کے ذریعہ محفوظ رکھو، تاجر فاجر ہے اور فاجر کا انجام جہنم ہے سوائے ان افراد کے جو صرف اپنا حق وصول کریں اور حق ہی کے مطابق ادا کریں۔(۲)

ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہی کتابوں میں کاروبار اور تجارت کے جو مسائل ہیں بازار میں داخل ہونے سے پہلے ان مسائل سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔

۲۔ ذخیرہ اندوزی سے پرہیز

تاجروں کی ایک بری اور خطرناک عادت یہ ہے کہ وہ روزمرہ کی ضروریات کا سامان کافی مقدار میں خرید کر اسے ذخیرہ (اسٹاک) کر لیتے ہیں اور جب بھاؤ بہت چڑھ جاتا ہے اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے

(۲/۱) اصول کافی: ج ۵ ص ۱۵۴

تو ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اسے کئی گنا مہنگا فروخت کرتے ہیں تاکہ خوب نفع حاصل کر سکیں۔ یہ ذخیرہ اندوزی (احتکار) عوام الناس پر ظلم اور ان کے ساتھ زیادتی ہے اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے شدت کے ساتھ ذخیرہ اندوزی کی مذمت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے. جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے: "مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ" "جو شخص چالیس دن تک اشیاء خورد ونوش کا احتکار (ذخیرہ) کئے رہے اور فروخت نہ کرے وہ اللہ سے دور ہے اور اللہ اس سے بری اور دور ہے۔(۱)

مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا: "مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً قَسٰى قَلْبُهُ" (۲) جو شخص چالیس دن تک مال ذخیرہ کر کے رکھے (اور فروخت نہ کرے) تو وہ قسی القلب ہو جاتا ہے۔

اسی کے برعکس اگر کوئی شخص اپنے پاس موجود مال کو لوگوں کی ضرورت کے وقت بازار کی قیمت پر فروخت کر دے تو پیغمبر اکرمؐ نے اس کی تعریف فرمائی ہے: "مَنْ جَلَبَ طَعَاماً فَبَاعَهُ بِسِعْرِ يَوْمِهِ فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِهِ" "اگر کسی کے پاس کچھ اشیاء خورد ونوش موجود ہوں (اور لوگوں کو اسکی ضرورت ہو) اور وہ اسے بازار کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دے تو گویا اس نے صدقہ دیدیا ہے۔(۳)

لہٰذا تمام صاحبان ایمان تاجروں کے لئے ضروری ہے کہ احتکار سے پرہیز کریں. اس سلسلہ میں یہ واقعہ منقول ہے کہ بصرہ میں کسی تاجر کا ایک نمائندہ رہتا تھا جس کے پاس وہ تاجر اپنا مال بھیج دیتا تھا اور وہ اسے منڈی میں فروخت کر دیتا تھا ایک دن اس نے ایک کشتی میں بھر کر اناج بھیجا اور یہ پیغام بھجوایا کہ جس دن مال ملے اسی دن موجودہ بھاؤ میں فروخت کر دینا. جب وہ مال وہاں پہونچا تو اس کے نمائندہ کے بعض دوستوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ چند دن کے لئے یہ مال روک لو تو تمہارا دوگنا فائدہ ہو جائے گا، اس ایجنٹ کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی اور اس نے مال بیچنے میں ایک

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب ومعاشرت

(۳/۲) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب ومعاشرت

دن کی تاخیر کردی جس سے اسے کئی گنا فائدہ ہوا اور اس نے پوری تفصیل سے اصل تاجر کو باخبر کیا تو اس تاجر کو اپنے ایجنٹ کی اس حرکت پر بیحد افسوس ہوا اور اس نے اس کو لکھا کہ میرے لئے معمولی فائدہ ہی کافی تھا کہ اس سے میرا دین بھی صحیح وسالم رہتا، بھلا ایسے نفع سے کیا فائدہ جس سے انسان کا دین تباہ و برباد ہو جائے؟ تم نے اپنی اس حرکت سے میرے اور خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہذا خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تمہارے پاس جو کچھ مال ہے وہ سب بصرہ کے فقیروں اور پریشان حال لوگوں کے درمیان تقسیم کردو شاید پروردگار عالم اس طرح ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔(۱)

۳۔ دعا

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی نصیحتوں میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام یا بازار کا ارادہ کرے تو خداوند عالم کو یاد رکھے یعنی اپنے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرے اور ہمیشہ اللہ کی مرضی پر نظر رکھے اور کسی معاملہ میں خدا سے غافل نہ رہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ فِي السُّوقِ مُخْلِصاً عِنْدَ غَفْلَةِ النَّاسِ وَشُغْلِهِمْ بِمَا فِيهِ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْفِرَةً لَمْ تَخْطُرْ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ'' ''جو شخص بازار میں پروردگار عالم کو خلوص کے ساتھ اس وقت یاد کرے جب دوسرے لوگ یاد خدا سے غافل ہوں تو خداوند عالم اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور روز قیامت اسے ایسی مغفرت عطا فرمائے گا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی ہے۔(۲)

(۱) احیاء علوم الدین: کتاب آداب کسب ومعاشرت

(۲) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۱۰۲ باب ۱

امام محمد باقرؑ کی دعاؤں میں ہے کہ بازار کا رخ کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ أَهْلِهَا'' (۱) اور جب کاروبار کے لئے بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے: ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ حَلَالاً طَيِّباً وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَيَمِينٍ كَاذِبَةٍ'' ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں. بارالہا میں تیرے فضل وکرم کے سہارے حلال اور پاکیزہ روزی کا سوال کرتا ہوں اور تیری ذات کی اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی کے اوپر ظلم کروں یا میرے اوپر ظلم کیا جائے اور میں ہر قسم کے گھاٹے اور جھوٹی قسم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' (۲)

ایک مومن تاجر کی سب سے بہترین خوبی یہ ہے کہ دنیاوی معاملات اور کاروبار وغیرہ اسے اس کے واجبات اور یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جیسا کہ ہم نے گذشتہ درس میں بھی اشارہ کیا ہے کہ جو لوگ کاروبار اور معاملات کے باوجود یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے پروردگار ان کے رزق میں برکت عطا فرمادیتا ہے۔

۴۔ قسم سے پرہیز

اسلام کی نگاہ میں صرف خرید وفروخت کرتے وقت اپنے سامنے والے کو مطمئن کرنے کے لئے قسم کھانا ہی قابل مذمت نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام مراحل اور معاملات میں شریعت نے قسم کھانے سے تی الامکان پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف بہت ہی اہم مواقع پر اس کی اجازت دی ہے. جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ﴾ (۳) ''خبردار خدا کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔''

(۱/۲) اصول کافی: ج ۵ ص ۱۵۵

(۳) سورۂ بقرہ: آیت ۲۲۴

اسی بنا پر دنیاوی معاملات خاص طور سے خرید و فروخت جیسی معمولی چیزوں کے لئے قسم کھانے کی مذمت کی گئی ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ بَاعَ وَاشْتَرَىٰ فَلْيَحْفَظْ خَمْسَ خِصَالٍ وَإِلَّا فَلَا يَبِيعَنَّ وَلَا يَشْتَرِيَنَّ: اَلرِّبَا وَالْحَلْفُ وَكِتْمَانُ الْعَيْبِ وَالْحَمْدُ إِذَا بَاعَ وَالذَّمُّ إِذَا اشْتَرَىٰ" (۱) "جو شخص خرید و فروخت کرنا چاہے وہ اپنے کو پانچ چیزوں سے بچا کر رکھے ورنہ خرید و فروخت ہی نہ کرے، سود، قسم، عیب چھپانا، بیچتے وقت چیز کی تعریف، اور خریدتے وقت اس کی مذمت۔"

امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد گرامی ہے: "ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَدُهُمْ رَجُلٌ اتَّخَذَ اللّٰهَ بِضَاعَةً لَا يَبِيعُ إِلَّا بِيَمِينٍ وَلَا يَشْتَرِي إِلَّا بِيَمِينٍ....." تین افراد کی طرف خداوند عالم روز قیامت نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا ان میں سے ایک وہ ہے جس نے خداوند عالم کو اپنا سرمایہ سمجھ لیا ہے کہ نہ قسم کھائے بغیر کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور نہ کوئی چیز قسم کے بغیر خریدتا ہے۔ (۲)

گذشتہ روایات میں جس قسم کی مذمت کی گئی ہے وہ سچی قسم ہے لیکن اگر قسم جھوٹی ہو تو وہ تو گناہ کبیرہ ہے جس سے اسلام نے اور شدت کے ساتھ منع کیا ہے. جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی آپ نے ملاحظہ فرمایا جس میں آپ نے جنس کی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ برائیوں کا تذکرہ

تجارت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ انسان جس چیز کو فروخت کرنا چاہتا ہے اس کے عیوب نہ چھپائے اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ فریب دہی کا ذمہ دار ہوگا جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور اس پر سخت مواخذہ کیا جائے گا. پیغمبر اکرمؐ کی سیرت طیبہ میں نقل ہوا ہے کہ ایک شخص بازار میں گندم بیچ رہا تھا آپ وہاں سے گذرے تو وہ آپ کو اچھا محسوس ہوا جب آپ نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا تو

(۱) بحار الانوار: ج ۱۰۰ ص ۹۵ باب ۱

(۲) اصول کافی: ج ۵ ص ۱۶۲

اس میں نمی پائی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا آسمان کی وجہ سے (بارش کی نمی) ہے تو آپؐ نے فرمایا: کہ ان کو قریب کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اچھی طرح دیکھ سکیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "مَنْ غَشَّنَا لَيْسَ مِنَّا" "جو ہمارے ساتھ ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (۱)

۶۔ انصاف

خرید و فروخت کرتے وقت انصاف سے کام لینا بھی آداب تجارت میں شامل ہے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ عدالت سے کام لے یعنی اگر خریدار کو اس جنس کی ضرورت ہو تو اپنے فائدے کی خاطر اسے اس کی صحیح قیمت سے زیادہ پر فروخت نہ کرے اسی طرح اگر خریدار یہ دیکھے کہ بیچنے والا اس وقت بیچنے کے لئے مجبور ہے تو اس کو بہت کم قیمت ادا نہ کرے مختصر یہ کہ خریدار یا بیچنے والوں میں سے اگر کوئی بھی دوسرے کی چیز کم قیمت میں خریدے گا یا زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

تاریخ میں ہے کہ امام صادقؑ نے ایک دن اپنے غلام مصادف کو ایک ہزار دینار دئے اور فرمایا اس سے کچھ سامان خرید کر مصر لے جاؤ (کیونکہ میرے اہل و عیال میں اضافہ ہوگیا ہے) اس نے حسب حکم سامان خریدا اور دوسرے تاجروں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا جب یہ لوگ مصر کے قریب پہونچے تو وہاں سے واپس آنے والے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی اور ان سے وہاں کے بازار کا حال پوچھا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اس وقت مصر میں وہ مال موجود نہیں ہے جو ہم لیکر آئے ہیں لہٰذا انہوں نے مل کر یہ قسم کھائی کہ سب لوگ اپنا مال دوگنی قیمت پر بیچیں گے. چنانچہ انہیں دوگنا فائدہ ہوا اور پھر جب وہ سب مدینہ واپس آئے تو مصادف امامؑ کی خدمت میں آئے اور دو تھیلیوں

(۱) صحیح مسلم: ج ۱

میں بھرے ہوئے دو ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں پیش کردئے۔ اور عرض کی میری جان آپ پر قربان اس میں سے آدھا اصل مال ہے اور آدھا فائدہ ہے آپ نے فرمایا: کہ یہ تو بہت زیادہ ہے تو مصادف نے پورا قصہ بیان کردیا یہ ماجرا سننے کے بعد آپ نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ تُحَالِفُوْنَ بِاللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ إِلَّا تَبِيْعُوْهُمْ اَوْ يَرْبَحُ الدِّيْنَارُ دِيْنَاراً" کیا کہنا کہ تم نے مسلمانوں کے خلاف یہ قسم کھائی کہ انہیں اپنا مال دوگنے سے کم پر نہ بیچیں گے۔ اس کے بعد آپؑ نے اس میں سے ایک تھیلی اٹھالی اور کہا یہ میرا اصل مال ہے اور مجھے فائدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر آپؑ نے فرمایا: "يَا مُصَادِفُ مُجَادَلَةُ السُّيُوْفِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ" "اے مصادف! تلواروں کے زخم کھانا حلال رزق کمانے سے کہیں آسان ہے۔" اس طرح امامؑ نے تجارت کا ایک مکمل اخلاقی اصول معین فرمادیا۔

۷۔ غرباء کے ساتھ نرم رویہ

اسلام نے تاجروں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ مول بھاؤ کرتے وقت غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ نرم رویہ رکھیں اور ان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سختی نہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بالکل خالی ہاتھ، مایوس اور دل شکستہ اپنے گھر لوٹ جائیں لہذا جتنا بھی ممکن ہو ان کے ساتھ نرم رویہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کا احسان جتائے بغیر قیمت کو کم کردے یا ادھار دیدے یا قرض ادا کرنے کی مہلت دیدے ایسے شخص کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے یہ دعا فرمائی ہے: "رَحِمَ اللّٰهُ امْرِئً سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْاِقْتِضَاءِ" (۱) "خداوند عالم اس شخص کے اوپر رحم کرے جو خرید و فروخت، فیصلہ اور اپنے مطالبات وصول کرنے میں نرم رویہ رکھے۔"

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِراً اَوْ تَرَكَ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَاباً يَسِيْراً" (۲)

---

(۱) بحار الانوار: ج ۴۷، ص ۵۹ باب ۴

(۲) وسائل الشیعہ: ج ۷ اص ۴۵۰/۴۲

"جو شخص کسی پریشان حال کو ادائیگی قرض کی مہلت دیدے یا اسے چھوڑ دے (قرض نہ لے) تو خداوند عالم بھی اس کا بہت آسان حساب لے گا۔"

۸۔ ملاوٹ سے پرہیز

ملاوٹی سامان یا خراب مال یا نقلی نوٹ اور سکے دینا (جب کہ اس کے خراب یا نقلی ہونے کا علم ہو) ایک طرح کی خیانت اور چوری ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

دیندار اور ایماندار تاجروں کے یہاں یہ بات عام ہے کہ جب کوئی چیز خراب ہو جاتی ہے یا مثلاً گھی تیل وغیرہ نجس ہو جاتا ہے تو وہ اسے پھینک دیتے ہیں اور خود گھاٹا برداشت کرلیتے ہیں مگر خریدار کو خراب مال نہیں دیتے ہیں۔

سبق کا خلاصہ:

اسلام میں خرید وفروخت (تجارت) کے کچھ آداب اور قوانین معین ہیں جن پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے. اور یہ اصول اور قوانین کیونکہ شریعت نے بنائے ہیں لہذا بیچنے والے اور خریدار دونوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اچھی طرح ان کا علم حاصل کرلیں تاکہ دوسروں کے حقوق کو بخوبی ادا کرسکیں. اور شرعی واخلاقی اعتبار سے معاملہ درست رہے۔

سوالات:

۱۔ائمہ اطہارؑ نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ "پہلے فقہ پھر تجارت"؟

۲۔اسلام میں احتکار وذخیرہ اندوزی کیوں حرام اور قابل مذمت ہے؟

۳۔کیا خرید وفروخت کے وقت قسم کھانا جائز ہے؟

۴۔بیچنے والے کے فرائض بطور مختصر بیان کیجئے؟

پندرہواں سبق

نظافت وآرائش (۱)

صفائی بھی اسلام کے اہم آداب میں سے ایک ہے اور اسلام نے بدن، لباس اور گھر وغیرہ کی صفائی کی خاص تاکید کی ہے. جس طرح اس نے مسواک اور کنگھی کرنے، بال اور ناخن کاٹنے اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے پر زور دیا ہے۔

کوئی مسلمان اس وقت تک واقعی مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ ان آداب کا خیال نہ رکھے اس کے لئے اپنی ذاتی صفائی میں ڈھیل اور سستی اسلام کی نگاہ میں قابل قبول نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ "اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ، نَظِیْفٌ یُحِبُّ النَّظَافَۃَ" (۱) "بیشک خداوند عالم خود بھی طیب ہے اور طیب (پاک وپاکیزہ اشیاء) کو محبوب رکھتا ہے وہ خود بھی پاک وصاف ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔"

☆ "اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ" (۲) طہارت ایمان کا جز ہے۔

☆ "اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِہِ العَبْدُ اَلطُّھُوْرُ" "بندے سے قیامت کے دن سب سے

(۱) سنن ترمذی ج۱۰

(۲) کنز العمال خ ۲۵۹۹۸

پہلے طہارت کے بارے میں سوال ہوگا۔"

☆ "تَنَظَّفُوا بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ بَنَى الإِسْلامَ عَلَى النَّظَافَةِ وَلَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا كُلُّ نَظِيفٍ" (۱) "تمہارے لئے جتنا بھی ممکن ہو صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھو کیونکہ خداوند عالم نے صفائی پر اسلام کی بنیاد رکھی ہے اور جنت میں صرف اور صرف صاف ستھرے لوگ ہی جائیں گے۔"

☆ "اَلْإِسْلامُ نَظِيفٌ فَتَنَظَّفُوا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ" (۲) "اسلام صاف ستھرا مذہب ہے لہذا صاف ستھرے رہا کرو بیشک جنت میں صاف ستھرے لوگوں کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوسکتا ہے۔"

☆ "إِنَّ اللهَ يُحِبُّ النَّاسِكَ النَّظِيفَ" (۳) "خداوند عالم صاف ستھرے عبادت گذار سے محبت کرتا ہے۔"

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: "مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ اَلتَّنَظُّفُ" (۴) "صفائی وستھرائی انبیاء کی سیرت ہے۔"

صفائی سے متعلق کچھ چیزیں تو ہر مسلمان پر شرعی اعتبار سے واجب ہیں جیسے وضو غسل وتیمّم وغیرہ جن کی تفصیل توضیح المسائل و دیگر فقہی کتب میں موجود ہے لیکن ان کے علاوہ کچھ اور

(۱) کنزالعمال: خ ۳۱۰۱۰

(۲) کنزالعمال: خ ۲۶۰۰۲

(۳) کنزالعمال: خ ۲۶۰۰

(۴) بحارالانوار: ج ۷۵، ص ۳۳۵، باب ۲۶

بھی آداب ہیں جو مستحب ہیں جنہیں اس سبق کے علاوہ آئندہ دو اسباق میں ذکر کیا جائے گا۔

۱۔ بدن کی صفائی

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: "طَهِّرُوا هٰذِهِ الْأَجْسَادَ طَهَّرَكُمُ اللهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ يَبِيتُ طَاهِراً إِلَّا بَاتَ مَعَهُ مَلَكٌ فِي شِعَارِهِ وَلَا يَتَقَلَّبُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِراً" (۱) "اپنے بدن کو پاک وصاف رکھا کرو خدا تمہیں صاف ستھرا رکھے گا، کیونکہ کوئی بندہ جب رات کو پاک وصاف سوتا ہے تو ایک فرشتہ رات بھر اس کے ساتھ رہتا ہے اور رات میں جب بھی وہ کروٹ بدلتا ہے تو وہ فرشتہ یہ دعا کرتا ہے بارالٰہا تو اپنے اس بندے کو معاف کردے کہ اس نے طہارت کی حالت میں رات گزاری ہے۔"

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "تَنَظَّفُوا بِالْمَاءِ مِنَ النَّتْنِ الرِّيحِ الَّذِي يُتَأَذَّى بِهِ تَعَهَّدُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْغَضُ مِنْ عِبَادِهِ الْقَاذُورَةَ الَّذِي يَتَأَنَّفُ بِهِ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ" (۲) "پانی کے ذریعہ اپنی وہ بدبو دھو ڈالو جس سے دوسروں کو تکلیف پہونچتی ہے اور (اپنے جسم اور لباس) کا خیال رکھو کیونکہ خداوند عالم اس گندے اور کثیف انسان سے نفرت کرتا ہے جس کی بدبو کی بنا پر اس کے پاس بیٹھنے والوں کو زحمت ہوتی ہے۔"

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "بِئْسَ الْعَبْدُ اَلْقَاذُورَةُ" (۳) "سب سے برا انسان گندہ اور آلودہ انسان ہے۔"

(۱) کنزالعمال: خ ۲۶۰۰۳

(۲) بحارالانوار: ج ۱۰، ص ۹۸، باب ۷

(۳) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۳۹

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ''هَلَكَ الْمُتَقَلِّرُوْنَ'' ''گندے اور ملچھ لوگ ہلاک ہوگئے۔''(۱)

۲۔ حمام کے آداب

حمام کی اہمیت کے بارے میں مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا ہے: ''نِعْمَ الْبَيْتُ الْحَمَّامُ تَذْكُرُ فِيهِ النَّارَ وَيُذْهِبُ بِالدَّرَنِ'' (۲) ''بہترین گھر حمام ہے جس (کی گرمی) میں انسان کو جہنم کی آگ یاد آجاتی ہے اور گندگی دور ہوجاتی ہے۔''

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''بِئْسَ الْبَيْتُ الْحَمَّامُ يَهْتِكُ السِّتْرَ وَيُذْهِبُ بِالْحَيَاءِ'' (۳) ''سب سے برا گھر حمام ہے جہاں لباس اتر جاتا ہے اور حیاء کا پردہ چاک ہوجاتا ہے۔''

یہ حدیث گذشتہ حدیث کے بالکل برعکس ہے لہٰذا اگر حمام میں معقول دیواریں اور چھت وغیرہ ہوں تو بے پردگی اور بے حیائی کا امکان باقی نہ رہ جائے گا۔

امام جعفر صادقؑ کی روایت میں حمام کے آداب کا تذکرہ پایا جاتا ہے چنانچہ حمام میں داخل ہونے سے پہلے کہے: ''اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّي الرِّجْسَ النَّجِسَ وَطَهِّرْ جَسَدِيْ وَقَلْبِيْ'' (۴) ''بار الٰہا مجھ سے نجاست اور گندگی کو دور فرما اور میرے جسم اور دل کو پاک و پاکیزہ بنادے۔''

جس وقت بدن کے اوپر گرم پانی ڈالے تو یہ کہے: ''نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَنَسْأَلُهُ الْجَنَّةَ'' ''پروردگار کی پناہ چاہتے ہیں آگ سے اور اس سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔''

(۱) کنز العمال: خ ۴۲۲۷

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۵۳ (واضح رہے کہ عربی ممالک کے حمام ہمارے یہاں کے غسل خانوں سے الگ طرح کے ہوتے ہیں۔ مترجم)

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

(۴) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

اور جب نہا کر فارغ ہوجائے تو کپڑے پہننے سے پہلے کہے: ''اَللّٰهُمَّ أَلْبِسْنِي التَّقْوىٰ وَجَنِّبْنِي الرَّدىٰ'' (۱) ''بار الٰہا مجھے لباس تقویٰ پہنادے اور پستیوں سے محفوظ رکھنا۔''

حمام میں داخل ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اچھی طرح سے اپنی شرمگاہ چھپائے رہے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ''لَا يَدْخُلَنَّ أَحَدُكُمُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ'' (۲) ''کوئی بھی شخص حمام میں بغیر لنگی کے ہرگز داخل نہ ہو۔''

اسی طرح امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: ''مِنَ الْأَدَبِ اَنْ لَّا يُدْخِلَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَمَّامَ فَيَنْظُرَ اِلىٰ عَوْرَتِهٖ'' (۳) ''حمام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ حمام کے اندر نہ لیکر جائے تاکہ اس کی نظریں اس کی شرمگاہ پر نہ پڑنے پائیں۔''

آپؑ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے: ''مَنْ دَخَلَ الْحَمَّامَ بِمِئْزَرٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ بِسِتْرِهٖ'' (۴) ''جو شخص لنگی پہن کر حمام میں داخل ہوگا خداوند عالم اپنے پردوں کے ذریعہ اسے چھپا کر رکھے گا۔''

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ كَرِهَ لَكُمْ أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ ... دُخُوْلَ الْأَنْهَارِ اِلَّا بِمِئْزَرٍ.'' (۵) ''اے لوگو! (امت مسلمہ) خداوند عالم کو یہ پسند نہیں ہے..... کہ تم بغیر لنگی کے نہر میں داخل ہوجاؤ۔''

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۵۲

(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۶۹، باب ۳

(۳) مکارم الاخلاق: ص ۵۳

(۴) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۷۴، باب ۳

(۵) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۶۹، باب ۳

نہانا صرف حمام ہی میں ضروری نہیں ہے البتہ اپنی شرمگاہ کو چھپانا ہر جگہ اور ہر ایک کے لئے ضروری ہے بلکہ دوسروں کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے. جیسا کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "مَنْ دَخَلَ الْحَمَّامَ فَغَضَّ طَرْفَهُ عَنِ النَّظَرِ اِلیٰ عَوْرَةِ أَخِيهِ آمَنَهُ اللهُ مِنَ الْحَمِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (۱) "جو شخص حمام میں داخل ہو اور اپنے کسی برادر مومن کی شرمگاہ کو نہ دیکھے تو خداوند عالم اسے قیامت کی جلا دینے والی گرمی سے محفوظ رکھے گا۔"

کسی نے امام محمد باقرؑ سے یہ سوال کیا کہ کیا امیر المومنینؑ نے حمام میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟

تو آپؑ نے فرمایا: "لَا، اِنَّمَا نَهَیٰ أَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ وَهُوَ عُرْيَانٌ فَاِذَا كَانَ عَلَيْهِ اِزَارٌ فَلَا بَأْسَ" (۲) "نہیں بلکہ امیر المومنینؑ نے بالکل برہنہ ہو کر قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے لیکن اگر وہ لنگی وغیرہ پہنے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔"

یہ بھی سنت ہے کہ بدن کے فالتو بال مثلاً بغل، زیر ناف بالوں کو پندرہ دن یا تین ہفتوں میں یا چالیس دن سے پہلے ایک بار ضرور تراش لے اور اگر چالیس دن گذر جائیں تو پھر کوئی فضیلت نہ رہ جائے گی۔ (۳)

۳۔ لباس کی صفائی

اسلام نے لباس کے رنگ اور اس کی جنس یا شکل وصورت سے پہلے اس کی صفائی اور ستھرائی پر زور دیا ہے روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو گندے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو آپؐ نے فرمایا:

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۷۴، باب ۳

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۵۲

(۳) بحار الانوار: ج ۷۶ باب ۶

"أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ؟" (۱) "کیا اسے اتنا پانی نہیں ملا جس سے یہ اپنے کپڑے دھولیتا۔" اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "مِنَ الدِّينِ الْمُتْعَةُ وَاِظْهَارُ النِّعْمَةِ" (۲) "نعمت سے استفادہ اور نعمت کا اظہار دین کا جز ہے۔"

اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "مَنِ اتَّخَذَ ثَوْباً فَلْيُنَظِّفْهُ" (۳) "جو شخص کوئی کپڑا پہنے تو اسے صاف ستھرا بھی رکھنا چاہئے۔"

آپؐ نے حضرت عائشہ سے خطاب کر کے فرمایا: "يَا عَائِشَةُ اِغْسِلِي هٰذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ الثَّوْبَ يُسَبِّحُ فَاِذَا اتَّسَخَ انْقَطَعَ تَسْبِيحُهُ" (۴) "اے عائشہ ان دونوں کپڑوں کو دھوڈالو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کپڑا بھی تسبیح خدا کرتا ہے مگر جب وہ کپڑا گندہ ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔"

مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "النَّظِيفُ مِنَ الثِّيَابِ يُذْهِبُ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ وَهُوَ طَهُورٌ لِلصَّلَاةِ" (۵) "صاف ستھرے کپڑوں سے رنج وغم دور ہوتا ہے اور یہ نماز کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اَلثَّوْبُ النَّقِيُّ يُكْبِتُ الْعَدُوَّ" (۶) "صاف ستھرا لباس دشمن کو ذلیل وخوار کردیتا ہے۔"

(۱) سنن ابی داؤد: ج ۴

(۲) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۳۹

(۳) اصول کافی: ج ۶، ص ۴۴۱

(۴) کنز العمال: خ ۲۶۰۰۹

(۵) اصول کافی: ج ۶ ص ۴۴۴

(۶) مکارم الاخلاق: ص ۱۰۳

مولائے کائناتؑ نے آیۂ شریفہ "وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ" "اور اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو۔" (۱) کی یہ وضاحت فرمائی ہے۔ "فَشَمِّرْ" "یعنی اس کو چھوٹا کرلو۔"

اسی آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ نے یہ فرمایا ہے: "أَيْ فَارْفَعْهَا وَلَا تَجُرَّهَا" "یعنی اسے اوپر اٹھائے رکھو اور زمین پر نہ گھسیٹو۔ کیونکہ اگر کپڑا زمین پر لگتا ہے تو وہ گندہ ہوجاتا ہے۔"

احادیث پیغمبر اکرمؐ اور معصومینؑ کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے افضل و بہتر سفید کپڑا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اکثر اوقات سفید رنگ کا لباس پہنتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے: "اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ وَأَطْهَرُ وَكَفِّنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ" (۲) "سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔"

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "أَحْسَنُ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ" (۳) "تمہارے لئے اپنی قبروں اور مسجدوں میں زیارت خدا کرنے کے لئے سب سے بہترین رنگ سفید ہے۔"

آپؐ ہی کا یہ ارشاد بھی ہے: "مِنْ أَحَبِّ ثِيَابِكُمْ اِلَى اللّٰهِ الْبَيَاضُ فَصَلُّوا فِيهَا وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ" (۴) "خداوند عالم کو تمہارا سفید لباس سب سے زیادہ پسند ہے لہذا اسی میں نماز پڑھو اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔"

(۱) مکارم الاخلاق: ص۱۰۳
(۲) کنز العمال: ح۴۱۱۰۱، کافی: ج۶ ص۴۴۵
(۳) میزان الحکمہ: باب ۳۵۴۸
(۴) کنز العمال: ح۴۱۱۱۷

کپڑے کی قسموں کے بارے میں روایات میں سوتی کپڑوں کی تاکید وارد ہوئی ہے جبکہ مردوں کے لئے ریشمی کپڑے حرام ہیں البتہ عورتیں ریشمی کپڑے پہن سکتی ہیں جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "اِلْبَسُوا ثِيَابَ الْقُطْنِ فَإِنَّمَا هُوَ لِبَاسُ رَسُولِ اللّٰهِ وَهُوَ لِبَاسُنَا" (۱) "سوتی کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ رسول اللہ کا لباس ہے اور یہی ہمارا لباس بھی ہے۔"

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِاُنَاثِهِمْ" (۲) "میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونے کا لباس حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔"

کپڑے کا اصل مقصد بدن کو ڈھانپنا ہے شان و شوکت کے اظہار اور فخر و مباہات کے لئے کپڑے پہننا شریعت کی نگاہ میں معیوب ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا يُبَاهِي بِهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَنْزَعَهُ" (۳) "جو شخص لوگوں کو دکھانے اور فخر و مباہات کرنے کے لئے کوئی کپڑا پہنتا ہے تو جب تک وہ اسے نہیں اتار دیتا خداوند عالم اس کی طرف نظر کرم نہیں کرتا۔"

(۱) اصول کافی: ج۶ ص۴۴۶
(۲) کنز العمال: ج۱۲۱۰
(۳) کنز العمال: ج۴۱۲۰۳

سبق کا خلاصہ:

اسلام کا اعلان ہے کہ ''صفائی ایمان کا جزء ہے'' لہٰذا مسلمان کا حلیہ اچھا ہونا چاہئے جیسے بال مناسب ہوں اور کپڑے گندے نہ ہوں۔

نہانا، بدن اور لباس کو صاف ستھرا رکھنا بھی اسلامی آداب کا جزء ہے جن پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔

سوالات:

۱۔ حدیث نبویؐ کے مطابق اسلام میں صفائی کی اہمیت کیا ہے؟

۲۔ خداوند عالم کس بندے سے نفرت کرتا ہے، ایک حدیث بیان کیجئے؟

۳۔ مختصر طور پر حمام کے آداب بیان کیجئے؟

۴۔ پیغمبر اکرمؐ نے سفید کپڑے پہننے کی کیوں تاکید فرمائی ہے؟

۵۔ اسلام نے کس لباس کو حرام قرار دیا ہے؟

سولہواں سبق

نظافت و آرائش (۲)

۴۔ مسواک

مسواک کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ''مَازَالَ جَبْرَئِیلُ یُوَصِّینِي بِالسِّوَاکِ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَیَجْعَلُهُ فَرِیضَةً'' ''جبرئیل نے مجھ سے مسواک کی اتنی تاکید کی ہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا تھا کہ اسے واجب قرار دیں گے۔''(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ''مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِیَاءِ السِّوَاکُ'' ''مسواک کرنا انبیاء کی سیرت ہے۔''(۲)

نیز پیغمبر اکرمؐ کے یہ اقوال بھی قابل توجہ ہیں: ''لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ وُضُوءِ کُلِّ صَلَاةٍ'' ''اگر میری امت کے لئے دشوار (اور مشکل) نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے لئے وضو کرنے سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''(۳)

....

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۲۶ باب ۱۸

(۲) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۳۱ باب ۱۸

(۳) سنن ابن ماجہ حدیث ۲۸۷، بحار ج ۷۳ ص ۱۳۷، باب ۱۸

سے منہ صاف ستھرا ہوجاتا ہے۔"(۱)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: "اَلسِّوَاکُ یَجْلُوا الْبَصَرَ" "مسواک کرنے سے آنکھوں کی بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۲)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: "عَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ فَاِنَّهُ یُذْهِبُ وَسْوَسَةَ الصَّدْرِ" "مسواک کیا کرو کیونکہ اس سے سینے کے وسوسے دور ہوجاتے ہیں۔"(۳)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: "اَلسِّوَاکُ یَجْلُوا الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ وَیُذْهِبُ بِالدَّمْعَةِ" "مسواک سے آنکھیں تیز ہوتی ہیں بال اگتے ہیں اور آنکھوں سے پانی گرنا بند ہوجاتا ہے۔"(۴)

پیغمبر اکرمؐ نے مسواک کا ایک فائدہ یہ بھی بیان فرمایا ہے: "اَلسِّوَاکُ یَزِیْدُ الرَّجُلَ فَصَاحَةً" "مسواک سے انسان کی فصاحت میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۵)

مسواک کا طریقہ

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "اِسْتَاکُوْا عَرْضاً وَلَا تَسْتَاکُوا طُوْلاً" عرض (چوڑائی) میں مسواک کیا کرو طول (لمبائی) کی طرف مسواک نہ کیا کرو۔(۶)

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۲۹، باب ۱۸
(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۴، باب ۱۸
(۳) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸
(۴) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۷، باب ۱۸
(۵) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۵، باب ۱۸
(۶) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "اِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاکُوا بِالْغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاکُوا بِالْعَشِیِّ، فَاِنَّهُ لَیْسَ مِنْ صَائِمٍ تَیْبَسُ شَفَتَاهُ بِالْعَشِیِّ اِلَّا کَانَ نُوراً بَیْنَ عَیْنَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" "جب تم روزہ رکھو تو صبح سویرے (اذان سے پہلے) مسواک کیا کرو اور شام کو (مغرب سے پہلے) مسواک نہ کیا کرو کیونکہ ہر روزہ دار کے دونوں ہونٹ شام تک خشک ہوجاتے ہیں اور یہ کیفیت روز قیامت اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نور کی طرح نمودار ہوگی۔"(۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "اِنَّ السِّوَاکَ فِي السَّحَرِ وَقَبْلَ الْوُضُوْءِ مِنَ السُّنَّةِ" "سحر میں وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے۔"(۲)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَا تَدَعْهُ (أَيِ السِّوَاکَ) فِي کُلِّ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ وَلَوْ اَنْ تُمِرَّهُ مَرَّةً وَاحِدَةً" "تین دن میں ایک بار مسواک ضرور کرلیا کرو چاہے اسے ایک بار ہی دانتوں پر پھیرلو۔"(۳)

۵۔ بال کٹوانا

سر کے بال اور مونچھیں چھوٹی کرنا اور داڑھی نہ مونڈنا بھی اسلام کے آداب میں شامل ہے جنکی پابندی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "لِیَاْخُذْ اَحَدُکُمْ مِنْ شَارِبِهِ وَالشَّعْرِ الَّذِي فِي اَنْفِهِ وَلْیَتَعَاهَدْ نَفْسَهُ فَاِنَّ ذٰلِکَ یَزِیْدُ فِي جَمَالِهِ" "تم میں سے ہر ایک اپنی مونچھیں اور ناک کے اندر اگنے والے بال ضرور کاٹا رہے اور اپنی شکل وصورت کا خیال رکھے اس سے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۴)

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۳۹، باب ۱۸
(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱
(۳) اصول کافی، ج ۳، بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۳۷، باب ۱۸
(۴) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۰۹، باب ۱۲

☆ "صَلاةٌ عَلىٰ اَثَرِ السِّوَاکِ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَسَبعِينَ صَلاةٍ بِغَيْرِ السِّوَاکِ"
''مسواک کے ساتھ ایک نماز پڑھنا بغیر مسواک کئے پچھتر نمازوں سے بہتر ہے۔''(۱)

آپؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی: "عَلَيْکَ بِالسِّوَاکِ لِکُلِّ صَلَاةٍ" ''ہر نماز سے پہلے مسواک ضرور کیا کرو۔''(۲)

☆ "اَلسِّوَاکُ شَطْرُ الْوُضُوْءِ وَالْوُضُوْءُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ" "مسواک وضو کا اور وضو ایمان کا جزء ہے۔''(۳)

☆ "اِنَّ اَفْوَاهَکُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ فَطَيِّبُوْهَا بِالسِّوَاکِ" ''تمہارا منہ قرآن مجید کی گذرگاہ ہے لہٰذا اسے مسواک کے ذریعہ صاف ستھرا رکھو۔''(۴)

☆ "طَهِّرُوْا اَفْوَاهَکُمْ فَاِنَّهَا طُرُقُ الْقُرْآنِ" "اپنے منہ کو صاف ستھرا رکھو کیونکہ یہ قرآن مجید کا راستہ ہے۔''(۵)

☆ "نَظِّفُوْا طَرِيْقَ الْقُرْآنِ" قرآن مجید کی راہوں کو صاف ستھرا رکھو عرض کیا گیا یہ قرآن کی راہیں کونسی ہیں؟

فرمایا: "اَفْوَاهَکُمْ" "منہ، کسی نے پوچھا: انہیں کس طرح صاف رکھا جائے؟ تو فرمایا: "بِالسِّوَاکِ" مسواک کے ذریعہ۔(۶)

---

(۱) بحار الانوار: ج ۷۷ص ۳۴۴، باب ۷
(۲) بحار الانوار: ج ۷۳ص ۱۳۲، باب ۱۸
(۳) کنز العمال حدیث ۲۶۹۹، بحار الانوار: ج ۷۳ص ۱۴۰باب ۱۸
(۴) سنن ابن ماجہ حدیث ۲۹۱، بحار الانوار: ج ۸۱ص ۳۳۰
(۵) کنز العمال حدیث ۲۸۰۴، المستدرک ج ۱ص ۳۶۷
(۶) بحار الانوار: ج ۷۳ص ۱۳۰، باب ۱۸

☆ "اَفْوَاهُکُمْ طَرِيْقٌ مِنْ طُرُقِ رَبِّکُمْ فَاَحَبُّهَا اِلَى اللّٰهِ اَطْيَبُهَا رِيْحاً فَطَيِّبُوْهَا بِمَا قَدَرْتُمْ عَلَيْهِ"

''تمہارے منہ تمہارے رب کے راستے ہیں چنانچہ ان میں سے خدا کو سب سے زیادہ پسندیدہ منہ وہ ہے جو زیادہ خوشبودار ہو لہٰذا جتنا ممکن ہو انہیں صاف ستھرا رکھا کرو۔''(۱)

☆ "مَالِي اَرَاكُمْ تَدْخُلُوْنَ عَلَيَّ قُلْحاً مُرْغاً مَا لَكُمْ لَا تَسْتَاكُوْنَ" ''جب تم میرے پاس آتے ہو تو تمہارے دانت پیلے کیوں رہتے ہیں تم لوگ مسواک کیوں نہیں کرتے ہیں۔''(۲)

مسواک کے فائدے

پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائناتؑ سے فرمایا: "يَا عَلِيُّ فِي السِّوَاکِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ خَصْلَةً: هُوَ مِنَ السُّنَّةِ وَهُوَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَجْلَاةٌ لِلْبَصَرِ وَيُرْضِي الرَّحْمٰنَ وَيُبَيِّضُ الْاَسْنَانَ وَيُذْهِبُ بِالْحضرِ وَيَشُدُّ اللِّثَّةَ وَيُشَهِّي الطَّعَامَ وَيُذْهِبُ بِالْبَلْغَمِ وَيَزِيْدُ فِي الْحِفْظِ وَيُضَاعِفُ الْحَسَنَاتِ وَيُفْرِحُ الْمَلَائِكَةَ" ''اے علی مسواک میں بارہ خاصیتیں ہیں: یہ سنت ہے اور منہ کو صاف ستھرا، بینائی کو زیادہ، خدائے رحمان کو راضی، دانتوں کو سفید، اور ان کی گندگی کو دور، جڑوں کو مضبوط، کھانے کی اشتہا میں اضافہ، بلغم کو دور، حافظہ کو قوی، حسنات کو دوگنا اور ملائکہ کو خوشحال کرتی ہے۔''(۳)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "اَلسِّوَاکُ مِنْ مَرْضَاةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّةٌ لِلنَّبِيِّ وَمَطْيَبَةٌ لِلْفَمِ" ''مسواک کرنے میں خدا کی رضا ہے اور یہ پیغمبر اکرمؐ کی سنت پر عمل ہے اور اس

---

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۳۱، باب ۱۸
(۲) اصول کافی ج ۶، بحار ج ۷۳، ۱۳۲، باب ۱۸
(۳) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۳۴۶، باب ۷

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "أَخْذُ الشَّعْرِ مِنَ الْأَنْفِ يُحَسِّنُ الْوَجْهَ" "ناک کے بال کاٹنے سے چہرہ حسین معلوم ہوتا ہے۔"(۱)

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: "لَا يُطَوِّلَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَخْبأً يَسْتَتِرُ بِهِ" "لمبی مونچھیں نہ رکھو کیونکہ شیطان اسے اپنی پناہ گاہ بنا کر اسی میں چھپ جاتا ہے۔"(۲)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: "مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا" "جو شخص اپنی مونچھیں نہ کتروائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحَى وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ" "مونچھیں چھوٹی رکھو، اور داڑھی لمبی اور اپنے کو یہودیوں کی شبیہ نہ بناؤ۔"(۳)

جناب علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے داڑھی کا حکم معلوم کیا تو آپؑ نے فرمایا: "أَمَّا مِنْ عَارِضَيْهِ فَلَا بَأْسَ وَأَمَّا مِنْ مُقَدَّمِهَا فَلَا يَأْخُذْ" "رخسار کے اوپر سے تراشنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ سامنے کی طرف سے صاف نہ کرو۔"(۴)

امام جعفر صادقؑ نے داڑھی کے حدود کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے: "تَقْبِضُ بِيَدِكَ عَلَى اللِّحْيَةِ وَتَجُزُّ مَا فَضَلَ" "اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر دیکھو چنانچہ جتنی مٹھی سے زیادہ ہو اسے کاٹ دو۔"(۵)

---

(۱) بحار الانوار: ص۱۰۹، باب۱۲

(۲) بحار الانوار: ص۱۱۲، باب۱۳

(۳) مکارم الاخلاق طبرسی

(۴) بحار الانوار: ج۷۶ باب۱۳، مکارم الاخلاق ص۶۸

(۵) بحار الانوار: ج۷۳، باب۱۳، ص۱۱۲

آپؑ ہی سے منقول ہے: "مَا زَادَ مِنَ اللِّحْيَةِ عَنِ الْقَبْضَةِ فَفِي النَّارِ" "ایک مٹھی سے اضافی داڑھی جہنم کا حصہ ہے۔"(۱)

بالوں کی خوبصورتی کے متعلق پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "اَلشَّعْرُ الْحَسَنُ مِنْ كِسْوَةِ اللّٰهِ فَأَكْرِمُوهُ" "اچھے بال، خدائی پوشاک ہیں لہٰذا ان کا احترام کرو۔"(۲)

امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے: "اَلْمُشْطُ يُنْفِي الْفَقْرَ وَيُذْهِبُ الدَّاءَ" "کنگھی کرنے سے فقر اور مرض دور ہوتا ہے۔"(۳)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اِمْرَارُ الْمُشْطِ عَلَى صَدْرِكَ يُذْهِبُ بِالْهَمِّ" "سینہ کے اوپر کنگھی پھیرنے سے رنج و غم دور ہوتا ہے۔"(۴)

امام رضاؑ سے قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾(۵) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "مِنْ ذٰلِكَ التَّمَشُّطُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ" "انہیں زینتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر نماز سے پہلے بالوں میں کنگھا کرے۔"(۶)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: "كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ إِذَا طَالَ، طَالَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ" "پیغمبر اکرمؐ کے سر کے بال زیادہ سے زیادہ کانوں کی لووں تک لمبے رہتے تھے۔"(۷)

---

(۱) بحار الانوار: ج۷۳، ص۱۲۹، باب۱۳

(۲) بحار الانوار: ج۷۳، ص۱۱۶، باب۱۴

(۳) بحار الانوار: ص۱۱۳، ۱۴

(۴) بحار الانوار: ج۷۳، ص۱۱۴، باب۱۵

(۵) سورۂ اعراف آیت ۳۱

(۶) مکارم الاخلاق: ص۶۹

(۷) مکارم الاخلاق: ص۷۰

ناخن کاٹنا

پیغمبر اکرمؐ نے ناخن کاٹنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْ أَنَامِلِهِ دَاءً وَأَدْخَلَ فِيهَا شِفَاءً"" جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے خداوند عالم اس کی انگلیوں سے بیماری باہر نکال کر ان میں شفا داخل کر دے گا۔"(۱)

امام جعفر صادقؑ سے آپ کے ایک صحابی نے یہ عرض کی کہ مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائیں جس سے میرے رزق میں اضافہ ہو جائے تو آپؑ نے فرمایا: "خُذْ مِنْ شَارِبِكَ وَأَظْفَارِكَ وَلْيَكُنْ ذٰلِكَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ"" اپنی مونچھیں اور ناخن کاٹو اور یہ کام روز جمعہ کیا کرو۔"(۲)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يُؤْمِنُ مِنَ الْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَالْعَمٰى"" روز جمعہ ناخن کاٹنے سے جذام، برص اور نابینائی سے نجات مل جاتی ہے۔"(۳)

آپؑ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے: "مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ وَقَصَّ شَارِبَهُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ أُعْطِيَ بِكُلِّ قُلَامَةٍ وَجُزَازَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ"" جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹے اور پھر یہ کہے، بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، تو اسے ہر ناخن کاٹنے کے عوض اولاد جناب اسماعیلؑ میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔(۴)

---

(۱) مکارم الاخلاق: ص۶۴

(۲) بحار الانوار: ج۷۳ ص۱۱۰، باب ۱۳

(۳) بحار الانوار: ج۷۳، ص۱۱۰، باب ۱۳

(۴) بحار الانوار: ج۷۳ ص۱۱۰، باب ۱۱

روز جمعہ کی تاکید اس لئے ہے تاکہ کم از کم ہر ہفتہ ہمیں صفائی کی عادت رہے ورنہ صفائی کا خیال رکھنا ہمیشہ اور ہر وقت ضروری ہے لہٰذا ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اگر ناخن بڑے ہو جائیں تو جمعہ کا انتظار کرنا ضروری ہے جیسا امام موسیٰ کاظمؑ سے کسی نے پوچھا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ناخن اور مونچھیں صرف جمعہ کے دن ہی کاٹنا ضروری ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ! خُذْهَا إِنْ شِئْتَ فِي الْجُمُعَةِ وَإِنْ شِئْتَ فِي سَائِرِ الْأَيَّامِ"" تمہارا دل چاہے تو جمعہ کے دن کاٹ لو اور اس کے علاوہ بھی جس دن چاہو کاٹ سکتے ہو۔(۱)

یعنی اگر وقت نہ مل سکے تو کبھی بھی کاٹ سکتا ہے البتہ جمعہ کے دن کی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ روز جمعہ یہ سارے کام مستحب ہیں چنانچہ جب امام جعفر صادقؑ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا یہ ثواب بیان فرمایا: "لَا يَزَالُ مُطَهَّراً إِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى"" وہ آئندہ جمعہ تک پاکیزہ رہے گا۔"(۲)

اور پیغمبر اکرمؐ سے یہ روایت ہے: "مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَأَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ عُوفِيَ مِنْ وَجَعِ الْأَضْرَاسِ وَوَجَعِ الْعَيْنَيْنِ"" جو شخص ہفتہ اور جمعرات کو اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹے گا وہ دانتوں اور آنکھوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔"(۳)

امام محمد باقرؑ نے ناخن کاٹنے کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے: "إِنَّ مَنْ يُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَبْدَأُ بِخِنْصَرِهِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرٰى وَيَخْتِمُ بِخِنْصَرِهِ مِنْ يَدِهِ الْيُمْنٰى"" جو شخص روز جمعہ اپنے ناخن کاٹے وہ بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔"(۴)

---

(۱) مکارم الاخلاق: ص۶۴

(۲) مکارم الاخلاق: ص۶۵

(۳) مکارم الاخلاق: ص۶۵

(۴) مکارم الاخلاق: ص۶۶

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے صفائی اور حفظان صحت پر خاص طور سے زور دیا ہے اسی لئے مومنین کرام کو ہر روز مسواک کرنے اور ہر ہفتہ بال اور ناخن کاٹنے کی بھی بہت تاکید کی ہے۔

سوالات:

۱۔ مسواک کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے اس بارے میں ایک حدیث نبویؐ بیان کیجئے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے مسواک کرنے کے کیا فوائد بیان فرمائے ہیں؟

۳۔ مسواک کرنے کے بہترین اوقات اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

۴۔ سر کے بال اور داڑھی، مونچھیں کیسی ہونا چاہئیں؟ حدیث کی روشنی میں بتایئے۔

۵۔ کنگھا کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ ایک حدیث ذکر کیجئے؟

۶۔ ناخن کاٹنے کا صحیح طریقہ اور اس کا مناسب وقت کیا ہے؟

سترہواں سبق

نظافت و آرائش (۳)

۷۔ عطریات اور خوشبو کا استعمال

روایات اور احادیث معصومینؑ میں عطر اور خوشبو استعمال کرنے کی کافی تاکید موجود ہے۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"اَلطِّیبُ یَشُدُّ الْقَلْبَ" "خوشبو سے دل مضبوط ہوتا ہے۔" (۱)

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہے: "اَلْعِطْرُ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِینَ" "عطر مرسلین کی سنت ہے۔" (۲)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: "اَلطِّیبُ مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِیَاءِ" "خوشبو انبیاء کے اخلاق کا جز ہے۔" (۳)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِیَاءِ التَّطَیُّبُ" "اخلاق انبیاء میں خوشبو کا استعمال کرنا بھی شامل ہے۔" (۴)

---

(۱) اصول کافی، ج ۶ ص ۵۱۰

(۲) اصول کافی، ج ۶ ص ۵۱۰

(۳) مکارم الاخلاق، ص ۴۰

(۴) مکارم الاخلاق، ص ۴۰

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یُحِبُّ الْجَمَالَ وَالتَّجَمُّلَ وَیَکْرَهُ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ اِذَا اَنْعَمَ عَلیٰ عَبْدٍ نِعْمَةً اَحَبَّ اَنْ یَریٰ عَلَیْهِ اَثَرَهَا. قِیلَ: وَکَیْفَ ذٰلِکَ؟ قَالَ یُنَظِّفُ ثَوْبَهُ وَیُطَیِّبُ رِیحَهُ وَیُبَیِّضُ دَارَهُ وَیَکْنُسُ اَفْنِیَتَهُ حَتّٰی اَنَّ السِّرَاجَ قَبْلَ مَغِیبِ الشَّمْسِ یَنْفِي الْفَقْرَ وَیَزِیدُ فِي الرِّزْقِ" "خداوند عالم حسن وجمال اور زینت کو پسند کرتا ہے نیز بدصورت اور گندہ بنے رہنے سے کراہیت رکھتا ہے. خداوند عالم اپنے کسی بندے پر جب کوئی نعمت نازل کرتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے اوپر اس کا اثر بھی نمایاں ہو. عرض کیا گیا وہ کس طرح؟ فرمایا: اس طرح کہ اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھے، خوشبو لگائے، گھر کی صفائی کرے، جھاڑو لگائے حتی کہ سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ روشن کرنے سے فقر دور ہوتا ہے اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۱)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ: النِّسَاءُ وَالطِّیبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَیْنِي فِي الصَّلَاةِ" "تمہاری دنیا میں سے عورتوں اور خوشبو کو میرے لئے پسندیدہ بنایا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"(۲)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: "اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِینَ: اَلْعِطْرُ وَالنِّسَاءُ وَالسِّوَاکُ وَالْحِنَّاءُ" "چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں. عطر، عورتیں، مسواک، مہندی۔"(۳)

ایک اور روایت میں آپؐ سے نقل کیا گیا ہے: "لَا تَدَعِ الطِّیبَ فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۴۱
(۲) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۴۲ باب ۱۹
(۳) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۴۲ باب ۱۹

تَسْتَنْشِقُ رِیحَ الطِّیبِ مِنَ الْمُؤْمِنِ فَلَا تَدَعِ الطِّیبَ فِي کُلِّ جُمُعَةٍ" "خوشبو کے استعمال کو ترک نہ کرنا کیونکہ ملائکہ مومن کی خوشبو کو سونگھتے ہیں لہٰذا جمعہ کے دن خوشبو کے استعمال کو ترک نہ کرنا۔"(۱)

امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "مَنْ تَطَیَّبَ اَوَّلَ النَّهَارِ لَمْ یَزَلْ عَقْلُهُ مَعَهُ اِلَی اللَّیْلِ" "جو شخص دن کے آغاز میں خوشبو استعمال کرے گا تو رات تک اس کی عقل اس کے ساتھ رہے گی۔"(۲)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: "لَا یَنْبَغِي لِلرَّجُلِ اَنْ یَدَعَ الطِّیبَ فِي کُلِّ یَوْمٍ فَاِنْ لَمْ یَقْدِرْ عَلَیْهِ فَیَوْمٌ وَیَوْمٌ لَا، فَاِنْ لَمْ یَقْدِرْ فَفِي کُلِّ جُمُعَةٍ" "انسان کو کسی بھی دن خوشبو ترک نہیں کرنا چاہئے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایک دن چھوڑ کر لگائے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو پھر ہر جمعہ کو خوشبو استعمال کرے۔"(۳)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے: "مَا اَنْفَقْتَ فِي الطِّیبِ فَلَیْسَ بِسَرَفٍ" "خوشبو کے لئے جتنا خرچ کیا جائے اسراف نہیں ہے۔"(۴)

آپؑ سے یہ بھی منقول ہے: "کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ یُنْفِقُ فِي الطِّیبِ اَکْثَرَ مِمَّا یُنْفِقُ فِي الطَّعَامِ" "پیغمبر اکرمؐ خوشبو کے لئے اپنے کھانے سے زیادہ خرچ کیا کرتے تھے۔"(۵)

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۱
(۲) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۰
(۳) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۰
(۴) مکارم الاخلاق: ص ۴۱
(۵) وسائل الشیعه: ج ۲ ص ۱۴۶

مولائے کائنات بیان فرماتے ہیں: "اِنَّ النَّبِيَّ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَالْحَلْوَاءَ" "نبی اکرمؐ خوشبو اور حلوے سے کبھی منع نہیں کرتے تھے۔" (۱)

انس بن مالک کا بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں جب کبھی بھی عطر پیش کیا جاتا تھا تو آپ اسے واپس نہیں کرتے تھے۔ (۲)

امام جعفر صادقؑ سے آپ کے کسی صحابی نے یہ سوال کیا کہ جسے ہدیہ میں عطر دیا جائے اور وہ اسے واپس کردے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: "لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَرُدَّ الْكَرَامَةَ" "اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کریمانہ کارخیر کو رد کرے۔" (۳)

۸۔ گھر اور اسکے اطراف کی صفائی

اسلام نے جس طرح بدن اور لباس کی صفائی ستھرائی کی تاکید کی ہے اور اس کے لئے خاص آداب وضع کئے ہیں اسی طرح اس نے گھر اور گلی کوچوں بلکہ انسان سے متعلق تمام چیزوں کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے مختصر یہ کہ اسلام ہر چیز کو صاف ستھرا اور جاذب نظر دیکھنا چاہتا ہے۔ مسلمان کو صرف اپنے اخلاق اور معنویات ہی نہیں بلکہ اپنے عادات واطوار، نظافت، خوشنما ظاہر اور صاف ستھرے سماج اور معاشرہ کی بنا پر غیروں کے لئے نمونہ عمل ہونا چاہئے. مذہب اسلام اور ہادیان دین کو اسلامی معاشرہ میں کثافت وگندگی اور نحوست کسی بھی سطح پر گوارہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس سے مختلف قسم کی بیماریوں اور وباؤں سے بھی محفوظ رہا جاسکتا ہے. اسی لئے بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ بعض روایات میں "شیطان" سے مراد جراثیم اور بیماری کے وائرس ہیں مثال کے طور پر پیغمبر اکرمؐ کی یہ

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۵۱۳
(۲) سنن ابن ماجہ: ج ۸
(۳) وسائل الشیعہ: ج ۲ ص ۱۴۷

حدیث ملاحظہ فرمائیں: "لَا يُطَوِّلَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَخْبَأً يَسْتَتِرُ بِهِ" "تم میں سے کوئی بھی مونچھیں نہ بڑھائے کیونکہ شیطان اس میں گھونسلا بنالیتا ہے اور اس میں چھپا رہتا ہے۔" (۱)

چنانچہ اگر ہم سب پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی ان تعلیمات پر باقاعدہ عمل کریں تو ہماری زندگی بالکل صاف وشفاف ہوجائے گی اور ہمارا ماحول بھی ہر طرح کی آلودگی، گندگی، بیماری، اور وبا سے محفوظ رہے گا۔

اس بارے میں دو طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں. کچھ احادیث میں ماحول کی صفائی پر زور دیا گیا ہے جبکہ کچھ احادیث میں اس کے آداب اور طریقے بتائے گئے ہیں۔

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہم جس حد تک اپنے گھر کی صفائی کا خیال رکھیں گے اتنا ہی ہمیں ماحول اور اپنے گھر کے اطراف کی صفائی کا خیال بھی رہے گا. کیونکہ گھر سے باہر کی صفائی کا دارومدار بھی دراصل گھر کی صفائی پر ہے. کیونکہ جو شخص اپنے گھر میں صاف ستھرا رہنے کا عادی ہو وہ گھر سے باہر بھی صاف ستھرا رہنے کی کوشش کرے گا اور گلی کوچوں اور سڑکوں کو گندہ کرکے دوسروں کے حقوق ضائع نہیں کرے گا۔

امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے: "كَنْسُ الْبُيُوتِ يَنْفِي الْفَقْرَ" "گھر میں جھاڑو لگانے سے فقر دور ہوتا ہے۔" (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: "غَسْلُ الْإِنَاءِ وَكَنْسُ الْفِنَاءِ مَجْلَبَةٌ لِلرِّزْقِ" "برتن دھونے اور گھر میں جھاڑو لگانے سے رزق بڑھتا ہے۔" (۳)

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۴۸۸
(۲) وسائل الشیعہ: ج ۵ ص ۳۱۷
(۳) وسائل الشیعہ: ج ۵ ص ۳۱۷
(۳) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۷۴، باب ۳۶

حدیث نبویؐ میں ہے کہ: ''لا تؤوُوا مَنْدِيلَ اللَّحْمِ فِي الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَرْبَضُ الشَّيْطَانِ، وَلاتؤوُوا التُّرابَ خَلْفَ الْبَابِ فَإِنَّهُ مَأْوَى الشَّيْطَانِ'' ''گوشت کے کپڑے کو گھر میں نہ چھوڑو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے اوراسی طرح کوڑا کرکٹ دروازے کے پیچھے نہ چھوڑ دو کیونکہ وہ شیطان کی پناہ گاہ ہے۔''(۱)

اسی طرح آپؐ سے یہ بھی نقل ہوا ہے: ''لا تُبِيتُوا الْقُمَامَةَ فِي بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوهَا نَهَاراً فَإِنَّهَا مَقْعَدُ الشَّيْطَانِ'' ''رات کو اپنے گھر میں کوڑا نہ رہنے دو بلکہ دن میں ہی اسے باہر پھینک دو کیونکہ وہ شیطان کا مسکن ہے۔''(۲)

امیر المومنینؑ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ''لا تَذَرُوا مِنْدِيلَ الْغَمْرِ فِي الْبَيْتِ فَإِنَّهُ مَرْبَضُ الشَّيْطَانِ'' ''چربی لگے ہوئے کپڑے کو گھر میں نہ چھوڑا کرو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔''(۳)

آپؑ سے یہ بھی منقول ہے: ''بَيْتُ الشَّيَاطِينِ مِنْ بُيُوتِكُمْ بَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ'' ''تمہارے گھروں کے اندر شیطان کا گھر مکڑی کے جالے ہیں۔''(۴)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''نَظِّفُوا بُيُوتَكُمْ مِنْ حَوْكِ الْعَنْكَبُوتِ فَإِنَّ تَرْكَهُ فِي الْبَيْتِ يُورِثُ الْفَقْرَ'' ''گھر کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھو کیونکہ انہیں گھر میں چھوڑ دینے سے غربت پیدا ہوتی ہے۔''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ''نَهَى رَسُولُ اللّهِ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتاً مُظْلِماً إِلَّا بِمِصْبَاحٍ

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳ ص ۱۷۴، باب ۳۶
(۲) وسائل الشیعہ: ج ۵ ص ۳۱۸
(۳) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۷۶، باب ۳۶
(۴) وسائل الشیعہ: ج ۵، ص ۳۲۲

''رسول اللہ نے تاریک گھر میں چراغ لئے بغیر داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔''(۱) یا دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ''إِنَّ رَسُولَ اللّهِ كَرِهَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتاً مُظْلِماً إِلَّا بِسِرَاجٍ'' ''پیغمبر اکرمؐ تاریک گھر میں چراغ کے بغیر داخل ہونے سے کراہت رکھتے تھے۔''

آپؐ ہی سے یہ روایت بھی ہے: ''السِّرَاجُ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَيَزِيدُ فِي الرِّزْقِ'' ''سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ جلانے سے غربت دور ہوتی ہے اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔''(۲)

امام رضاؑ فرماتے ہیں: ''إِسْرَاجٌ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يَنْفِي الْفَقْرَ'' ''سورج ڈوبنے سے پہلے چراغ جلانے سے فقر دور ہوتا ہے۔''(۳)

ماحولیاتی صفائی

روایات میں عام لوگوں کے استعمال میں آنے والے مقامات جیسے سڑک، گلی کوچے، پانی کے چشمے (ٹنکیاں) پھل دار درخت، سایہ دار درخت جنکے سائے میں لوگ بیٹھتے ہیں مسجد اور گھروں کے آس پاس یا جس جگہ بھی لوگوں کو پریشانی ہو وہاں پیشاب، پاخانہ کرنے اور ان جگہوں کو گندہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے یہ روایت نقل کی ہے: ''نَهَى رَسُولُ اللّهِ أَنْ يَتَغَوَّطَ عَلَى شَفِيرِ بِئْرِ مَاءٍ يُسْتَعْذَبُ مِنْهَا أَوْ نَهْرٍ يُسْتَعْذَبُ أَوْ تَحْتَ شَجَرَةٍ فِيهَا ثَمَرَتُهَا'' ''جس کنویں سے لوگ پینے کا پانی بھرتے ہیں اس کے دہانے پر

(۱) وسائل الشیعہ: ج ۵، ص ۳۲۲
(۲) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۱۷۵، باب ۳۶
(۳) وسائل الشیعہ: ج ۳، ص ۵۷۳

یا پینے کے پانی کی نہر کے راستے پر یا پھل دار درخت کے نیچے پائخانہ کرنے سے رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے۔"(۱)

آپؑ نے یہ روایت کی ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ثَلاٰثٌ (ثَلٰثَةٌ)، مَلْعُونٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ: اَلْمُتَغَوِّطُ فِي ظِلِّ النَّزَالِ وَالْمَانِعُ الْمَاءِ الْمُتَنَابِ وَسَادُّ الطَّرِيقِ الْمَسْلُوكِ" رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: "تین آدمی، تین آدمی، اپنی حرکتوں کی وجہ سے ملعون ہیں. سایہ دار جگہ پر (جہاں لوگ ٹھہرتے ہیں) پائخانہ کرنے والا، دوسروں کا پانی روکنے والا، عام راستوں کو بند کرنے والا۔"(۲)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "نَهىٰ رَسُولُ اللّٰهِ أَنْ يَبُولَ أَحَدٌ تَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ أَوْ عَلَىٰ الْقَارِعَةِ الطَّرِيقِ" "پیغمبر اکرمؐ نے پھل دار درخت اور راستوں پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔"(۳)

امام جعفر صادقؑ نے اپنے اجداد طاہرینؑ کے واسطہ سے پیغمبر اکرمؐ کی یہ روایت نقل کی ہے: "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَرْبَعاً وَعِشْرِيْنَ خَصْلَةً وَنَهَاكُمْ عَنْهَا. اِلىَ أَنْ قَالَ: وَكَرِهَ الْبَوْلَ عَلىٰ شَطِّ نَهْرٍ جارٍ وَكَرِهَ أَنْ يَحْرُثَ الرَّجُلُ تَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ قَدْ اَيْنَعَتْ أَوْ نَخْلَةٍ قَدْ أَيْنَعَتْ يَعْنِي أُثْمَرَتْ" "اے میری امت کے لوگو! خداوند عالم کو تمہارے لئے چوبیس چیزیں پسند نہیں ہیں اسی لئے اس نے تمہیں ان سے منع کیا ہے. یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: کہ کوئی جاری نہر کے ساحل پر پیشاب کرے یا کسی پھل دار درخت کے نیچے یا جس درخت پر کھجوریں لگی ہوں اس کے نیچے پائخانہ کرے یہ بھی اسے پسند نہیں ہے۔"(۴)

(۱) وسائل الشیعہ: ج۱ ص۳۲۵

(۲) وسائل الشیعہ: ج۱ ص۳۲۵

(۳) وسائل الشیعہ: ج۱ ص۳۲۵

(۴) وسائل الشیعہ: ج۱ ص۳۲۸

کسی شخص نے امام زین العابدینؑ سے سوال کیا کہ پائخانہ کس جگہ کر سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "يَتَّقِي شُطُوطَ الْأَنْهَارِ وَالطُّرُقَ النَّافِذَةَ وَتَحْتَ الْأَشْجَارِ الْمُثْمِرَةِ وَمَوَاضِعَ اللَعْنِ فَقِيلَ لَهُ: وَأَيْنَ مَوَاضِعُ اللَّعْنِ؟ قالَ: أَبْوَابَ الدُوْرِ" "نہروں کے ساحل، عام راستوں، پھل دار درختوں کے نیچے اور لعنت و ملامت کی جگہ سے دور، عرض کیا گیا کہ یہ لعنت و ملامت والی جگہیں کونسی ہیں تو فرمایا: گھروں کے دروازے۔"(۱)

(۱) وسائل الشیعہ: ج۱ ص۳۲۴

سبق کا خلاصہ:

عطر لگانے اور، گھر اور ماحول کو صاف رکھنے کے لئے بھی اسلام نے خاص تاکید کی ہے اس سے اسلامی سماج اور معاشرہ صاف ستھرا رہتا ہے۔

سوالات:

۱۔خوشبو اور عطر لگانے کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک حدیث بیان فرمائیں؟

۲۔عطریات پر مسلمان کس حد تک خرچ کر سکتا ہے؟

۳۔گھر کی صفائی کے بارے میں معصومین علیہم السلام نے کیا فرمایا ہے؟

۴۔کن جگہوں پر پیشاب، پائخانہ کرنا منع ہے؟

اٹھارہواں سبق

بیت الخلاء کے آداب

بدن، لباس، گھر اور ماحول کی صفائی کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے واقف ہونے کے بعد اس موضوع کی تکمیل کے لئے بیت الخلاء کے آداب کے بارے میں بھی اسلامی تاکیدات کی طرف ایک اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔لوگوں کی نگاہ سے دور:

ایسی جگہ رفع حاجت کرے کہ جہاں لوگ اسے نہ دیکھ سکیں. لہٰذا اگر بیت الخلاء بنا ہو تو وہ ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی دیواریں بلند ہوں اور حتی الامکان چھت اور دروازہ بھی ہو تا کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے اور اگر صحرا و بیابان میں ہو تو لوگوں کی نگاہوں سے دور چلا جائے یا کسی گہرائی میں یا ٹیلہ کے پیچھے بیٹھے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "مَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ" "جو آدمی پائخانہ کرنے جائے وہ اپنے کو (دوسروں کی نظروں سے) چھپائے۔"(۱)

آپؑ ہی سے یہ روایت منقول ہے: "قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: إِذَا سَافَرْتَ مَعَ قَوْمٍ

(۱) وسائل الشیعہ ج۱ ص۳۰۶

فَأَكْثِرِ اسْتِشَارَتَهُم، (إلى أنْ قَالَ) وَإِذَا أَرَدْتَ قَضَاءَ حَاجَتِكَ فَأَبْعِدِ الْمَذْهَبَ فِي الْأَرْضِ" ''جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: جب تم کسی قوم وقبیلہ کے ساتھ سفر کرو تو ان سے زیادہ سے زیادہ مشورہ کرو یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اور جب تمہیں بیت الخلاء کی حاجت ہو تو راستہ سے دور چلے جاؤ۔''

آپ ہی سے یہ بھی روایت ہے: "مَا أُوتِيَ لُقْمَانُ الْحِكْمَةَ لِحَسَبٍ وَلَا مَالٍ وَلَا بَسْطٍ فِي جِسْمٍ وَلَا جَمَالٍ وَلَٰكِنَّهُ كَانَ رَجُلاً قَوِيّاً فِي أَمْرِ اللهِ مُتَوَرِّعاً فِي اللهِ سَاكِناً مِسْكِيناً (إلى أنْ قَالَ) وَلَمْ يَرَهُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ عَلَىٰ بَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ قَطُّ وَلَا اغْتِسَالٍ لِشِدَّةِ تَسَتُّرِهِ وَتَحَفُّظِهِ فِي أَمْرِهِ (إلى أنْ قَالَ:) فَبِذَٰلِكَ أُوتِيَ الْحِكْمَةَ وَمُنِحَ الْقَضِيَّةَ" '' جناب لقمان کو حسب ونسب، مال ودولت، جسمانی صحت یا حسن وجمال کی وجہ سے حکمت نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ خدائی معاملات میں بہت مضبوط تھے اور خدا سے بہت زیادہ ڈرنے والے ،صاحب ورع، پرسکون اور خاموش مزاج تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: کہ وہ ستر کے اس قدر پابند تھے کہ ان کو کسی نے کبھی بھی پیشاب یا پائخانہ یا غسل کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا اسی لئے انہیں حکمت اور دوسری صلاحیتیں عطا کی گئی تھیں۔''(۱)

۲۔ شرمگاہ چھپانا

ہر مسلمان پر دوسروں سے اپنے شرمگاہ کو چھپانا ہمیشہ واجب ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث ''حدیث مناہی'' میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فِي فَضَاءِ مِنَ الْأَرْضِ فَلْيُحَاذِرْ عَلَىٰ عَوْرَتِهِ وَقَالَ: لَا يَدْخُلُ أَحَدُكُمُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ

(۱) وسائل الشیعہ: ج۱ص۳۰۵

وَنَهَىٰ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلَىٰ عَوْرَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ: مَنْ تَأَمَّلَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ لَعَنَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، وَنَهَىٰ الْمَرْأَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَىٰ عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَقَالَ مَنْ نَظَرَ إِلَىٰ عَوْرَةِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ أَوْ عَوْرَةِ غَيْرِ أَهْلِهِ مُتَعَمِّداً أَدْخَلَهُ اللهُ مَعَ الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ كَانُوا يَبْحَثُونَ عَنْ عَوْرَاتِ النَّاسِ وَلَمْ يَخْرُجْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّىٰ يَفْضَحَهُ اللهُ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ" ''اگر تم میں سے کوئی شخص کھلی جگہ پر نہائے تو اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھے۔ اور آپؐ نے فرمایا: ''کہ کوئی بھی حمام میں بغیر لنگی کے داخل نہ ہو. اور کسی مسلمان کی شرمگاہ کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: ''کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی شرمگاہ کو غور سے دیکھے اس کے اوپر ستر ہزار فرشتوں کی لعنت ہے۔ اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا'' جو شخص اپنے شریک زندگی کے علاوہ کسی مسلمان یا کسی اور کی شرمگاہ کو جان بوجھ کر دیکھے گا خداوند عالم اسے منافقین میں شامل کردے گا جو لوگوں کی شرمگاہوں کی ٹوہ میں رہتے تھے، اور وہ شخص دنیا سے اس عالم میں جائے گا کہ خداوند عالم اس کو رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے۔''(۱)

امام جعفر صادقؑ سے پروردگار عالم کے اس قول ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ﴾ (۲) کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا: "كُلُّ مَا كَانَ فِي كِتَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ حِفْظِ الْفَرْجِ فَهُوَ مِنَ الزِّنَا إِلَّا فِي هَٰذَا الْمَوْضِعِ فَإِنَّهُ لِلْحِفْظِ مِنْ أَنْ يُنْظَرَ إِلَيْهِ" ''قرآن مجید میں جس جگہ بھی شرمگاہ کی حفاظت کا تذکرہ ہے اس سے مراد ''زنا'' ہے مگر صرف اس آیت میں اسے دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔''(۳)

(۱) وسائل الشیعہ ج۱ص۲۹۹
(۲) سورۂ نور آیت ۳۰
(۳) وسائل الشیعہ ج۱ص۳۰۰

۳۔ قبلہ کی سمت سے بچنا

قبلہ کی طرف پیٹھ یا رخ کرکے پیشاب، پائخانہ کے لئے کھڑے ہونا یا بیٹھنا حرام ہے اسے اسلام نے گناہ قرار دیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اِذَا دَخَلْتُمُ الْغَائِطَ فَتَجَنَّبُوا الْقِبْلَةَ" "جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی سمت نہ بیٹھو۔" (۱)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: "نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِبَوْلٍ اَوْغَائِطٍ" "رسول اکرمؐ نے پیشاب یا پائخانہ کرتے وقت روبقبلہ ہونے سے منع کیا ہے۔" (۲)

اسی طرح ایک اور حدیث نبوی میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اِذَا دَخَلْتَ الْمَخْرَجَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْغَرِّبُوا" "جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرکے نہ بیٹھو بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب مڑ جاؤ۔" (۳)

(واضح رہے کہ اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف مڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ قبلہ کی سمت نہ ہو لہذا کسی ملک کا قبلہ اگر مغرب یا مشرق میں ہو تو پھر شمال یا جنوب کی طرف مڑ جائے)

اس بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ ہوا کے رخ پر نہ بیٹھے جیسا کہ امام رضاؑ کا ارشاد ہے: "لَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا وَلَا تَسْتَقْبِلِ الرِّيْحَ وَلَا تَسْتَدْبِرْهَا" "پیشاب پائخانہ کے لئے روبقبلہ یا پشت بقبلہ نہ بیٹھے اور نہ ہی ہوا کے رخ پر اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرکے۔" (۴)

---

(۱) وسائل الشیعہ: ج ا ص ۳۰۲

(۲) وسائل الشیعہ: ج ا ص ۳۰۰

(۳) وسائل الشیعہ: ج ا ص ۳۰۲

(۴) بحار الانوار: ج ۷۷ ص ۱۸۲ باب ۲

۴۔ خاموش رہنا

پائخانہ کرتے وقت بولنا یا تلاوت قرآن کرنا بھی صحیح نہیں ہے. البتہ اگر اذان کی آواز سنائی دے رہی ہو تو ذکر الٰہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ امام رضاؑ نے بیان فرمایا ہے کہ: "نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يُجِيْبَ الرَّجُلُ آخَرَ وَهُوَ عَلَى الْغَائِطِ أَوْ يُكَلِّمَهُ حَتّٰى يَفْرُغَ" "پائخانہ کرتے وقت کسی دوسرے کا جواب نہ دینے اور جب تک فارغ نہ ہو جائے بات کرنے سے رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے۔" (۱)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "سَبْعَةٌ لَا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ: اَلرَّاكِعُ وَالسَّاجِدُ وَفِي الْكَنِيْفِ وَفِي الْحَمَّامِ وَالْجُنُبُ وَالنُّفَسَاءُ وَالْحَائِضُ" "سات افراد تلاوت قرآن نہ کریں، رکوع و سجود کرنے والے، بیت الخلاء اور حمام میں موجود افراد، مجنب، نفساء، اور حائض۔" (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: "اِذَا سَمِعْتَ الْأَذَانَ وَأَنْتَ عَلَى الْخَلَاءِ فَقُلْ مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ وَلَا تَدَعْ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ لِمَا اَنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ حَسَنٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ" "جب اذان کی آواز سنو اور تم بیت الخلاء کے اندر ہو تو جو کچھ موذن کہے اسے دہراتے رہو اور اس وقت بھی ذکر الٰہی کو ترک نہ کرو کیونکہ ذکر الٰہی ہر حال میں بہتر ہے۔" (۳)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "لَا بَأْسَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَأَنْتَ تَبُوْلُ فَإِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ حَسَنٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَلَا تَسْأَمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" "اگر تم پیشاب کر رہے ہو تب بھی ذکر الٰہی میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ذکر الٰہی ہر حالت میں بہتر اور حسن ہے اور ذکر الٰہی سے کبھی رنجیدہ خاطر مت ہونا۔" (۴)

---

(۱) وسائل الشیعہ: ج ا ص ۳۰۹

(۲) بحار الانوار: ج ۷۷ ص ۱۷۴، باب ۲

(۳) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۱۷۵، باب ۲

(۴) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۱۹۰، باب ۲

۵۔ بقیہ آداب

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھے اور باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پیر باہر نکالے۔

کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: "اَلْبَوْلُ قَائِماً مِنْ غَیْرِ عِلَّةٍ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْإِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ مِنَ الْجَفَاءِ" "بلاسبب کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ظلم و جفا ہے اور اسی طرح داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا بھی جفا ہے۔"(۱)

سخت جگہ پر جیسے پتھر پر یا ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے اجداد طاہرینؑ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرمایا ہے کہ آپؐ کا ارشاد ہے: "اَلْبَوْلُ فِي الْمَاءِ الْقَائِمِ مِنَ الْجُفَاءِ" "ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا جفا ہے۔"(۲)

اسی طرح آداب بیت الخلاء کے سلسلہ میں امام محمد باقرؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ: "نَهیٰ رَسُوْلُ اللهِ أَنْ يَطْمَحَ الرَّجُلُ بِبَوْلِهِ مِنَ السَّطْحِ فِي الْهَوَاءِ" "رسول اللہؐ نے بلندی سے ہوا میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔"(۳)

اس کے علاوہ بھی بیت الخلاء کے کچھ اور آداب ہیں جن میں سے کچھ تو آپ گذشتہ دو اسباق میں پڑھ چکے ہیں۔ البتہ نجاسات سے اجتناب اور طہارت کرنے کا طریقہ کیا ہے اس کی وضاحت آئندہ سبق میں پیش کی جائے گی۔

(۱) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۱۷۴، باب ۲
(۲) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۱۸۸، باب ۲
(۳) بحار الانوار: ج ۷۷، ص ۱۸۸، باب ۲

سبق کا خلاصہ:

اسلام نے بیت الخلاء کے مندرجہ ذیل آداب بتائے ہیں۔

شرمگاہ کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا، قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہ کرنا، خاموش رہنا البتہ اگر اذان کی آواز سنائی دے تو اس کو دہرا کر کے ذکر الٰہی کرتا رہے۔

سوالات:

۱۔ جناب لقمان کو کن اسباب کی بنا پر حکمت عطا کی گئی؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ نے کسی کی شرمگاہ دیکھنے والے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ ایک حدیث ذکر کیجئے؟

۳۔ بیت الخلاء کے وقت کس رخ بیٹھنا حرام ہے؟

۴۔ کیا رفع حاجت کے دوران بات کر سکتے ہیں؟

۵۔ بیت الخلاء کے آداب مختصر طور سے بیان کیجئے؟

انیسواں سبق

کھانے پینے کے آداب (۱)

انسانی زندگی کی نشونما اور بقاء کا دارومدار کھانے پینے پر ہے لہٰذا کھانا پینا فطری شے ہے اسی لئے اسلام نے اس کو خاص اہمیت دی ہے. اور اس کے لئے مخصوص اخلاقی، فقہی آداب اور احکام بیان کئے ہیں اور جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اگر ان آداب پر اچھی طرح عمل کیا جائے تو نہ صرف ایک مسلمان بلکہ پورا اسلامی معاشرہ بڑے سکون کے ساتھ پاک و پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اسلامی نکتۂ نظر کے مطابق پاک و پاکیزہ زندگی اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس میں انسان اپنی تمام مادی اور روحانی ضروریات حاصل کر سکے۔

انشاء اللہ آئندہ اسباق میں ہم آپ کو کھانے پینے کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں گے۔

ا۔ حلال اور پاک غذا:

کسی غذا کو استعمال کرنے سے پہلے ہر مسلمان کو چند بنیادی چیزوں پر توجہ رکھنا چاہئے۔

ا۔ غذا حلال ہو، اسلام میں حرام چیزوں کا استعمال ممنوع ہے. جیسے مردار، سور کا گوشت، یا شراب. لہٰذا گوشت کھاتے وقت مسلمان کو پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ گوشت کس جانور کا ہے اور

دوسرے یہ کہ جانور اسلامی احکامات کے مطابق ذبح ہوا ہے یا نہیں؟

۲۔ غذا پاک ہو. یعنی کھانا تیار کرتے وقت اس میں کوئی نجس یا حرام چیز نہ ملی ہو کیونکہ اگر کھانے میں کوئی حرام چیز موجود ہو تو اس سے دل کی نورانیت اور روح کی شفافیت ختم ہو جاتی ہے اور انسان روحانی کمالات کی بلندیوں تک نہیں پہونچ پاتا. یہی وجہ ہے کہ اسلامی منابع میں بازار کے بنے ہوئے کھانے سے پرہیز کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ غذائی اشیاء بنانے والے شرعی احکام کا مکمل خیال نہیں رکھتے. البتہ یہ دھیان رہے کہ اگرچہ اسلامی ممالک میں بازار کے کھانے حلال اور پاک ہیں پھر بھی ان کے استعمال سے منع کیا گیا ہے تاکہ انسان کے اخلاقیات پر برا اثر نہ پڑنے پائے یہ صرف ایک اخلاقی حکم ہے۔

۳۔ غذا حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو ہمیشہ رزق حلال استعمال کرے اسلام میں حلال اور حرام کمائی کے طریقوں کی بخوبی وضاحت موجود ہے. اسی طرح حلال طور پر حاصل ہونے کے بعد اس کو پاک و پاکیزہ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی شریعت نے ہمارے اموال میں جو خمس یا زکات واجب کی ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے. لہٰذا ہر مسلمان کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ اس کی پوری کمائی بالکل حلال ہو اور اس کے کاروبار یا تجارت میں مال حرام شامل نہ ہو۔

۲۔ ہاتھ دھونا

صبح سے شام تک انسان نہ جانے کتنے کام کرتا ہے جن سے اس کے ہاتھ گندے ہو جاتے ہیں لہٰذا کھانا شروع کرنے سے پہلے ہر مسلمان کو ہاتھ ضرور دھونا چاہئے جیسا کہ پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے: "اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي اللَّمَمَ وَيُصِحُّ الْبَصَرَ" کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے غربت دور ہوتی ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے جنون دور ہوتا ہے اور آنکھوں کی بینائی درست رہتی ہے۔(۱)

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۳۹

بعض نسخوں میں 'اللمم' کے بجائے 'ینفی الھم' آیا ہے یعنی "رنج و غم دور ہوتا ہے" آپؐ سے یہ بھی منقول ہے: "مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكْثُرَ خَيْرُهُ، فَلْيَتَوَضَّأْ عِنْدَ حُضُورِ طَعَامِهِ" "جسے اپنی بھلائی اور خیر کی زیادتی درکار ہے تو وہ کھانا کھانے سے پہلے وضو کر لیا کرے۔"(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: "مَنْ غَسَلَ يَدَهُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ بُورِكَ لَهُ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ وَعَاشَ مَا عَاشَ فِي سِعَةٍ وَعُوفِيَ مِنْ بَلْوَىٰ فِي جَسَدِهِ" "جو شخص کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو وہ کھانا شروع سے آخر تک اس کے لئے بابرکت ہو جائے گا اور جب تک زندہ رہے گا زندگی آسان رہے گی اور جسمانی بلاؤں (بیماریوں) سے محفوظ رہے گا۔"(۲)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "مَنْ غَسَلَ يَدَهُ قَبْلَ الطَّعَامِ فَلَا يَمْسَحْهَا بِالْمِنْدِيلِ فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ الْبَرَكَةُ فِي الطَّعَامِ مَادَامَتِ النَّدَاوَةُ فِي الْيَدِ" "کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اسے رومال سے خشک نہ کرو کیونکہ جب تک ہاتھ میں تری باقی رہے گی کھانے میں بھی برکت رہے گی۔"(۳)

امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی جناب صفوان جمال بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا جب دسترخوان بچھایا گیا تو ایک خادم نے برتن میں آپ کے ہاتھ دھلائے اور جب اس خادم نے آپ کی خدمت میں تولیہ پیش کیا تو آپؑ نے فرمایا: "اِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِنْ هٰذَا وَاَمْثَالِهِ" "ہم نے ایسی ہی چیزوں کے لئے ہاتھ دھوئے ہیں۔"

امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک صحابی نے دیکھا کہ آپؑ نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے اور انہیں خشک نہیں کیا لیکن کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کپڑے سے خشک کر لیا۔(۴)

(۱) مکارم الاخلاق ص ۱۳۹

(۲،۳،۴) مکارم الاخلاص ص ۱۳۹

۳۔ دسترخوان پر بیٹھنے کا طریقہ

مسلمان کو دسترخوان پر اس طرح بیٹھنا چاہئے جس سے خداوند عالم کے حضور زیادہ سے زیادہ تواضع وانکساری کا اظہار ہو اور اس طرح کھانا کھائے جس سے اس کی بندگی اور عبودیت نیز اس کے ساتھ ساتھ نعمت پر شکر اور حمد وثنا جھلکتی ہو۔ جیسا کہ انس بن مالک کی روایت ہے۔ "مَا أَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلىٰ خُوانٍ وَلا فِي سُكرُجَةٍ. قِيلَ لَهُ: فَعَلىٰ مَاذا كُنتُم تَأكُلُونَ؟ قالَ: عَلىٰ السُّفرَةِ" پیغمبر اکرمؐ نے کبھی بھی خوان (سینی) اور سکرجہ(۱) میں کھانا نہیں کھایا سوال کیا گیا تو تم کس طرح کھانا کھاتے تھے؟ جواب دیا کہ دسترخوان پر بیٹھ کر۔(۲)

پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: "أَنا لا آكُلُ مُتَّكِئاً إِنَّمَا أَنا عَبدٌ آكُلُ كَما يَأكُلُ العَبدُ وَأَجلِسُ كَما يَجلِسُ العَبدُ" "میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا ہوں بلکہ میں خدا کا بندہ ہوں لہذا بندوں (غلاموں) کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔"(۳)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "إِذا جَلَسَ أَحَدُكُم عَلىٰ الطَّعامِ فَليَجلِس جِلسَةَ العَبدِ وَليَأكُل عَلىٰ الأَرضِ وَلا يَضَعُ إِحدىٰ رِجلَيهِ عَلىٰ الأُخرىٰ يَتَرَبَّعُ فَإِنَّها جِلسَةٌ يُبغِضُها اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُمقِتُ صاحِبَها" جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو غلاموں کی طرح بیٹھا کرو اور اپنے ایک پیر کو دوسرے پیر کے اوپر نہ رکھو (پالتھی مار کر نہ بیٹھو) کیونکہ خداوند عالم کو بیٹھنے کا یہ انداز ہرگز پسند نہیں ہے اور وہ اس طرح بیٹھنے والے سے ناراض اور بیزار ہے۔(۴)

---

(۱) سکرجہ: چھوٹا برتن یا چھوٹی رکابی

(۲) احیاء العلوم الدین: کتاب آداب اکل

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۳۲۶۲۰

(۴) اصول کافی: ج۶ ص ۲۷۲

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: "مَا أَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ مُتَّكِئاً مُنذُ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلىٰ أَن قَبَضَهُ وَكانَ يَأكُلُ أَكلَةَ العَبدِ وَيَجلِسُ جِلسَةَ العَبدِ قِيلَ: وَلِمَ ذٰلِكَ؟ قالَ: تَواضُعاً لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" "پیغمبر اکرمؐ نے وقت بعثت سے آخر عمر تک کبھی بھی ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا بلکہ آپ غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور انہیں کی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ عرض کیا گیا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بارگاہ الٰہی میں تواضع کی وجہ سے۔(۱)

۴۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا

پیغمبر اکرمؐ نے مولائے کائناتؑ سے فرمایا تھا: "یاعَلِيُّ إِذا أَكَلتَ فَقُل بِسمِ اللّٰهِ وَإِذا فَرَغتَ فَقُلِ الحَمدُ لِلّٰهِ فَإِنَّ حافِظَيكَ لا يَستَرِيحانِ مِن أَن يَكتُبا لَكَ الحَسَناتِ حَتّىٰ تُنبِذَهُ عَنكَ" اے علی جب کھانا شروع کرو تو پہلے بسم اللہ کہو اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو تو تمہارے اوپر مقرر دونوں فرشتوں کو تمہارے حسنات لکھنے سے فرصت نہ ملے گی۔(۲)

حضرت علیؑ کا قول ہے: "ضَمِنتُ لِمَن سَمَّى عَلىٰ طَعامِهِ أَن لَّا يَشتَكِي مِنهُ" جو شخص کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ کہے گا میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اس کھانے سے اسے کوئی شکایت (تکلیف) نہ ہوگی۔(۳)

امام جعفر صادقؑ کا قول ہے: "إِنَّ مَن نَسىٰ أَن يُسَمِّيَ عَلىٰ كُلِّ لَونٍ فَليَقُل: بِسمِ اللّٰهِ عَلىٰ أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ" جو شخص غذا کی ہر قسم سے پہلے بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ کھانے سے

---

(۱) اصول کافی: ص ۲۷۰

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۲

(۳) اصول کافی ج ۶ ص ۲۹۵

پہلے اور اس کے آخر میں ہی بسم اللہ کہہ لے۔(۱)

علماء اخلاق کی تاکید یہ ہے کہ ہر لقمہ سے پہلے بِسمِ اللّٰہ کہے کیونکہ یہ بھی عبادت کا جزء ہے۔

۵۔نیت

کھانا کھاتے وقت ہر مسلمان کی یہ نیت ہونا چاہئے کہ اس سے بدن کو جو طاقت ملے گی اس طاقت کو وہ خداوند عالم کی راہ میں خرچ کرے گا نہ یہ کہ صرف زبان کے مزے اور چٹخارے یا اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں رہے کیونکہ صرف لطف اندوزی کے لئے کھانا کھانے سے انسان حیوانیت کی پستیوں میں پہونچ جاتا ہے لہذا ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی مقصد خداوند عالم کی اطاعت میں زندگی بسر کرنا ہونا چاہئے نہ یہ کہ کھانے پینے کے لئے زندگی گذارنا۔

مولائے کائنات نے امام حسنؑ کو یہ وصیت فرمائی تھی: "یَا بُنَیَّ لا تَطعَمَنَّ لُقمَةً مِن حارٍّ وَلا بارِدٍ وَلا تَشرَبَنَّ شَربَةً وَلا جُرعَةً إلّا وَأنتَ تَقُولُ قَبلَ أن تَأكُلَهُ وَقَبلَ أن تَشرَبَهُ: اَللّٰهُمَّ إنّي أسألُكَ في أكلي وَشُربي السَّلامَةَ مِن وَعكِهِ وَالقُوَّةَ بِهِ عَلىٰ طاعَتِكَ وَذِكرِكَ وَشُكرِكَ فيما بَقَّيتَهُ في بَدَني وَأن تُشَجِّعَني بِقُوَّتِهِ عَلىٰ عِبادَتِكَ وَأن تُلهِمَني حُسنَ التَّحَرُّزِ مِن مَعصِيَتِكَ" "اے بیٹا کوئی گرم یا ٹھنڈا لقمہ منھ میں رکھنے اور ایک گھونٹ بھی نہ پانی پینے سے پہلے یہ ضرور کہہ لینا. اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسئَلُکَ فِی اَکلِی وَشُربِی" بار الہا! میں اپنے کھانے پینے کے بارے تجھ سے میری یہ دعا ہے کہ اس کے ذریعہ مجھے بیماری سے حفاظت اور اپنی اطاعت کی طاقت عطا فرما اور اس میں سے جو غذا میرے جسم میں باقی رہ جائے اس کے شکر کی توفیق عطا فرما اور اس کی طاقت کے ذریعہ مجھے اپنی عبادت کی توانائی عطا فرما اور اپنی معصیت سے پرہیز کرنے کے بہترین راستے کا الہام عطا فرما۔

(۱/۲) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۳

۶۔کھانا شروع کرنے کا طریقہ

دستر خوان پر بیٹھنے اور بسم اللہ کہنے کے بعد مستحب ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور کھانے کا آغاز نمک سے کرے. امام جعفر صادقؑ سے کھانے کے آداب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "لا يَأكُلُ بِشِمالِهِ وَلا يَشرَبُ بِشِمالِهِ وَلا يَتَناوَلُ بِها شَيئاً" بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں سے کوئی چیز پیئے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پکڑے۔(۱)

آپؑ ہی سے منقول ہے: "لا تَأكُل بِاليُسرىٰ وَأنتَ تَستَطيعُ" جب تک تمہارے لئے ممکن ہو بائیں ہاتھ سے مت کھایا کرو۔(۲)

مولائے کائناتؑ کا ارشاد گرامی ہے: "اِبدَؤُوا بِالمِلحِ في أوَّلِ الطَّعامِ فَلَو عَلِمَ النّاسُ ما فِي المِلحِ لاختارُوهُ عَلَى التِّرياقِ المُجَرَّبِ" کھانے کی ابتدا نمک سے کیا کرو۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمک کے اندر کیا فوائد ہیں تو وہ اسے مجرب تریاق پر ترجیح دیں گے۔(۳)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: "اِنَّما نَبدَأُ بِالمِلحِ وَنَختِمُ بِالخَلِّ" ہم نمک سے کھانے کا آغاز کرتے ہیں اور سرکہ پر کھانا تمام کرتے ہیں۔(۴)

(۱) وسائل الشیعہ: ج ۲۴ ص ۲۵۸
(۲) وسائل الشیعہ: ج ۲۴ ص ۲۵۹
(۳) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۲
(۴) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۲

سبق کا خلاصہ:

کھانا پینا بھی انسان کے ضروریات زندگی میں شامل ہے اور اس کے لئے بھی اسلام نے کچھ آداب اور قوانین معین کئے ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں اور بعض اخلاقی اصول ہیں جن پر عمل کر کے انسان کمالات کے زینہ طے کرسکتا ہے۔

پاک اور حلال کھانا، کھانے سے پہلے اور اس کے بعد دونوں ہاتھ دھونا، دسترخوان پر انکساری کے ساتھ بیٹھنا، اور یاد خدا کو اسلام نے کھانے کے آداب کا حصہ قرار دیا ہے۔

سوالات:

۱۔ کھانے پینے کے بارے میں ایک مسلمان کا سب سے اہم فریضہ کیا ہے؟

۲۔ دسترخوان پر بیٹھنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

۳۔ کھانے کی ابتدا کیسے کرنا چاہئے؟

۴۔ کھانے کا مقصد اور نیت کیا ہونی چاہئے؟

بیسواں سبق

کھانے پینے کے آداب (۲)

۷۔ کھانے کا طریقہ

دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد جو کچھ سامنے رکھا ہو صرف وہی کھانا چاہئے اور دوسروں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے۔

چھوٹا لقمہ لینا چاہئے کیونکہ اس کو چبانا اور ہضم کرنا آسان ہے اور یہ کہ بڑا لقمہ مسلمان کے شایان شان نہیں ہے اور اس کے علاوہ اسے چبانا، نگلنا اور اسے ہضم کرنا بھی مشکل ہے. جس چیز میں کھانا رکھا ہو اس کے کنارے سے کھانا شروع کرے درمیان سے شروع نہ کرے اور جب تک پہلا لقمہ اچھی طرح نہ کھالے دوسرا لقمہ منھ میں نہ رکھے۔

جہاں تک ممکن ہو دوسرے کی طرف نہ دیکھے اور جلدی جلدی کھانا نہ کھائے. بلکہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ کھائے اور تا دیر دسترخوان پر بیٹھا رہے اور اگر کسی کے سامنے ایسا کھانا آجائے جو اسے بالکل پسند نہ ہو تو اپنی ناگواری کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی اس کھانے کی مذمت کرے جیسا کہ امام حسنؑ کا ارشاد گرامی ہے: "فِي الْمَائِدَةِ اثْنَا عَشْرَةَ خَصْلَةً يَجِبُ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَعْرِفَهَا: أَرْبَعٌ مِنْهَا فَرْضٌ وَأَرْبَعٌ مِنْهَا سُنَّةٌ وَأَرْبَعٌ مِنْهَا تَأْدِيبٌ. فَأَمَّا الْفَرْضُ

فَالْمَعْرِفَةُ وَالرِّضَا وَالتَّسْمِيَةُ وَالشُّكْرُ. وَأَمَّا السُّنَّةُ فَالْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ وَالْأَكْلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَلَعْقُ الْأَصَابِعِ. وَأَمَّا التَّادِيْبُ فَالْأَكْلُ مِمَّا يَلِيْهِ وَتَصْغِيْرُ اللُّقْمَةِ وَالْمَضْغُ الشَّدِيْدُ وَقِلَّةُ النَّظَرِ فِيْ وُجُوْهِ النَّاسِ" ”دسترخوان کے اندر بارہ (۱۲) خصوصیات پائی جاتی ہیں ہر مسلمان کے لئے انکو جاننا ضروری ہے چار خصلتیں فرض ہیں، چار سنت ہیں اور چار آداب میں شمار ہوتی ہیں۔

چار فرض چیزیں یہ ہیں: ۱۔معرفت ۲۔رضا ۳۔بسم اللہ کہنا ۴۔شکر۔

چار سنتیں یہ ہیں: ۱۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا۔ ۲۔ بائیں پہلو پر بیٹھنا۔ ۳۔تین انگلیوں سے کھانا۔ ۴۔انگلیوں کو چاٹنا۔

اور آداب یہ ہیں: ۱۔ سامنے رکھا ہوا کھانا کھانا۔ ۲۔ چھوٹا لقمہ بنانا۔ ۳۔اچھی طرح چبانا۔ ۴۔لوگوں کی طرف کم سے کم دیکھنا۔“(۱)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ مِمَّا يَلِيْهِ“ ”جب تم کھانا کھاؤ تو جو تمہارے سامنے رکھا ہو وہی کھاؤ۔“(۲)

یہ بھی منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَدًّا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَلَهُ حَدٌّ فَأُتِيَ بِالْخِوَانِ فَقِيْلَ مَا حَدُّهُ؟ فَقَالَ: حَدُّهُ إِذَا وَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَإِذَا رَفَعَهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَيَأْكُلُ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا يَتَنَاوَلُ مِنْ قُدَّامِ الْآخَرِ“ ”ہر چیز کے حدود ہوتے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی کوئی حد نہ ہو اسی دوران

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۱

(۲) وسائل الشیعہ: ج ۲۴، ص ۳۶۹

خوان لایا گیا تو آپؑ سے پوچھا گیا کہ اس کے حدود کیا ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ جب کھانا شروع کرے تو بسم اللہ کہے اور جب کھانے سے ہاتھ کھینچ لے تو الحمد للہ کہے اور ہر انسان اپنے سامنے سے ہی کھائے اور دوسروں کے سامنے سے اٹھا کر نہ کھائے۔“(۱)

آپؑ ہی سے یہ بھی منقول ہے: ”أَطِيْلُوا الْجُلُوْسَ عَلَى الْمَوَائِدِ فَإِنَّهَا سَاعَةٌ لَا تُحْسَبُ مِنْ أَعْمَارِكُمْ“ ”دسترخوان پر تادیر بیٹھا کرو کیونکہ یہ مدت تمہاری عمر میں شمار نہیں کی جاتی ہے۔“(۲)

آپ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے: ”أَقِرُّوا الْحَارَّ حَتّٰى يَبْرُدَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قُرِّبَ اِلَيْهِ طَعَامٌ حَارٌّ. فَقَالَ: أَقِرُّوا حَتّٰى يُمَكِّنَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْعِمَنَا النَّارَ وَالْبَرَكَةُ فِي الْبَارِدِ“ ”گرم کھانے کو ٹھنڈا ہونے تک رکھا رہنے دو کیونکہ جب رسول اکرمؐ کے سامنے گرم کھانا پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے اسی طرح رہنے دو یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جائے خداوند عالم ہمیں آگ کھلانا نہیں چاہتا ہے اور ٹھنڈے کھانے میں برکت ہے۔“(۳)

دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے: ”اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ نَهٰى أَنْ يُنْفَخَ فِيْ طَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ“ ”رسول اللہؐ نے کھانے یا پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔“(۴)

(۱) وسائل الشیعہ: ج ۲۴، ص ۳۷۰

(۲) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۱

(۳) وسائل الشیعہ: ج ۲۴، ص ۳۹۹

(۴) وسائل الشیعہ: ج ۲۴، ص ۴۰۱

۸۔ پرخوری سے پرہیز

کھانے پینے میں پرخوری سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے انسان کے جسم وروح دونوں پر ہی خطرناک اثرات طاری ہوتے ہیں اسی لئے روایات معصومینؑ میں پرخوری سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "لَا تُمِيتُوا الْقُلُوبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ الْقَلْبَ يَمُوتُ كَالزَّرْعِ إِذَا أُكْثِرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ" "پرخوری (زیادہ کھانے پینے) کے ذریعہ اپنے دلوں کو مردہ نہ بناؤ کیونکہ جس طرح پانی کی زیادتی سے کھیتی خراب ہوجاتی ہے اسی طرح (کثرت طعام سے) دل بھی مردہ ہوجاتا ہے۔" (۱)

آپؐ ہی سے یہ بھی منقول ہے: "لَا يَدْخُلُ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَنْ مَلَأَ بَطْنَهُ" "جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو وہ آسمان اور زمین کے ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتا ہے۔" (۲)

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَيْسَ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَى اللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْمَلَاءِ" (۳) "خداوند عالم کے نزدیک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں ہے۔"

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: "إِيَّاكُمْ وَفُضُولَ الْمَطْعَمِ فَإِنَّهُ يَسِمُ الْقَلْبَ بِالْقَسْوَةِ وَيُبْطِئُ بِالْجَوَارِحِ عَنِ الطَّاعَةِ وَيُصِمُّ الْهِمَمَ عَنْ سَمَاعِ الْمَوْعِظَةِ" "فضول (زیادہ کھانے) سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل سخت ہوجاتا ہے اور اعضاء وجوارح اللہ کی اطاعت میں سست اور موعظہ سننے میں کمزور پڑجاتے ہیں۔" (۴)

حضرت علیؑ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) مکارم الاخلاق: ص ۱۴۹

(۲) میزان الحکمۃ: باب ۹۹

(۳) وسائل الشیعہ: ج ۲۵ ص ۲۴

(۴) بحار الانوار: ج ۷۴، ص ۱۸۴، باب ۷

☆ "كَثْرَةُ الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ يُفْسِدَانِ النَّفْسَ وَيَجْلِبَانِ الْمَضَرَّةَ" "کھانے اور نیند کی زیادتی نفس کے فساد اور نقصان کا باعث ہے۔" (۱)

☆ "مَنْ كَثُرَ أَكْلُهُ قَلَّتْ صِحَّتُهُ وَثَقُلَتْ عَلَى نَفْسِهِ مَؤُونَتُهُ" "جس کی خوراک زیادہ ہوجائے اس کی صحت گھٹ جاتی ہے اور خود اپنے اوپر اس کے اخراجات زیادہ ہوجاتے ہیں۔" (۲)

☆ "إِيَّاكُمْ وَالْبِطْنَةَ فَإِنَّهَا مَقْسَاةٌ لِلْقَلْبِ، مَكْسَلَةٌ عَنِ الصَّلَاةِ مُفْسِدَةٌ لِلْجَسَدِ" "پرخوری سے دور رہو اس سے دل سخت ہوجاتا ہے نماز (کے بارے) میں سستی چھائی رہتی ہے اور بدن بیکار ہوجاتا ہے۔" (۳)

☆ "لَا فِطْنَةَ مَعَ الْبِطْنَةِ" "پرخوری کے ساتھ ذہانت جمع نہیں ہوسکتی۔" (۴)

☆ "الشِّبَعُ يُفْسِدُ الْوَرَعَ" "پرخوری ورع وتقویٰ کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے۔" (۵)

☆ "نِعْمَ عَوْنُ الْمَعَاصِي الشِّبَعُ" گناہوں کی بہترین مددگار پرخوری ہے۔ (۶)

پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں ہے کہ: "مَنْ قَلَّ طَعَامُهُ صَحَّ بَدَنُهُ وَصَفَا قَلْبُهُ وَمَنْ كَثُرَ طَعَامُهُ سَقُمَ بَدَنُهُ وَقَسَا قَلْبُهُ" "جس کی خوراک کم ہوتی ہے اس کا بدن تندرست اور دل صاف وشفاف ہوجاتا ہے اور جس کی خوراک زیادہ ہوتی ہے اس کا بدن بیمار اور دل سخت ہوجاتا

---

(۱) مستدرک الوسائل: ج ۱۶ ص ۲۱۴

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۶ ص ۲۱۴

(۳) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۴) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۵) غرر الحکم: ص ۳۶۰

(۶) غرر الحکم: ص ۳۶۱

ہے۔''(۱)

آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے: "مَنْ قَلَّ اَکْلُهُ قَلَّ حِسابُهُ" ''جس کی خوراک کم ہوتی ہے اس کا حساب بھی مختصر ہوتا ہے۔''(۲)

حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے: "قِلَّةُ الغَذَاءِ اَکْرَمُ لِلنَّفْسِ وَأَدْوَمُ لِلصِّحَّةِ" ''مختصر خوراک کرامت نفس اور پائیدار صحت کی ضمانت ہے۔''(۳)

آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: "اِذَا أَرَادَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ صَلاحَ عَبْدِهِ أَلْهَمَهُ قِلَّةَ الْكَلامِ وَقِلَّةَ الطَّعَامِ وَقِلَّةَ الْمَنَامِ" ''جب خداوند عالم اپنے کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے کم بولنے کم کھانے اور کم سونے کا الہام کر دیتا ہے۔''(۴)

آپؑ کا یہ ارشاد بھی ہے: "قِلَّةُ الْأَكْلِ مِنَ الْعِفَافِ وَكَثْرَتُهُ مِنَ الْإِسْرَافِ" ''کم کھانا عفت اور زیادہ کھانا اسراف میں شامل ہے۔''(۵)

دستر خوان اور کھانے کے آداب میں صرف بھوک کے وقت کھانا بھی شامل ہے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ "کُلْ وَأَنْتَ تَشْتَهِي وَأَمْسِکْ وَأَنْتَ تَشْتَهِي" ''جب بھوک لگے تو کھاؤ اور اشتہا (خواہش) ختم ہونے سے پہلے کھانا چھوڑ دو۔''(۶)

مولائے کائناتؑ نے اسی بارے میں یہ فرمایا ہے: "لَا تَرْفَعَنَّ يَدَکَ مِنَ الطَّعَامِ

(۱) بحار الانوار: ج۵۹، ص۲۶۸، باب ۸۸

(۲) بحار الانوار: ج۵۹، ص۲۹۲

(۳) غرر الحکم: ص۳۲۰

(۴) غرر الحکم: ص۲۱۱

(۵) غرر الحکم: ص۳۶۰

(۶) بحار الانوار: ج۵۹، ص۲۹۰، باب ۸۹

إِلَّا وَأَنْتَ تَشْتَهِيهِ. فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَأَنْتَ تَسْتَمْرِئُهُ" ''جب تک تمہیں خواہش نہ ہو کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تمہارے لئے کھانا خوشگوار رہے گا۔''(۱)

۹۔ ایک ساتھ کھانا کھانا

اسلامی آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، تنہا کھانا نہ کھائے اور کم از کم اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی کھانے کو اسلام نے بہتر قرار دیا ہے اور چند لوگوں کے ساتھ کھانے کی تاکید کی ہے. جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "اِجْتَمِعُوا عَلَىٰ طَعَامِكُمْ يُبَارَکْ لَكُمْ فِيهِ" ''سب ایک ساتھ مل کر کھانا کھاؤ اس میں تمہارے لئے برکت رکھی گئی ہے۔''(۲)

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ، الطَّعَامُ إِذَا جَمَعَ أَرْبَعَ خِصَالٍ فَقَدْ تَمَّ: إِذَا كَانَ مِنْ حَلَالٍ وَكَثُرَتِ الْأَيْدِي، وَسُمِّيَ فِي أَوَّلِهِ وَحُمِدَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي آخِرِهِ" ''اگر کھانے میں چار خصوصیات جمع ہو جائیں تو وہ مکمل ہے.

۱۔ غذا حلال ہو. ۲۔ کھانے والے زیادہ ہوں. ۳۔ شروع میں بسم اللہ کہا جائے. ۴۔ اور آخر میں حمد الٰہی کی جائے۔(۳)

۱۰۔ ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب

☆ چھوٹے بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور کھانا شروع نہ کریں اسی طرح بزرگوں کو بھی یہ خیال رہے کہ وہ دوسروں کو حتی الامکان انتظار کی زحمت نہ دیں۔

(۱) بحار الانوار: ج۷۴، ص۲۱۹

(۲) سنن ابن ماجہ: ح۳۲۸۶

(۳) اصول کافی: ج۶، ص۲۷۳

☆ کھانے کے دوران کم بولنا مستحب ہے خاص طور سے جب منہ میں لقمہ موجود ہو تو بولنا مکروہ ہے. دسترخوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہ کرنا چاہئے جس سے انہیں زحمت کا سامنا کرنا پڑے۔

☆ میزبان ایسا طریقہ کار اختیار کرے جس کی بنا پر مہمان سکون واطمینان کے ساتھ کھانا کھا سکے اور اسے کسی شرمندگی یا تکلف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

☆ کھانا کھاتے وقت دوسرے لوگوں کی طرف نہ دیکھے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شرمندگی کی وجہ سے سیر ہو کر نہ کھا سکیں، اور بزرگوں خاص طور سے میزبان کو سست رفتاری سے کھانا چاہئے. کیونکہ اگر یہ کھانا کھا کر جلد فارغ ہو جائیں تو ان کی وجہ سے دوسرے شکم سیر ہونے سے پہلے ہی ہاتھ روکنے پر مجبور ہو جائیں گے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

☆ دسترخوان پر بیٹھنے والے تمام لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے دوسروں کو کراہیت محسوس ہو. جیسے کھاتے وقت منہ سے آواز نکلنا، ڈکار لینا وغیرہ۔

☆ میزبان سب سے پہلے کھانا، کھانا شروع کرے اور سب سے بعد تک کھاتا رہے. تاکہ تمام مہمان آسانی کے ساتھ سیر ہو کر کھا سکیں۔

☆ مہمان اپنے میزبان سے ایسے کھانوں کا مطالبہ نہ کرے جو اس کے امکان سے باہر ہوں کیونکہ روایت میں ہے کہ سب سے بدترین دوست وہ ہے جس کی بنا پر زحمت اٹھانا پڑے۔

☆ جب دسترخوان پر روٹی آجائے تو کھانا شروع کر دینا چاہئے. جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''أَکْرِمُوا الْخُبْزَ، فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا اِکْرَامُہُ؟ قَالَ، إِذَا وُضِعَ لَایُنْتَظَرُ بِہِ غَیْرُہُ'' ''روٹی کا احترام کرو سوال کیا گیا یا رسول اللہ اس کے

احترام کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا جب اسے دسترخوان پر رکھ دیا جائے تو پھر کسی دوسری چیز کا انتظار نہ کیا جائے۔(۱)

(۱) اصول کافی: ج ۶ ص ۳۰۳

سبق کا خلاصہ:

کھانے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں. اپنے سامنے رکھا ہوا کھانا کھائے، لقمہ چھوٹا ہو، اچھی طرح چبا کر، آہستہ آہستہ کھائے، کھانے سے پہلے بسم اللہ، کہے اور اختتام پر حمد وثنائے الٰہی کرے۔

پرخوری اور زیادہ کھانے سے پرہیز اور چند لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا بھی اسلامی تعلیمات میں شامل ہے۔

ایک ساتھ کھانا کھاتے وقت بزرگوں کا احترام کرنا، دوسروں کا خیال رکھنا، اور کھانا حاضر ہونے سے پہلے ایک دوسرے کی مزاج پرسی کرنا، کھانا شروع کرنے کے بعد گفتگو نہ کرنا اور دوسروں کی طرف نہ دیکھنا بھی کھانے کے آداب کا جزء ہیں۔

سوالات:

۱۔کھانا کھانے کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

۲۔امام حسنؑ نے دسترخوان کے کیا آداب بیان فرمائے ہیں؟

۳۔پرخوری کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

۴۔کھانے سے کس وقت ہاتھ روک لینا چاہئے؟

۵۔ایک ساتھ کھانا کھانے کے آداب کیا ہیں؟

اکیسواں سبق

عبادت

قافلۂ بشریت اور حیاتِ انسانی میں روز اول سے ہی عبادت کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے چنانچہ دنیا کا کوئی ایسا معاشرہ اور سماج نہیں جس میں کسی نہ کسی شکل میں عبادت کا وجود نہ پایا جاتا ہو جو اس بات کی دلیل ہے کہ عبادت و پرستش انسان کی فطرت میں داخل ہے. اسی لئے وہ کسی نہ کسی خدا کی عبادت کرتا ہے البتہ قوموں کے درمیان مختلف اسباب کی بنا پر عبادتوں کی صحیح شکل وصورت باقی نہیں رہی اور وہ شیاطین اور تحریف کرنے والوں کے چنگل میں پھنس کر خود ساختہ خداؤں، بتوں اور طاغوتوں کی عبادت کرنے لگے. لیکن پھر بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کے اندر عبادت کا فطری وجود اتنی عام اور روشن چیز ہے کہ اگر کوئی شخص تن تنہا دنیا کے ہر انسان سے دور اور مذہبی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہو کر زندگی بسر کر رہا ہو تب بھی اسے اپنے سے بلند و برتر کسی نہ کسی ایسے وجود کی تلاش ہوتی ہے جس کے سامنے وہ اپنا سر نیاز خم کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ عبادت کی تاکید تمام انبیاء کی تعلیمات میں سرفہرست دکھائی دیتی ہے. اور انہیں اسی لئے مبعوث بھی کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو خداوند عالم کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور جاہلانہ عبادت سے باز رکھیں۔

عبادت کی اسی عظمت واہمیت کے پیش نظر ہم اس درس میں عبادت کے مختلف اسباب، انواع واقسام اور اثرات ونتائج وغیرہ کا جائزہ پیش کریں گے۔

۱۔عبادت ـــــ مقصد خلقت وبعثت

پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾(۱) "اور ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

یہ طے ہے کہ خداوند عالم کو ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ خدا کو اس سے کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾(۲) بیشک خداوند عالم تم سے بے نیاز اور مستغنی ہے۔

امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں خداوند عالم کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں: "أَنْتَ الْغَنِيُّ بِذَاتِكَ أَنْ يَصِلَ اِلَيْكَ النَّفْعُ مِنْكَ فَكَيْفَ لَا تَكُوْنُ غَنِياً عَنِّي" "تو بذاتہ اس سے مستغنی ہے کہ خود تیری ذات سے تجھے کوئی فائدہ پہونچے تو پھر تو مجھ سے کیوں بے نیاز اور مستغنی نہ ہوگا۔"(۳)

دوسرے یہ کے خداوند عالم نے اپنے انبیاء کی بعثت کا مقصد اپنے دین کی تبلیغ اور اپنی عبادت کی طرف دعوت قرار دیا ہے. جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾(۴) "اور یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے

(۱) سورۂ ذاریات آیت ۵۶
(۲) سورۂ زمر آیت ۷
(۳) بحار الانوار: ج ۹۵، ص ۲۲۶، باب ۲
(۴) سورۂ نحل آیت ۳۶

کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔"

مذکورہ دونوں نکتوں سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ خداوند عالم کی عبادت کا فائدہ خود انسان کو پہونچتا ہے اور اس فائدہ کی انتہا منزل کمال تک پہونچنا ہے. منزل کمال تک پہونچنے کے لئے قرب خدا ضروری ہے اور قرب خدا عبادت و پرہیزگاری سے حاصل ہوتا ہے اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے: ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾(۱)

"اے انسانو! پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی شاید کہ تم اس طرح متقی و پرہیزگار بن جاؤ"

امام جعفر صادقؑ نے عبادت کے ایک اہم رکن نماز کے بارے میں فرمایا ہے: "اَلصَّلَاةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ" "نماز ہر پرہیزگار کے لئے وسیلۂ تقرب ہے۔"(۲)

مختصر یہ کہ عبادت قرب الٰہی کی منزل تک پہونچنے کا واحد راستہ ہے۔

۲۔عبادت کی فضیلت

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "اَلْعِبَادَةُ فَوْزٌ" عبادت کامیابی ہے۔(۳)

☆ "فَضِيْلَةُ السَّادَةِ حُسْنُ الْعِبَادَةِ" سرداروں کی فضیلت حسن عبادت ہے۔(۴)

☆ "اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْداً اَلْهَمَهُ حُسْنَ الْعِبَادَةِ" جب خداوند عالم کسی بندے سے.

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۱
(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۱، ص۲۱۰
(۳) غرر الحکم: ص ۱۹۸، ح ۳۹۳۲
(۴) غرر الحکم: ص ۱۹۹، حدیث ۳۹۳۷

محبت کرتا ہے تو اسے اچھی طرح عبادت کرنے کا الہام عطا کر دیتا ہے۔(۱)

☆ "دَوامُ الْعِبادَةِ بُرهَانُ الظَّفرِ بِالسَّعَادَةِ" مسلسل عبادت کرنا کامیابی کے ساتھ سعادت تک پہونچنے کی دلیل ہے۔(۲)

☆ "مَا تَقَرَّبَ مُتَقَرِّبٌ بِمِثْلِ عِبادَةِ اللّٰهِ" کسی تقرب حاصل کرنے والے نے عبادت خدا سے بہتر کسی اور طریقہ سے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کیا۔(۳)

۳۔ عبادت و بندگی کی حقیقت

امام رضاؑ فرماتے ہیں: "أَوَّلُ عِبادَةِ اللّٰهِ مَعْرِفَتُهُ وَأَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ تَوْحِيدُهُ" خداوند عالم کی اولین عبادت اس کی معرفت ہے اور معرفت خدا کی بنیاد توحید خدا ہے۔(۴)

امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے عبودیت و بندگی کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: "ثَلاثَةُ أَشْياءَ: أَنْ لَا يَرَى الْعَبْدُ لِنَفْسِهِ فِيمَا خَوَّلَهُ اللّٰهُ مِلْكاً لِأَنَّ الْعَبِيدَ لَا يَكُونُ لَهُمْ مِلْكٌ؛ يَرَوْنَ الْمَالَ مَالَ اللّٰهِ يَضَعُونَهُ حَيْثُ أَمَرَهُمُ اللّٰهُ بِهِ وَلَا يُدَبِّرَ الْعَبْدُ لِنَفْسِهِ تَدْبِيراً وَجُمْلَةُ اشْتِغَالِهِ فِيمَا أَمَرَهُ تَعَالَى بِهِ وَنَهَاهُ عَنْهُ... فَهٰذَا أَوَّلُ دَرَجَةِ التُّقَى"

....

(۱) غرر الحکم: ص۱۹۸، حدیث ۳۹۳۵

(۲) غرر الحکم: ص۱۹۸، حدیث ۳۹۳۶

(۳) غرر الحکم: ص۱۹۹، حدیث ۳۹۴۲

(۴) بحار الانوار: ج۴، ص۲۲۷، باب۴

بندگی کی حقیقت تین چیزیں ہیں، پہلے یہ کہ خداوند عالم نے جو کچھ اس کے اختیار میں دیا ہے اسے اپنی ملکیت نہ سمجھے، کیونکہ غلام (بندہ) کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور وہ اپنے مال کو خدا کا مال سمجھتا ہے اور اس کو وہیں خرچ کرتا ہے جہاں خدا نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ خود اپنے لئے کوئی تدبیر نہ کرے بلکہ جو خداوند عالم نے اس کو جیسے حکم دیا ہے تمام امور اسی طرح انجام دے اور جس سے منع کیا ہے اسے ترک کرتا رہے.... یہ تقوی کا پہلا زینہ ہے۔(۱)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا ہے: "الْعُبُودِيَّةُ خَمْسَةُ أَشْيَاءٍ خَلَاءُ الْبَطْنِ وَقِرَاءَةُ الْقُرآنِ وَقِيَامُ اللَّيْلِ وَالتَّضَرُّعُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْبُكَاءُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ" بندگی پانچ چیزوں کا نام ہے۔ ۱۔ پیٹ خالی ہونا ۲۔ تلاوت قرآن ۳۔ شب زندہ داری ۴۔ صبح کے وقت تضرع و زاری ۵۔ خوف الٰہی سے گریہ کرنا۔(۲)

۴۔ بامعرفت عبادت

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اِعْلَمْ اَنَّ أَوَّلَ عِبادَتِهِ الْمَعْرِفَةُ بِهِ" عبادت کی ابتدا خداوند عالم کی معرفت ہے۔(۳)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: "لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَفَقُّهٌ" جس عبادت میں معرفت نہ ہو اس میں کچھ بھلائی نہیں ہے۔(۴)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے "سَكِّنُوا فِي أَنْفُسِكُمْ مَعْرِفَةَ مَا تَعْبُدُونَ حَتَّى يَنْفَعَكُمْ

....

(۱) بحار الانوار: ج۱، ص۲۲۴، باب۷

(۲) مستدرک الوسائل: ج۱۱، ص۲۴۴

(۳) امالی طوسی: ص۵۲۶ و بحار الانوار، ج۷۷، ص۴۷

(۴) بحار الانوار: ج۲، ص۴۹

مَا تَحَرَّكُوْنَ مِنَ الْجَوَارِحِ لِعِبَادَةِ مَنْ تَعْرِفُوْنَ" جس کی تم عبادت کرتے ہو پہلے اس کی معرفت کو اپنے دل میں بالکل راسخ کرلو تا کہ جس کے عرفان کے بعد تم عبادت کے لئے اعضاء و جوارح کو حرکت دیتے ہو اس کا تمہیں فائدہ حاصل ہو سکے۔(۱)

آپؑ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَحِمَارِ الطَّاحُوْنَةِ يَدُوْرُ وَلَا يَبْرَحُ مِنْ مَكَانِهِ" علم و معرفت کے بغیر عبادت کرنے والا کولہو کے بیل کی طرح ہے جو چکر لگاتا رہتا ہے مگر اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھتا۔(۲)

۵۔ عبادت کے اسباب

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "اِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً، فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً، فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ" کچھ لوگوں نے ثواب اور جنت کی لالچ میں خدا کی عبادت کی ہے تو یہ تاجروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگوں نے جہنم کے خوف سے خدا کی عبادت کی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگوں نے شکر ادا کرنے کے لئے خدا کی عبادت کی یہ عبادت آزاد منش لوگوں کی عبادت ہے۔(۳)

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّ النَّاسَ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: فَطَبَقَةٌ يَعْبُدُوْنَهُ رَغْبَةً فِي ثَوَابِهِ فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْحُرَصَاءِ وَهُوَ الطَّمَعُ، وَآخَرُوْنَ يَعْبُدُوْنَهُ فَرَقاً مِنَ النَّارِ فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ وَهِيَ رَهْبَةٌ، وَلٰكِنِّي أَعْبُدُهُ حُبّاً لَهُ عَزَّوَجَلَّ فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْكِرَامِ وَهُوَ الْأَمْنُ لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ

(۱) تحف العقول: ص ۲۲۳، بحار الانوار: ج ۷۸، ص ۶۳

(۲) غرر الحکم: ج ۲، ص ۱۲۵

(۳) نہج البلاغہ: حکمت ۲۳۷

آمِنُوْنَ﴾ وَلِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ فَمَنْ أَحَبَّ اللّٰهَ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كَانَ مِنَ الْآمِنِيْنَ" لوگ تین وجوہات کی بنا پر خداوند عالم کی عبادت کرتے ہیں، ایک طبقہ ثواب کی لالچ میں عبادت کرتا ہے یہ حریص لوگوں کی عبادت ہے جو دراصل طمع و لالچ ہے دوسرا طبقہ جہنم سے بچنے کے لئے عبادت کرتا ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے جو دراصل خوف ہے لیکن میں، اللہ تعالی کی محبت کی بنا پر عبادت کرتا ہوں یہ شرفاء کی عبادت ہے اور یہ امن و امان ہے کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُوْنَ﴾(۱) "اور وہ لوگ روز قیامت کے خوف سے امان میں رہیں گے۔"

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔(۲) چنانچہ جو شخص خداوند عالم سے محبت کرے گا تو خداوند عالم بھی اس سے محبت کرے گا اور جس سے خداوند عالم محبت کرتا ہو وہ امان یافتہ ہے۔(۳)

۶۔ عبادت کی قسمیں

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْءاً وَأَفْضَلُهَا جُزْءاً طَلَبُ الْحَلَالِ" عبادت کے ستر اجزاء ہیں جن میں سب سے افضل جزء طلب حلال ہے۔(۴)

(۱) سورۂ نمل آیت ۸۹

(۲) سورۂ آل عمران آیت ۳۱

(۳) بحار الانوار: ج ۶۷، ص ۲۰۴، باب ۵۳

(۴) بحار الانوار: ج ۱۰۰، ص ۱۷، باب ۱

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "اَلتَّفَكُّرُ فِي آلَاءِ اللّٰهِ نِعْمَ الْعِبَادَةِ" خداوند عالم کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا سب سے بہترین عبادت ہے۔(۱)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں: "التَّفَكُّرُ فِي مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عِبَادَةُ الْمُخْلِصِيْنَ" آسمان وزمین کے بارے میں غور وفکر کرنا مخلصین کی عبادت ہے۔(۲)

یا آپ نے فرمایا ہے: "اِنَّ مِنَ الْعِبَادَةِ لِيْنُ الْكَلَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ" نرم گفتگو اور بلند آواز سے سلام کرنا بھی عبادت ہے۔(۳)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "النَّظَرُ اِلَى الْعَالِمِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ اِلَى الْاِمَامِ الْمُقْسِطِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ اِلَى الْوَالِدَيْنِ بِرَاْفَةٍ وَرَحْمَةٍ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ اِلَى الْاَخِ تَوَدُّهُ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عِبَادَةٌ" عالم کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، عادل امام کی طرف دیکھنا عبادت ہے، والدین کی طرف رأفت ومحبت سے دیکھنا عبادت ہے اور اس بھائی کو دیکھنا بھی عبادت ہے جس سے خدا کے لئے محبت کرتا ہے۔(۴)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا: "مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَاباً مِنْ عِلْمٍ لِيَرُدَّ بِهِ بَاطِلاً اِلَى الْحَقِّ أَوْ ضَلَالَةً اِلَى هُدَى كَانَ عَمَلُهُ كَعِبَادَةِ مُتَعَبِّدٍ أَرْبَعِيْنَ عَاماً" جو شخص علم کا کوئی باب حاصل کرنے کے لئے اس نیت سے گھر سے نکلے کہ اس کے ذریعہ باطل کو حق کی طرف اور گمراہی کو ہدایت کی طرف پلٹائے گا تو اس کا یہ عمل چالیس سال عبادت کرنے والے عابدوں کی عبادتوں کے مانند ہے۔(۵)

---

(۱) غرر الحکم: ص ۵۶

(۲) غرر الحکم: ص ۵۶

(۳) غرر الحکم: ص ۲۱۵

(۴) بحار الانوار: ج ۱۷، ص ۲۷۸

(۵) بحار الانوار: ج ۱، ص ۱۸۱، باب ۱

روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے پیغمبر اکرمؐ سے اپنی یہ خواہش بیان کی: "يَا مُحَمَّدُ لَوْ كَانَتْ عِبَادَتُنَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ لَعَمِلْنَا ثَلَاثَ خِصَالٍ سَقْيُ الْمَاءِ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَاِغَاثَةُ أَصْحَابِ الْعِيَالِ وَسَتْرُ الذُّنُوْبِ" اے محمد! اگر ہمیں زمین کے اوپر عبادت کا موقع ملتا تو ہم تین اعمال انجام دیتے۔ ۱۔ مسلمانوں کو پانی پلانا ۲۔ کثیر العیال افراد کی مدد کرنا ۳۔ گناہوں کو چھپانا۔(۱)

---

(۱) میزان الحکمہ باب ۲۴۹

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ انسان کی خلقت کا مقصد کمال حقیقی تک پہونچنا ہے اور یہ مقصد صرف خداوند عالم کی محبت اور رضا کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے اسی لئے اسلام میں عبادت کو مقصد خلقت قرار دیا گیا ہے کیونکہ خداوند عالم کی رضا حاصل کرنے کا تنہا ذریعہ اس کی عبادت و بندگی اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔

سوالات:

۱۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں عبادت کو مقصد خلقت کیوں قرار دیا ہے؟

۲۔ انسان کی زندگی میں عبادت کیا کردار ادا کرتی ہے احادیث کی روشنی میں بتائیے؟

۳۔ بندگی کیا ہے؟

۴۔ عبادت کیسی ہونا چاہیئے؟

۵۔ عبادت کے مختلف مقاصد بیان کیجئے؟

۶۔ اسلام میں کس کس عمل کو عبادت قرار دیا گیا ہے؟

بائیسواں سبق

نماز کی فضیلت

تمام اسلامی عبادتوں کے درمیان نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے. روایات میں اسے دین کا ستون، مومن کی معراج اور اسلام کی تقویت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے روز قیامت ہر شخص سے سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال ہوگا چنانچہ اگر نماز قبول ہوگئی تو اس کے دوسرے اعمال بھی قبول ہوجائیں گے اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو دوسرے اعمال بھی قبول نہ ہونگے۔

نماز سے متعلق آیات اور احادیث، اس کی قدر و قیمت اور منزلت، اس کے شرائط اور خصوصیات، اصول، آداب وارکان، تعداد، اقسام اور نمازی کے فرائض و وظائف اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کو یکجا بیان کرنے کے لئے متعدد جلدوں کی کتاب درکار ہے لہٰذا اس سبق میں نماز کی عظمت و اہمیت کے صرف ایک گوشہ کو اجاگر کرنے کے لئے بعض آیات اور روایات ذکر کی جارہی ہیں۔

۱۔ نماز کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

نماز کی عظمت کے بارے میں پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

☆﴿وَ مَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''اور انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ خدا کی عبادت کریں اور

عبادت کو اس کے لئے خالص رکھیں اور نماز قائم کریں اور زکات دیں اور یہی سچا اور مستحکم دین ہے۔(۱)

☆ ﴿وَ أَقِمِ الصَّلاةَ اِنَّ الصَّلاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾

''اور نماز قائم کریں کہ نماز ہر برائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے اور اس کا ذکر بہت بڑی شی ہے۔''(۲)

☆ ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انہوں نے نماز قائم کی اور زکات ادا کی۔''(۳)

☆ ﴿مَاسَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ☆ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ ''آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہونچا دیا ہے وہ کہیں گے ہم نماز گذار نہیں تھے۔''(۴)

☆ ﴿وَ اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ وَ إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ ''صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو، نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو خضوع وخشوع والے ہیں۔''(۵)

☆ ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيّاً﴾ ''اور جب تک زندہ رہوں نماز اور زکات کی وصیت کی ہے۔''(۶)

☆ ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلاةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ﴾ ''پروردگار مجھے اور میری ذریت میں نماز قائم کرنے والے قرار دے اور پروردگار میری دعا کو قبول کرلے۔''(۷)

(۱) سورۂ بینہ آیت ۵
(۲) سورۂ عنکبوت آیت ۴۵
(۳) سورۂ حج آیت ۴۱
(۴) سورۂ مدثر آیت ۴۲/۴۳
(۵) سورۂ بقرہ آیت ۴۵
(۶) سورۂ مریم آیت ۳۱
(۷) سورۂ ابراہیم آیت ۴۰

☆ ﴿إِنَّ الصَّلاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَوْقُوتاً﴾ بیشک نماز، صاحبان ایمان کے لئے ایک وقت معین کے ساتھ فریضہ ہے۔(۱)

۲۔ احادیث پیغمبرؐ میں نماز کی اہمیت

نماز کی اہمیت اور عظمت کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ''جَعَلَ اللّٰهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قُرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلاةِ وَحَبَّبَ إِلَيَّ الصَّلاةَ كَمَا حَبَّبَ إِلَى الْجَائِعِ الطَّعَامَ وَإِلَى الظَّمْآنِ الْمَاءَ، وَإِنَّ الْجَائِعَ إِذَا أَكَلَ شَبِعَ وَإِنَّ الظَّمْآنَ إِذَا شَرِبَ رَوِيَ وَأَنَا لَا أَشْبَعُ مِنَ الصَّلاةِ'' اللہ تعالیٰ نے نماز کو میرے لئے خنکی چشم قرار دیا ہے اور نماز کی محبت میرے دل میں اس طرح رکھی ہے جس طرح بھوکے کو کھانے سے اور پیاسے کو پانی سے محبت ہوتی ہے لیکن بھوکا کھانے کے بعد اور پیاسا پانی پینے کے بعد سیر و سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز سے ہرگز سیر نہیں ہوتا۔(۲)

☆ ''الصَّلاةُ عِمَادُ الدِّينِ فَمَنْ تَرَكَ صَلَاتَهُ مُتَعَمِّداً فَقَدْ هَدَمَ دِينَهُ وَمَنْ تَرَكَ أَوْقَاتَهَا يَدْخُلُ الْوَيْلَ؛ وَالْوَيْلُ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ☆ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ ''نماز دین کا ستون ہے، جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے تو اس نے اپنے دین کو منہدم کر ڈالا. اور جو شخص اسے اس کے وقت پر نہ پڑھے وہ ویل میں داخل ہو گیا۔ اور ویل جہنم کی ایک گھاٹی ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: وَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ.(۳) ویل ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

(۱) سورۂ نساء آیت ۱۰۳
(۲) بحار الانوار: ج ۷۴، ص ۸۰، باب ۴
(۳) سورۂ ماعون آیت ۴/۵

☆ "لا تُضَيِّعُوا صَلاتَكُم. فَإِنَّ مَنْ ضَيَّعَ صَلاتَهُ حَشَرَهُ اللّٰهُ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَأَخْزَاهُمْ وَكَانَ حَقّاً عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِيْنَ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ لَمْ يُحَافِظْ صَلاتَهُ" اپنی نماز کو ضائع نہ کرو جو شخص نماز کو ضائع کرے گا خداوند عالم اسے قارون وفرعون اور ہامان کے ساتھ محشور کرے گا اللہ ان پر لعنت کرے اور انہیں ذلیل وخوار کرے. اور خداوند عالم کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے منافقین کے ساتھ جہنم میں داخل کرے. لہذا اس کے لئے ویل (وای) ہے جو اپنی نماز کی حفاظت نہ کرے۔(۱)

☆ ''مَثَلُ الصَّلاةِ مَثَلُ عَمُودِ الْفُسْطَاطِ إِذَا ثَبَتَ الْعَمُودُ نَفَعَتِ الْأَطْنَابُ وَالْأَوْتَادُ وَالْغِشَاءُ وَإِذَا انْكَسَرَ الْعَمُودُ لَمْ يَنْفَعْ طَنَبٌ وَلا وَتَدٌ وَلا غِشَاءٌ'' ''نماز کی مثال ستون خیمہ کی سی ہے جب تک وہ ستون قائم رہتا ہے تو رسیاں، کیلیں اور پردے فائدہ مند رہتے ہیں لیکن جب وہ ستون ہی ٹوٹ جاتا ہے تو نہ کوئی رسی فائدہ دیتی ہے نہ کیلیں اور نہ پردے۔''(۲)

☆ ''حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَأْتِي بِالْعَبْدِ فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَسْأَلُهُ عَنْهُ الصَّلاةَ فَإِنْ جَاءَ بِهَا تَامَّةً وَإِلَّا زُخَّ فِي النَّارِ'' ''نماز کی حفاظت کرو کیونکہ پروردگار عالم روز قیامت بندوں سے حساب وکتاب کرتے وقت سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کرے گا اگر اس نے کامل نماز پیش کردی تو نجات مل جائے گی ورنہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''(۳)

---

(۱) بحار الانوار: ج۷۹، ص۲۰۲، باب۱

(۲) اصول کافی: ج۳ ص۲۶۶

(۳) بحار الانوار: ج۷۹، ص۲۰۲، باب۱

☆ "إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاةِ وَتَوَجَّهْتَ وَقَرَأْتَ أُمَّ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ مِنَ السُّوَرِ، ثُمَّ رَكَعْتَ فَأَتْمَمْتَ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا وَتَشَهَّدْتَ وَسَلَّمْتَ غُفِرَ لَكَ كُلُّ ذَنْبٍ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الصَّلاةِ الَّتِي قَدَّمْتَهَا إِلَى الصَّلاةِ الْمُؤَخَّرَةِ" ''جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو اور نیت کر کے سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورہ پڑھ لو پھر اچھی طرح رکوع وسجود بھی کرلو اور تشہد وسلام بھی پڑھ لو تو تمہاری گذشتہ نماز اور اس نماز کے درمیان جتنے گناہ ہوئے ہیں وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔''(۱)

☆''مَادُمْتَ فِي الصَّلاةِ فَإِنَّكَ تَقْرَعُ بَابَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ وَمَنْ يُكْثِرْ قَرْعَ بَابِ الْمَلِكِ يُفْتَحْ لَهُ'' ''جب تک تم نماز میں مشغول ہو تو تم جبار بادشاہ (خداوند عالم) کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جو شخص کثرت سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھول ہی دیا جاتا ہے۔''(۲)

☆ ''مَا مِنْ صَلاةٍ يَحْضُرُ وَقْتُهَا إِلَّا نَادَى مَلَكٌ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ: أَيُّهَا النَّاسُ! قُومُوا إِلَى نِيرَانِكُمُ الَّتِي أَوْقَدْتُمُوهَا عَلَى ظُهُورِكُمْ فَأَطْفِئُوهَا بِصَلاتِكُمْ'' ''جب بھی کسی نماز کا وقت ہوتا ہے تو ایک فرشتہ لوگوں کے سامنے پکار کر یہ کہتا ہے. اٹھو اور جو آگ تم نے اپنی پشت کے اوپر جلا رکھی ہے اسے اپنی نماز کے ذریعہ بجھا ڈالو۔''(۳)

☆ ''اَلصَّلاةُ مِنْ شَرَائِعِ الدِّيْنِ وَفِيهَا مَرْضَاةُ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ فَهِيَ مِنْهَاجُ الْأَنْبِيَاءِ'' نماز دین تک پہونچنے کا راستہ ہے اس میں خداوند عالم کی خوشی اور رضا ہے اور یہ انبیاء کی سیرت ہے۔(۴)

---

(۱) بحار الانوار: ج۷۹، ص۲۰۵، باب۱

(۲) بحار الانوار: ج۷۴، ص۸۰، باب۴

(۳) بحار الانوار: ج۷۹، ص۲۰۹، باب۱

(۴) بحار الانوار: ص۲۳۱ باب۱

۳۔احادیثِ ائمہؑ طاہرین میں نماز کی عظمت

حضرت علیؑ کے مندرجہ اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

☆"اَلصَّلاۃُ حِصْنٌ مِنْ سَطَوَاتِ الشَّیْطَانِ"

"نماز شیطانی حملوں سے بچاؤ کا محکم قلعہ ہے۔"(۱)

☆"اَلصَّلاۃُ تنزلُ الرَّحْمَۃَ"

"نماز رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔"(۲)

☆"اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِي الصَّلاۃِ فَاِنَّھَا عَمُوْدُ دِیْنِکُمْ"

"خدا کے لئے، خدا کے لئے نماز کا خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔"(۳)

☆ "فَرَضَ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ تَطْھِیْراً مِنَ الشِّرْکِ وَالصَّلاۃَ تَنْزِیْھاً عَنِ الْکِبْرِ"

"خداوند عالم نے ایمان کو شرک سے پاک کرنے اور نماز کو تکبر سے بچانے کے لئے فرض کیا ہے۔"(۴)

☆ "لَوْ یَعْلَمُ الْمُصَلِّیْ مَا یَغْشَاہُ مِنْ جَلَالِ اللّٰہِ، ما سَرَّہُ اَنْ یَرْفَعَ رَأْسَہُ مِنَ السُّجُوْدِ" "اگر نمازی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ جلالت الٰہی میں کس طرح غرق ہے تو سجدہ سے سر اٹھانے میں کبھی خوشی محسوس نہ کرتا۔"(۵)

(۱) غرر الحکم: ص ۱۷۵، حدیث ۳۳۴۳

(۲) غرر الحکم: حدیث ۳۳۴۱

(۳) نہج البلاغہ: مکتوب ۴۷

(۴) نہج البلاغہ: حکمت ۵۱۲

(۵) بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۲۰۷، باب ۱

اسی طرح آپؑ نے فرمایا: "اِذَا اسْتَقْبَلَ الْمُصَلِّي الْقِبْلَۃَ اِسْتَقْبَلَ الرَّحْمٰنُ بِوَجْھِہٖ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ" "جب نمازی روبقبلہ کھڑا ہوتا ہے تو خدائے رحمان جسکے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے نماز کی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے۔"(۱)

آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: "اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ الصَّلاۃُ فَاِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَا سِوَاھَا" "سب سے پہلے ہر شخص سے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا اگر نماز قبول ہو گئی تو بقیہ اعمال بھی قبول ہو جائیں گے۔"(۲)

اس سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:

☆ "لِکُلِّ شَيْءٍ وَجْہٌ وَوَجْہُ دِیْنِکُمُ الصَّلاۃُ"

"ہر چیز کا ایک چہرہ ہوتا ہے اور تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے۔"(۳)

☆"اِنَّ طَاعَۃَ اللّٰہِ خِدْمَۃٌ فِي الْاَرْضِ فَلَیْسَ شَیْءٌ مِنْ خِدْمَۃٍ یَعْدِلُ الصَّلاۃَ"

"خداوند عالم کی اطاعت روئے زمین پر اس کی خدمت ہے اور نماز کے ہم پلہ کوئی خدمت نہیں ہے۔"(۴)

☆ "مَنْ اَتَی الصَّلاۃَ عَارِفاً بِحَقِّھَا غُفِرَ لَہٗ"

"جو شخص نماز کی قدر و قیمت کو جانتے ہوئے نماز ادا کرے گا اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔"(۵)

(۱) بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۲۱۹، باب ۱

(۲) بحار الانوار: ج ۸۰، ص ۲۵، باب ۶

(۳) بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۲۲۷، باب ۱

(۴) بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۲۱۹، باب ۱

(۵) بحار الانوار: ج ۷۹، ص ۲۰۷، باب ۱

☆ "لاحَظَّ فِي الْإِسْلام لِمَنْ تَرَکَ الصَّلاةَ"

"بے نمازی کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔" (۱)

☆ "اِعْلَمْ أَنَّ الصَّلاةَ حِجْزَةُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَعْلَمَ مَا يُدْرِکُ مِنْ نَفْعِ صَلاتِهِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ كَانَتْ صَلاتُهُ حَجَزَتْهُ عَنِ الْفَوَاحِشِ وَالْمُنْكَرِ فَإِنَّمَا أَدْرَکَ مِنْ نَفْعِهَا بِقَدَرِ مَا احْتَجَزَ" "یادرکھو! نماز زمین کے اوپر خداوند عالم کا ایک باندھ ہے لہذا جو شخص یہ جاننا چاہے کہ اس کی نماز سے اسے کتنا فائدہ پہونچا ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اس کی نماز نے اسے برائیوں سے کس مقدار میں روکا ہے. چنانچہ وہ جتنی مقدار میں برائیوں سے رکا رہا اس کو اتنا ہی فائدہ حاصل ہوا۔" (۲)

---

(۱) بحار الانوار: ج۷۹، ص۲۳۲، باب۱

(۲) بحار الانوار: ج۸۱، ص۲۶۳، باب۱۶

سبق کا خلاصہ:

نماز اسلام کی سب سے اہم عبادت ہے اس کو دین کا ستون کہا گیا ہے۔

نماز ہر عبادت کی بنیاد اور ستون ہے اسی لئے روایات میں آیا ہے کہ روز قیامت ہر بندہ سے نماز کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔

سوالات:

۱۔ اسلامی احکام کے درمیان نماز کی کیا عظمت ہے؟

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کو نماز کتنی عزیز تھی؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے نماز کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

۴۔ ائمہ طاہرینؑ نے نماز کے کیا فضائل بیان کئے ہیں؟

تیئیسواں سبق

آداب نماز

۱۔ اجزاء وشرائط کا خیال

نمازی کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ نماز کے تمام اجزا اور شرائط کا بخوبی خیال رکھے اور انہیں بالکل صحیح طریقہ سے انجام دے نماز سے متعلق مسائل جیسے وضو، طہارت، لباس، جگہ، وقت، قبلہ، قرائت، نیز دوسرے تمام واجبات اور اذکار نماز صحیح طریقہ سے جاننے کے لئے معتبر علماء کرام سے دریافت کرنا چاہئے یا مراجع تقلید کی توضیح المسائل کو ملاحظہ فرمائیں. اور اس کے مطابق مسائل کو اچھی طرح یاد کرنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہے اور ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔

۲۔ بارگاہ الٰہی میں حضور

نمازی کو مسلسل یہ احساس رہنا چاہئے کہ جب وہ قبلہ رخ ہوکر نماز شروع کرتا ہے تو وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں پہونچ جاتا ہے لہٰذا جس طرح وہ اپنے بزرگوں کے سامنے بڑے ادب واحترام سے کھڑا ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ ادب و احترام کے ساتھ حالت نماز میں کھڑے ہونا چاہئے اور غیر متعلق کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: ''اُعْبُدِ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ كُنْتَ لَاتَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ'' خداوند عالم کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس

کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔"(۱)

روایت میں ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ انس بن مالک نماز میں ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں آنحضرتؐ نے انس سے فرمایا: یَا أَنَسُ! صَلِّ صَلوٰۃَ مُوَدِّعٍ تَرَیٰ أَنَّکَ لَا تُصَلِّي بَعْدَهَا صَلَاةً أَبَداً اِضْرِبْ بِبَصَرِکَ مَوْضِعَ سُجُودِکَ لَاتَعْرِفُ مَنْ عَنْ يَمِينِکَ وَلَا عَنْ شِمَالِکَ وَاعْلَمْ أَنَّکَ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ يَرَاکَ وَلَا تَرَاهُ" "اے انس اپنی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کرو کہ گویا اب اس کے بعد کبھی بھی تم نماز نہ پڑھو گے، اپنی نگاہوں کو اپنی سجدہ گاہ پر جمائے رکھو. اور دائیں یا بائیں طرف ہرگز توجہ نہ کرو. اور یاد رکھو کہ تم اس کی بارگاہ میں کھڑے ہو جو تمہیں دیکھ رہا ہے اگرچہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو۔"(۲)

ایک دن پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا:" أَمَا اِنَّهُ لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ" "یقیناً اگر اس کے دل میں خضوع وخشوع ہوتا تو اس کے اعضاء وجوارح بھی خاضع وخاشع ہوتے۔"(۳)

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا:"اِنَّ اللّٰهَ کَرِهَ لَکُمْ سِتّاً: اَلْعَبَثُ فِي الصَّلَاةِ" "خداوند عالم کو تمہاری چھ چیزیں ناپسند ہیں... نماز میں فضول کام کرنا۔"(۴)

امام محمد باقرؑ اپنے والد امام زین العابدینؑ کے بارے میں فرماتے ہیں: "اِذَا قَامَ

(۱) بحارالانوار: ج ۷۴، ص ۷۵، باب ۴
(۲) بحارالانوار: ج ۸۱، ص ۲۶۴، باب ۱۶
(۳) بحارالانوار: ص ۲۲۸، باب ۱۶
(۴) بحارالانوار: ص ۲۶۷، باب ۱۶

فِي الصَّلَاةِ کَأَنَّهُ سَاقُ شَجَرَةٍ لَا يَتَحَرَّکُ مِنْهُ إِلَّا مَا حَرَّکَهُ الرِّيحُ مِنْهُ" "جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے درخت ہو جس میں صرف اتنی حرکت ہوتی ہے جتنا وہ ہوا سے ہلتا ہے۔"(۱)

۳۔ نشاط وولولہ

نمازی اپنی ہر نماز کو شوق نشاط اور دل جمعی و دلچسپی کے ساتھ ادا کرے اور ہر قسم کی سستی و کاہلی وغیرہ سے دور رہے کیونکہ قرآن مجید نے منافقین کے مختلف فریب اور ہتھکنڈوں کو بیان کرتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ نماز کے معاملہ میں بہت سست رہتے ہیں اور اسی بنا پر ان کی مذمت اس طرح کی ہے: اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا کُسَالَىٰ يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلاً" "منافقین خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور خدا ان کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے اور یہ نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ. لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔"(۲)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: أَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبَادَةَ فَعَانَقَهَا وَأَحَبَّهَا بِقَلْبِهِ وَبَاشَرَهَا بِجَسَدِهِ وَتَفَرَّغَ لَهَا فَهُوَ لَايُبَالِي عَلَىٰ مَا أَصْبَحَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَىٰ عُسْرٍ أَمْ عَلَىٰ يُسْرٍ"(۳) "سب سے افضل انسان وہ ہے جو نماز سے اتنا عشق رکھتا ہو کہ اسے گلے لگالے اس سے قلبی محبت رکھتا ہو، نماز اس کے وجود میں بالکل پیوست ہو جائے. اور وہ اس کے لئے ہر چیز سے بے فکر رہتا ہے، یعنی اسے یہ پرواہ نہیں رہتی ہے کہ اس کا یہ دن پرسکون گذرے گا یا پریشاں حالی میں۔"

(۱) بحارالانوار: ص ۲۴۸، باب ۱۶
(۲) سورۂ نساء آیت ۱۴۲
(۳) بحارالانوار: ج ۶۷، ص ۲۵۳ باب ۵۵

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: لَا تَقُمْ اِلَی الصَّلاۃِ مُتَکَاسِلاً وَلَا مُتَنَاعِساً وَلَا مُتَثَاقِلاً فَاِنَّھَا مِنْ خَلَلِ النِّفَاقِ فَاِنَّ اللّٰہَ نَھَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَقُوْمُوْا اِلَی الصَّلَاۃِ وَھُمْ سُکَارٰی یَعْنِیْ مِنَ النَّوْمِ"(۱) "نماز میں سست، اونگھتے ہوئے، یا سوتے ہوئے نہ کھڑے ہوا کرو. کیونکہ ایسا نفاق کے باعث ہوتا ہے اور خداوند عالم نے مومنین کو مستی کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور وہ (مستی) نیند ہے۔"

۴۔ خضوع وخشوع

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان مومنین کو فلاح اور کامیابی کی بشارت دی ہے جو خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ "یقیناً صاحبان ایمان کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں میں گڑگڑانے والے ہیں۔"(۱)

پیغمبر اکرمؐ سے خشوع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اَلتَّوَاضُعُ فِي الصَّلاۃِ وَأَنْ یُقْبِلَ الْعَبْدُ بِقَلْبِہِ کُلِّہِ عَلٰی رَبِّہِ" "خشوع کا مطلب نماز میں تواضع ہے کہ انسان قلب کی گہرائیوں سے خدا کی جانب متوجہ ہو۔"(۲)

علماء اخلاق نے کہا ہے کہ نماز میں خشوع کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ قلبی خشوع۔ یعنی اپنے دل کو ہر طرح کے فکر وخیال سے خالی کرے اور صرف خدا کی طرف متوجہ رہے۔

۲۔ جسمانی خشوع. اس کے اعضاء وجوارح کوئی ایسا کام نہ کریں جو نماز کی شان کے

(۱) بحار الانوار: ج۸۱، ص۲۱۳

(۲) سورۂ مومنون آیت ۲/۱

(۳) بحار الانوار: ج۸۱، ص۲۶۴، باب ۱۶

خلاف ہوں. لہذا اس کی نظریں صرف سجدہ گاہ پر ہوں نہ کہ ادھر ادھر یا ہاتھوں اور پیروں کی حرکت بھی احکام نماز کے مطابق ہو۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "اِنَّمَا الصَّلاۃُ تَمَسْکُنٌ وَتَوَاضُعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَبَاُّسٌ وَتَنَدُّمٌ وَتَقَنُّعٌ بِمَدِّ یَدَیْکَ فَتَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ، اَللّٰھُمَّ، فَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ فَھِیَ خِدَاجٌ" نماز مسکینی، تواضع، تضرع وزاری فقر اور پشیمانی کے اظہار کا نام ہے یعنی تم ہاتھ پھیلا کر "اللھم اللھم.." کہو اور جو شخص یہ نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔(۱)

۵۔ حضور قلب

نمازی کو نماز کے ہر مرحلہ میں خاص طور سے نیت کے وقت اپنے دل ودماغ کو ہر طرح کے فکر وخیال سے دور رکھ کر خدا کی طرف متوجہ رکھنا چاہیئے. یعنی اسے یہ دھیان رہے کہ اس وقت وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا ومناجات اور راز ونیاز میں مشغول ہے نہ کہ زندگی کے دوسرے معاملات میں...... پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃَ عَبْدٍ لَا یَحْضُرُ قَلْبُہُ مَعَ بَدَنِہِ" اس شخص کی نماز قطعاً قبول نہ ہوگی جس کا دل اس کے بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو۔(۲)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: لَا یَقُوْمَنَّ اَحَدُکُمْ فِي الصَّلاۃِ مُتَکَاسِلاً وَلَا نَاعِساً وَلَا یُفَکِّرَنَّ فِي نَفْسِہِ فَاِنَّہُ بَیْنَ یَدَيْ رَبِّہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِنَّمَا لِلْعَبْدِ مِنْ صَلَاتِہِ مَا اَقْبَلَ عَلَیْہِ مِنْھَا بِقَلْبِہِ"

(۱) احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ

(۲) بحار الانوار: ج۸۱، باب ۱۶، ص۲۴۲

"کسی بھی شخص کو نماز کے لئے سستی، کاہلی اور جمائی لیتے ہوئے نہ کھڑا ہونا چاہئے اور اپنی فکر میں نہ ڈوبا رہے کیونکہ وہ پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہے یقیناً ہر بندہ کو اپنی نماز کا صرف اتنا حصہ ہی نصیب ہوتا ہے جتنی دیر نماز میں اس کا دل حاضر رہتا ہے۔"(۱)

ابوحمزہؒ ثمالیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ کو دیکھا کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کی عبا آپ کے ایک شانے سے نیچے گری ہوئی تھی لیکن آپ نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا یہاں تک کہ نماز تمام ہوگئی میں نے عرض کی. آپ نے اپنی عبا کیوں ٹھیک نہیں کی تھی؟

آپ نے فرمایا:"وَيْحَکَ بَيْنَ يَدَيْ مَنْ كُنْتُ ؟ اِنَّ الْعَبْدَ لَايُقْبَلُ مِنْ صَلاتِهِ اِلَّا مَا اَقْبَلَ عَلَيْهِ مِنْهَا بِقَلْبِهِ" تم پر وائے ہو! تمہیں معلوم نہیں میں کس کے حضور میں کھڑا تھا؟ ہر بندہ کی صرف اتنی ہی مقدار نماز قبول ہوتی ہے جس مقدار میں اس کا دل حاضر رہتا ہے۔(۲)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:"اِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلاةَ لَايُكْتَبُ لَهُ سُدُسُهَا وَلاعُشْرُهَا وَاِنَّما يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنْ صَلاتِهِ ما عَقَلَ مِنْهَا" جب کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے تو اس کے (نامۂ عمل) میں اس کا چھٹا یا دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا بلکہ ہر بندہ کی اتنی ہی نماز اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے جتنی مقدار میں وہ اسے سمجھا ہے۔(۳)

۶۔ نماز کا احترام

ہر مسلمان اور مومن کے لئے ضروری ہے کہ نماز کا احترام کرے اور اس کو واقعاً عظیم سمجھے

---

(۱) بحار الانوار، ج۸۱ص۲۳۹

(۲) بحار الانوار، ج۸۱ص۲۳۷

(۳) بحار الانوار، ج۸۱ص۲۴۹

کیونکہ نماز کو حقیر یا ہلکا سمجھنا گناہ کبیرہ ہے اسی لئے جو لوگ نماز کو معمولی سمجھتے ہیں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ نے ان کی مذمت کی ہے اور انہیں اپنے سے دور قرار دیا ہے۔

چنانچہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: "لَيْسَ مِنِّي مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلاتِهِ لايَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ لا وَاللهِ" "وہ مجھ سے نہیں ہے جو اپنی نماز کو معمولی سمجھے خدا کی قسم وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہونچ سکتا۔"(۱)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: "لا تَتَهاوَنْ بِصَلاتِکَ فَاِنَّ النَّبِيَّ قالَ عِنْدَ مَوْتِهِ: لَيْسَ مِنِّي مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلاتِهِ" "اپنی نماز کو حقیر مت سمجھنا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی رحلت کے وقت فرمایا تھا: اپنی نماز کو معمولی سمجھنے والا مجھ سے نہیں ہے۔"(۲)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "شَفاعَتُنا لا تَنالُ مُسْتَخِفّاً بِصَلاتِهِ" "نماز کو حقیر اور سبک سمجھنے والے کو ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔"(۳)

۷۔ اول وقت کا خیال

نماز کو اس کے اول وقت پر پڑھنا چاہئے. روایات میں اول وقت کے لئے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے. اول وقت نماز پڑھنا. اور نماز سے قلبی محبت اور نمازی کی نظر میں نماز کی عظمت و اہمیت کی بہترین دلیل ہے۔

چنانچہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: اِعْلَمْ أَنَّ أَوَّلَ وَقْتٍ أَبَداً أَفْضَلُ فَعَجِّلْ بِالْخَيْرِ ما اسْتَطَعْتَ وَأَحَبُّ الْاَعْمالِ اِلَى اللهِ ما داوَمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّ "یادرکھو

---

(۱) وسائل الشیعہ: ج۴،ص۲۳، باب۶

(۲) بحار الانوار: ج۷۹،ص۲۲۴، باب۱

(۳) بحار الانوار: ج۸۲، باب۱

اول وقت ہمیشہ افضل ہے. لہذا جتنا ممکن ہو کار خیر کے لئے جلدی کرو اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ کار خیر ہے جسے بندہ مسلسل بجالاتا رہے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "فَضْلُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ عَلَى الْآخِرِ كَفَضْلِ الْآخِرَةِ عَلَى الدُّنْيَا" "اول وقت کی فضیلت آخری وقت پر ویسی ہی ہے جیسی فضیلت آخرت کو دنیا پر حاصل ہے۔"(۲)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَفَضْلُ الْوَقْتِ الْأَوَّلِ عَلَى الْآخِرِ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ عَنْ مَالِهِ وَوَلَدِهِ" "آخری وقت کے مقابلہ اول وقت کی فضیلت مومن کے لئے اس کے مال اور اولاد سے زیادہ ہے۔"(۳)

۸۔ زینت وآرائش

قرآن مجید میں پروردگار عالم نے اپنے بندوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ...﴾ اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اور ہر مسجد کے پاس اپنی زینت ساتھ رکھو۔(۴)

لہذا مناسب یہی ہے کہ نمازی نماز پڑھتے وقت پاک وصاف رہے اور مناسب لباس پہنے یعنی اس کی ظاہری شکل وصورت بھی مناسب ہو اور پھر وہ خدا کی بارگاہ میں حاضری دے (جس کی وضاحت گذشتہ درس میں گذر چکی ہے)

(۱) اصول کافی: ج ۳، ص ۴۷۲

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۳، ص ۱۰۲، باب ۳

(۳) بحار الانوار: ج ۸۲، باب ۵

(۴) سورۂ اعراف آیت ۳۱

۹۔ نماز جماعت

نمازی کے لئے جہاں تک ممکن ہو ہر نماز کو مسجد میں اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے کیونکہ نماز جماعت کی قدر وقیمت ہر ایک کے فہم وخیال اور تصورات سے بالاتر ہے روایت میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ جب نماز جماعت میں دس آدمی ہو جائیں تو سب فرشتے مل کر بھی اس جماعت کا ثواب نہیں لکھ سکتے ہیں۔

سبق کا خلاصہ:

نماز کے تمام اجزاء وشرائط کا لحاظ بارگاہ خداوندی میں حاضری، ذوق وشوق کے ساتھ نماز پڑھنا، حضور قلب، خضوع وخشوع، نماز کا احترام، اول وقت کا خیال رکھنا نماز کے اہم ترین آداب میں سے ہے۔ جن کی پابندی ہر نمازی کے لئے ضروری ہے۔

سوالات:

۱۔ بارگاہ الٰہی میں حاضری کے آداب کیا ہیں؟

۲۔ منافقین کی نماز کیسی ہوتی ہے؟

۳۔ پیغمبر اکرمؐ نے سب سے افضل کس شخص کو قرار دیا ہے؟

۴۔ نماز میں خضوع وخشوع کے کیا معنی ہیں؟

۵۔ روایت کی بنا پر پیغمبرؐ نے کن لوگوں کو اپنی شفاعت سے محروم قرار دیا ہے؟

۶۔ اول وقت کی فضیلت کتنی زیادہ ہے؟

چوبیسواں سبق

روزہ کی اہمیت

اسلام میں نماز کے بعد سب سے اہم عبادت روزہ ہے، اور اس کو پروردگار عالم نے تمام مسلمانوں کے اوپر ماہ مبارک رمضان میں واجب قرار دیا ہے. جس کی تفصیلات فقہی کتابوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

روزہ نفس کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ ہر مسلمان اپنے باطن اور قلب و دماغ کو پاک و پاکیزہ، اپنے ارادہ کو مضبوط اور مستحکم بنا سکتا ہے اور حیوانی خواہشات سے نجات حاصل کر کے روحانی بلندیوں تک پہونچ سکتا ہے جس سے وہ محبت اور رضائے الٰہی کا حقدار بن کر جنت میں جگہ پا سکتا ہے۔

اس سبق میں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کی احادیث کی روشنی میں روزہ کی اہمیت اس کے آداب اور شرائط اور اس کے فوائد ونتائج بیان کئے جائیں گے۔

۱۔ روزہ میرے لئے ہے

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ ، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا اِلیٰ سَبْعَ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ" خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس

سے لیکر سات سو گنا تک جزا دی جاتی ہے سوائے روزہ کے، روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دونگا۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: ''اِستَعِینُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلاۃِ یَعنِی بِالصَّبرِ: الصَّومَ'' (۲) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے ایک اور آیۂ کریمہ یں ارشاد ہوتا ہے ''اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُونَ اَجرَهُم بِغَیرِ حِسَابٍ'' (۴) ''بس صبر کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔'' چونکہ امام جعفر صادقؑ کے ارشاد کے مطابق صبر سے مراد روزہ ہے اس طرح دونوں آیتوں کو ملانے سے بخوبی یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے روزہ دار کا درجہ بے حساب ہے۔

گویا کہ انسان روزے کے علاوہ جتنی بھی عبادتیں کرتا ہے ان سب کے ثواب کا علم محدود ہے لیکن روزہ کا ثواب صرف پروردگار عالم کو ہے اور یہی چیز روزہ کی عظمت اور منزلت کے لئے کافی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی حدیث میں ہے: ''قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ: کُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ هُوَ لَهُ غَیرُ الصِّیَامِ هُوَ لِي وَاَنَا اَجزِي بِهِ وَالصِّیَامُ جُنَّةُ العَبدِ المُؤمِنِ یَومَ القِیَامَةِ کَمَا یَقِي اَحَدَکُم سِلَاحُهُ فِي الدُّنیَا وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطیَبُ عِندَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِن رِیحِ المِسکِ وَالصَّائِمُ یَفرَحُ بِفَرحَتَینِ: حِینَ یَفطُرُ وَیَشرَبُ وَحِینَ یَلقَانِي فَاُدخِلُهُ الجَنَّةَ''۔ ''روزہ دار کے علاوہ اولاد آدم کا ہر عمل خود اس کے لئے ہے اور روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی روزہ کی جزا دوں گا، اور قیامت کے دن بندۂ مومن کی اسی طرح سپر ہے جس طرح دنیا

(۱) سنن نسائی: ج۴

(۲) اصول کافی: ج۴

(۳) سورۂ بقرہ: آیت ۴۵

(۴) سورۂ زمر: آیت ۱۰

میں ہر آدمی کا اسلحہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور روزہ دار کے دہن کی بو خداوند عزوجل کے نزدیک مشک کی بو سے بھی بہتر ہے روزہ دار کو دُہری خوشی نصیب ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت جب کوئی چیز کھاتا یا پیتا ہے دوسرے جب میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔''(۱)

آپ ہی کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے ''وَالَّذِي نَفسِي بِیَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطیَبُ عِندَ اللّٰهِ مِن رِیحِ المِسکِ یَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّمَا یَذَرُ شَهوَتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ لِأَجلِي فَالصَّومُ لِي وَاَنَا اَجزِي بِهِ'' ''اس ذات گرامی کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو خداوند عالم کے نزدیک مشک کی بو سے بہتر ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: اس بندہ نے اپنے خواہشات اور کھانے پینے کو صرف میرے لئے ترک کر رکھا ہے لہذا روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''(۲)

۲۔ روزہ سپر ہے

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: ''اَلصَّومُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ'' ''روزہ جہنم سے حفاظت کی سپر ہے۔''(۳)

اس سلسلہ میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''عَلَیکَ بِالصَّومِ فَاِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَاِنِ استَطَعتَ اَن یَاتِیَکَ المَوتُ وَبَطنُکَ جَائِعٌ فَافعَل'' ''روزہ رکھو کیونکہ وہ جہنم سے محفوظ رہنے کی سپر ہے اور اگر تمہارے لئے ممکن ہو کہ مرتے وقت تم بالکل خالی پیٹ ہو تو ایسا ہی کرو۔''(۴)

(۱) بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۴۹ باب ۳۰

(۲) صحیح بخاری ج ۳

(۳) بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۱۲۶، باب ۱۴

(۴) بحار الانوار، ص ۲۵۸، باب ۳۰

پیغمبر اکرمؐ نے روزہ کو سپر اس لئے قرار دیا ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی دو مضبوط قوتیں یعنی شہوت اور غضب اس کے قابو میں رہتی ہیں. اور اگر یہ دونوں بے قابو رہیں تو انسان کو گمراہی اور بھیانک تباہی کے منہ میں جھونک سکتی ہیں اسی لئے آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ یَخْرِقْهَا" "روزہ اس وقت تک سپر ہے جب تک اسے پارہ نہ کیا جائے۔" (یعنی اسے باطل نہ کیا جائے) (۱)

۳۔ روزہ کے اسباب

حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں "فَرَضَ اللّٰهُ... الصِّیَامَ ابْتِلاءً لِإِخْلاصِ الْخَلْقِ" "خداوند عالم نے روزہ کو لوگوں کے خلوص کی آزمائش کے لئے فرض کیا ہے۔" (۲)

شہزادی کائناتؑ فرماتی ہیں: "فَرَضَ اللّٰهُ الصِّیَامَ تَثْبِیتاً لِلْإِخْلاصِ" "اللہ تعالی نے روزہ کو خلوص کے استحکام کے لئے واجب قرار دیا ہے۔" (۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: "أَمَّا الْعِلَّةُ فِي الصِّیَامِ لِیَسْتَوِيَ بِهِ الْغَنِيُّ وَالْفَقِیرُ وَذٰلِکَ لِأَنَّ الْغَنِيَّ لَمْ یَکُنْ لِیَجِدَ مَسَّ الْجُوعِ فَیَرْحَمَ الْفَقِیرَ لِأَنَّ الْغَنِيَّ کُلَّمَا أَرَادَ شَیْئاً قَدَرَ عَلَیْهِ فَأَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ یُسَوِّيَ بَیْنَ خَلْقِهِ وَأَنْ یُذِیقَ الْغَنِيَّ مَسَّ الْجُوعِ وَالْأَلَمِ لِیَرِقَّ عَلَی الضَّعِیفِ وَیَرْحَمَ الْجَائِعَ" "روزہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مالدار اور فقیر سب برابر ہو جائیں کیونکہ مالدار جب تک بھوک کا مزہ نہ چکھ لے وہ فقیر کے اوپر رحم نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کا جو دل چاہتا ہے وہ اسے حاصل کر لیتا ہے. لہذا خداوند عالم نے یہ

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳ ص ۲۹۶، باب ۳۶
(۲) نہج البلاغہ: حکم ۲۵۲
(۳) بحار الانوار: ج ۹۳ ص ۳۶۸، باب ۴۶

چاہا کہ اس کی تمام مخلوقات کے درمیان مساوات پیدا ہو جائے اور مالدار بھی بھوک کا مزہ اور درد چکھ لے تاکہ اس کا دل بھی کمزوروں کے لئے نرم پڑ جائے اور وہ بھی بھوکوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئے۔" (۱)

امام رضاؑ نے روزہ کے وجوب کا یہ سبب بیان فرمایا ہے: "فَإِنْ قَالَ: فَلِمَ أُمِرُوا بِالصَّوْمِ؟ قِیلَ: لِکَيْ یَعْرِفُوا أَلَمَ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَیَسْتَدِلُّوا عَلَیٰ فَقْرِ الْآخِرَةِ وَلِیَکُونَ الصَّائِمُ خَاشِعاً ذَلِیلاً مُسْتَکِیناً مَأْجُوراً مُحْتَسِباً عَارِفاً، صَابِراً لِمَا أَصَابَهُ مِنَ الْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَیَسْتَوْجِبَ الثَّوَابَ مَعَ مَا فِیهِ مِنَ الْإِنْکِسَارِ عَنِ الشَّهَوَاتِ وَلِیَکُونَ ذٰلِکَ وَاعِظاً لَهُمْ فِي الْعَاجِلِ وَرَائِضاً لَهُمْ عَلَیٰ أَدَاءِ مَا کَلَّفَهُمْ وَدَلِیلاً فِي الْآجِلِ وَلِیَعْرِفُوا شِدَّةَ مَبْلَغِ ذٰلِکَ عَلَیٰ أَهْلِ الْفَقْرِ وَالْمَسْکَنَةِ فِي الدُّنْیَا فَیُؤَدُّوا إِلَیْهِمْ مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ تَعَالَیٰ لَهُمْ فِي أَمْوَالِهِمْ" "اگر کوئی یہ کہے کہ روزہ کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے تاکہ وہ بھی بھوک اور پیاس کی تکلیف کا احساس کر سکے! اور اس کے ذریعہ آخرت کی غربت کا اندازہ کر لے اور یہ کہ روزہ دار اپنی بھوک و پیاس کو برداشت کر کے خدا کے سامنے ذلیل، مسکین (نیازمند) ثواب کا مستحق، جزا کا منتظر اور خداوند عالم کا عارف اور ثواب کا مستحق بن جائے اس کے علاوہ اس میں خواہشات کا توڑ، زود گذر چیزوں کے بارے میں نصیحت، فرائض کی ادائیگی کے لئے آمادگی، آئندہ کے لئے رہنمائی ہے اور تاکہ انہیں یہ پتہ چل جائے کہ فقیروں اور مسکینوں کے لئے اس کو برداشت کرنا کتنا دشوار ہے لہذا اسے دیکھ کر وہ ان کے وہ حقوق ادا کریں جن کو خداوند عالم نے ان کے اموال میں واجب قرار دیا ہے۔" (۲)

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳ ص ۳۷۱، باب ۴۶
(۲) بحار الانوار: ج ۹۳ ص ۳۶۹، باب ۴۶

۴۔روزہ کے معنوی اثرات

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ "نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَنَفَسُهُ تَسْبِيحٌ" "روزہ دار کا سونا عبادت اور سانس تسبیح ہے۔"(۱)

☆ "اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ مَلَائِكَةً بِالدُّعَاءِ لِلصَّائِمِينَ" "خداوند عالم نے کچھ فرشتوں کو روزہ دار کے لئے دعا کرنے پر مامور فرمایا ہے۔"(۲)

☆ "مَنْ صَامَ يَوْماً تَطَوُّعاً فَلَوْ اُعْطِيَ مِلءُ الْأَرْضِ ذَهَباً مَا وُفِّيَ أَجْرُهُ دُوْنَ يَوْمِ الْحِسَابِ" "جو شخص ایک دن مستحبی روزہ رکھے تو اگر اسے پوری زمین سونے سے بھر کر دیدی جائے تو بھی اس کا اجر کامل نہیں ہوسکتا ہاں صرف روز قیامت وہ اپنے مکمل اجر حاصل کرلے گا۔"(۳)

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: "نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ وَصَمْتُهُ تَسْبِيحٌ وَدُعَاؤُهُ مُسْتَجَابٌ وَعَمَلُهُ مُضَاعَفٌ" "روزہ دار کا سونا عبادت، سانس تسبیح اور دعا مستجاب ہے نیز اس کے عمل کا اجر دوگنا ہوجاتا ہے۔"(۴)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ اِفْطَارِهٖ دَعْوَةً لَا تُرَدُّ" "افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے۔"(۵)

---

(۱) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۸، باب ۳۰

(۲) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۳ باب ۳۰

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۲، باب ۳۰

(۴) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۵۵، باب ۳۰

(۵) گذشتہ حوالہ

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: "اَلصَّائِمُ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ نَائِماً عَلَىٰ فِرَاشِهِ مَالَمْ يَغْتَبْ مُسْلِماً" "روزہ دار عبادت الٰہی میں مشغول ہے چاہے وہ بشرطیکہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے۔"(۱)

۵۔روزہ کی حد

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے: "لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ أَنْ لَا يَأْكُلَ الْاِنْسَانُ وَلَا يَشْرَبَ فَقَطْ وَلٰكِنْ اِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ وَبَطْنُكَ وَفَرْجُكَ وَاحْفَظْ يَدَكَ وَفَرْجَكَ وَاَكْثِرِ السُّكُوتَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ وَارْفِقْ بِخَادِمِكَ" "روزہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے کہ انسان صرف کھانا پینا چھوڑ دے بلکہ جب تم روزہ رکھو تو پھر تمہارے کان، آنکھ، زبان، پیٹ، شرمگاہ کو بھی روزہ دار ہونا چاہئے۔اور اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو بچا کر رکھو، اور نیک باتوں کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خاموش رہو۔اور اپنے خادموں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔"(۲)

امام رضاؑ نے فرمایا ہے: "اِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَجِلْدُكَ وَشَعْرُكَ" "جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، کھال، اور بال کو بھی روزہ دار ہونا چاہئے۔"(۳)

---

(۱) بحار الانوار: ص ۲۴۷، باب ۳۰

(۲) وسائل الشیعہ: ج ۱۰، ص ۱۶۵، باب ۱۱

(۳) بحار الانوار: ج ۹۳، ص ۲۹۱ باب ۳۶

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی ایک اور اہم عبادت کا نام روزہ ہے کیونکہ ایک مسلمان روزہ رکھ کر اپنی خواہشات نفس اور ہوا و ہوس پر غلبہ حاصل کرسکتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی روح کو پاک و پاکیزہ بناتا ہے۔

پروردگار عالم نے روزہ داروں کے لئے عظیم اجر قرار دیا ہے۔

سوالات:

۱۔ خداوند عالم نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ روزہ کا ثواب میرے ذمہ ہے؟

۲۔ روزہ دار کی دوہری خوشیاں کونسی ہیں؟

۳۔ روزہ جہنم کی سپر ہے!! اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ روزہ واجب ہونے کا سبب کیا ہے؟

۵۔ روزہ کے روحانی اور معنوی آثار بیان کیجئے؟

۶۔ کیا روزہ صرف نہ کھانے پینے کا نام ہے؟

پچیسواں سبق

قرآن مجید کی فضیلت

۱۔ قرآن مجید کی فضیلت

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "فَضلُ القُرآنِ عَلیٰ سائِرِ الکَلامِ کَفَضلِ اللہِ عَلیٰ خَلقِہِ" "قرآن مجید کو ہر کلام کے اوپر وہی فوقیت و برتری حاصل ہے جو فوقیت خداوند عالم کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔" (۱)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: "اَلقُرآنُ غِنیً لا غِنیٰ دُونَہُ وَلا فَقرَ بَعدَہُ" "قرآن مجید ایسی دولت ہے جس سے بے نیازی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس کے (مل جانے کے) بعد کوئی فقر ہے۔" (۲)

آپ یہ بھی فرماتے ہیں: "اَصدَقُ القَولِ وَاَبلَغُ المَوعِظَۃِ وَاَحسَنُ القَصَصِ کِتابُ اللہِ" "سب سے سچا کلام، اور بلیغ ترین موعظہ اور سب سے حسین داستان کتاب خدا ہے۔" (۳)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: "عَلَیکُم بِالقُرآنِ فَاتَّخِذُوہُ اِماماً قائِداً" "تمہیں قرآن مجید کا خیال رہے لہذا اسے اپنا امام اور قائد قرار دو۔" (۴)

(۱) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۷، باب ۱

(۲) گذشتہ حوالہ

(۳) بحار الانوار: ج ۷۴، ص ۱۱۶، باب ۶

(۴) کنز العمال: حدیث ۴۰۲۹

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے: "اِعْلَمُوا اِنَّهُ لَيْسَ عَلَىٰ أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَلَا لِأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنَىً فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَاسْتَعِيْنُوْا بِهِ عَلَىٰ لَأْوَائِكُمْ فَإِنَّ فِيْهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَالضَّلَالُ" "یادرکھو (فہم وادراک) قرآن مل جانے کے بعد کوئی فاقہ کش نہیں رہ سکتا اور قرآن سے پہلے مستغنی ہوجانا ممکن نہیں ہے. لہذا اس کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کرو. اور سختیوں میں اس سے مدد حاصل کرو کیونکہ اس میں سب سے بڑی بیماریوں کی شفا ہے اور وہ یہ ہیں کفر، نفاق، بغاوت، گمراہی۔" (۱)

۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت

اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ "أَفْضَلُ عِبَادَةِ أُمَّتِي قِرَائَةُ الْقُرْآنِ" "میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوت قرآن ہے۔" (۲)

☆ "أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ" "اہل قرآن اہل اللہ اور اس کے خواص ہیں۔" (۳)

☆ "إِنَّ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَاؤُهَا؟ فَقَالَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَذِكْرُ الْمَوْتِ" "دل بھی اسی طرح زنگ آلود ہوجاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہوجاتا ہے. کہا گیا: یارسول اللہ اس کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تلاوت قرآن اور موت کو یاد رکھنا۔ (۴)

☆ "إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُحَدِّثَ رَبَّهُ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْآنَ" "تم میں سے جب کوئی

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۶

(۲) سنن دارمی: ج ۲

(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۲۱۵

(۴) احیاء علوم الدین: کتاب آداب، مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۱۰۴

شخص اپنے رب سے بات کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کرلیا کرے۔" (۱)

☆ "عَلَيْكَ بِقِرَائَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ قِرَائَتَهُ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوْبِ وَسِتْرٌ فِي النَّارِ وَأَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ" "تمہارے لئے تلاوت قرآن ضروری ہے کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ، جہنم کی آگ سے پوشش اور عذاب سے امان ہے۔" (۲)

☆ "لَا تَغْفَلْ عَنْ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يُحْيِي الْقَلْبَ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ" "قرائت قرآن سے غافل نہ رہنا کیونکہ قرآن دل کو زندہ کرتا ہے اور برائیوں نیز گناہوں اور ظلم وستم سے روکتا ہے۔" (۳)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "مَنْ أَنِسَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ لَمْ تُوحِشْهُ مُفَارَقَةُ الْإِخْوَانِ" "جو شخص تلاوت قرآن مجید سے مانوس ہوجائے اسے دوستوں کی جدائی وحشت زدہ نہیں کرتی ہے۔" (۴)

نیز فرمایا: "لِقَاحُ الْإِيْمَانِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ" (۵) ایمان کے بارآور ہونے کا نام تلاوت قرآن ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَهُوَ شَابٌّ مُؤْمِنٌ اِخْتَلَطَ الْقُرْآنُ بِلَحْمِهِ وَدَمِهِ، جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ" "جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرے اور وہ مومن جوان ہو تو قران مجید اس کے گوشت اور خون میں مخلوط ہوجاتا ہے اللہ تعالی اس کو اپنے نیک اور بلند مرتبہ انبیاء کے ساتھ قرار دیتا ہے۔" (۶)

---

(۱) کنز العمال: تلاوت القرآن ح ۲۲۵۷

(۲) بحار الانوار: ۸۹، ص ۱۷، باب ۱

(۳) کنز العمال: حدیث ۴۰۳۲

(۴) غرر الحکم: ص ۱۱۲، حدیث ۱۹۹۳

(۵) غرر الحکم: ص ۱۱۲ ح ۱۹۹۲

(۶) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۸۷، باب ۲۰

۳۔قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت

اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ "اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ مَأْدُبَةُ اللّٰهِ فَتَعَلَّمُوا مِنْ مَأْدُبَتِهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ" "یہ قرآن مجید خداوند عالم کا دسترخوان ہے لہذا تمہارے لئے جتنا ممکن ہو سکے اس کے دسترخوان سے تعلیم حاصل کرلو۔"(۱)

اسی طرح آپؐ نے جناب معاذ بن جبل سے ارشاد فرمایا: یَا مَعَاذُ! اِنْ اَرَدْتَ عَيْشَ السُّعَدَاءِ وَمِيتَةَ الشُّهَدَاءِ وَالنَّجَاةَ يَوْمَ الْحَشْرِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ وَالنُّورَ يَوْمَ الظُّلُمَاتِ وَالظِّلَّ يَوْمَ الْحَرُورِ وَالرِّيَّ يَوْمَ الْعَطَشِ وَالْوَزْنَ يَوْمَ الْخِفَّةِ وَالْهُدَىٰ يَوْمَ الضَّلَالَةِ فَادْرُسِ الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ ذِكْرُ الرَّحْمٰنِ وَحِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُجْحَانٌ فِي الْمِيزَانِ" "اے معاذ اگر سعادت مندوں کی زندگی، شہداء کی موت، روز محشر نجات، روز خوف امن وسلامتی، روز ظلمت نور اور گمراہی کے دن ہدایت چاہیے تو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو. کیونکہ وہ خدائے رحمان کا ذکر اور شیطان سے حفاظت کا حرز، اور میزان اعمال میں دوسروں سے بھاری بھرکم ہے۔"(۲)

☆ "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" "تمہارے درمیان سب سے بہتر وہ ہے جو پہلے خود قرآن سیکھے اور پھر دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔"(۳)

☆ "مَنْ عَلَّمَ عَبْداً آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَخْذُلَهُ وَلَا

(۱) کنزالعمال: ج۱،ص ۵۲۶ حدیث ۲۳۵۶

(۲) کنزالعمال: خ ۲۳۳۹

(۳) کنزالعمال: خ ۲۳۵۱

يَسْتَأْثِرَ عَلَيْهِ فَإِنْ هُوَ فَعَلَهُ قَصَمَ عُرْوَةً مِنْ عُرَى الْإِسْلَامِ" "جو شخص کسی دوسرے کو کتاب خدا کی ایک آیت کی تعلیم دیدے تو وہ اس کا مولا و آقا ہے لہذا اس کے لئے اسے چھوڑ دینا یا اس کے اوپر کسی اور کو ترجیح دینا ہرگز مناسب نہیں ہے. اور اگر وہ ایسا کام کر گذرے تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کو کاٹ ڈالا ہے۔"(۱)

☆ "مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ فِيمَنْ عِنْدَهُ" "جب کبھی بھی خداوند عالم کے کسی گھر (مسجد) میں کچھ لوگ جمع ہو کر کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کے اوپر ضرور سکون و اطمینان (سکینہ) نازل ہوتا ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اپنے درمیان ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔"(۲)

☆ "مَنْ عَلَّمَ وَلَداً لَهُ الْقُرْآنَ قَلَّدَهُ قِلَادَةً يَعْجَبُ مِنْهَا الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" "جو شخص اپنے بیٹے کو قرآن مجید کی تعلیم دے تو روز قیامت اس کی گردن میں ایک ایسا ہار پڑا ہوگا جسے دیکھ کر اولین وآخرین سب دنگ رہ جائیں گے۔"(۳)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحْسِنَ اسْمَهُ وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ" "باپ کے اوپر بیٹے کا یہ حق ہے کہ اس کا بہترین نام رکھے اسے اچھی تربیت نیز قرآن مجید کی تعلیم دے۔"(۴)

(۱) کنزالعمال: حدیث ۲۳۲۰

(۲) کنزالعمال: حدیث ۲۳۲۰

(۳) کنزالعمال: حدیث ۲۳۸۶

(۴) نہج البلاغہ: حکمت ۳۹۹

آپؑ ہی نے فرمایا: "تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ الْقَصَصِ" "قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ بہترین کلام ہے اور اس کے مطالب و معانی درک کرنے کی سوجھ بوجھ پیدا کرو کیونکہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اچھی طرح اس کی تلاوت کیا کرو. کیونکہ یہ سب سے زیادہ فائدہ مند قصہ ہے۔"(۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ لَا يَمُوتَ حَتَّىٰ يَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ أَوْ يَكُونَ فِي تَعَلُّمِهِ" "مومن کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ قرآن سیکھے بغیر مرجائے یا کم از کم (مرتے وقت) اس کی تعلیم میں مشغول ہو۔"(۲)

۴۔ حفظ اور فہم قرآن کی فضیلت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ "أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ" "میرے امت کے اشراف حاملین قرآن اور شب زندہ دار حضرات ہیں۔"(۳)

☆ "حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ" "حاملین قرآن اہل جنت کے عرفاء ہیں۔"(۴)

☆ "لَا يُعَذِّبُ اللَّهُ قَلْباً وَعَى الْقُرْآنَ" "اس دل پر خدا عذاب نہ کرے گا جس میں قرآن مجید محفوظ ہے۔"(۵)

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۱۰
(۲) بحار الانوار: ج ۸۹ ص ۱۸۹، باب ۲۰
(۳) بحار الانوار: ج ۸۹ ص ۱۷۷، باب ۱۹
(۴) گذشتہ حوالہ
(۵) گذشتہ حوالہ ص ۱۷۸

☆ "إِنَّ أَهْلَ الْقُرْآنِ فِي أَعْلَىٰ دَرَجَةٍ مِنَ الْآدَمِيِّينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ فَلَا تَسْتَضْعِفُوا أَهْلَ الْقُرْآنِ حُقُوقَهُمْ فَإِنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ لَمَكَاناً" "اہل قرآن انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے زیادہ بلند درجہ پر فائز ہونگے. لہذا اہل قرآن کے حقوق کو ضائع نہ کرو کیونکہ ان کے لئے خداوند عالم کی طرف ایک عظیم منزلت اور مقام ہے۔"(۱)

☆ "مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ حِفْظَ كِتَابِهِ فَظَنَّ أَنَّ أَحَداً أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِمَّا أُعْطِيَ فَقَدْ غَمَطَ أَفْضَلَ النِّعْمَةِ" "جسے خداوند عالم اپنی کتاب کو حفظ کرنے کی دولت سے نواز دے اور پھر وہ یہ گمان کرے کہ کسی دوسرے کو اس سے بہتر چیز مل گئی ہے تو اس نے خداوند عالم کی سب سے بڑی نعمت کی تحقیر اور ناشکری کی ہے۔"(۲)

☆ "إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرَابِ" "جس کے باطن میں قرآن مجید کا کوئی حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔"(۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "الْحَافِظُ لِلْقُرْآنِ الْعَامِلُ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ" "قرآن مجید پر عمل کرنے والا حافظ قرآن، اللہ کے نیک اور بزرگ انبیاء کے ساتھ رہے گا۔"(۴)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا: "إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ فُلَانٌ قَارِئٌ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لِيَطْلُبَ بِهِ الدُّنْيَا وَلَا خَيْرَ فِي ذَلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لِيَنْتَفِعَ بِهِ فِي صَلَاتِهِ وَلَيْلِهِ وَنَهَارِهِ" "کچھ لوگ اس لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں تا کہ لوگ یہ کہیں

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۶۰۳
(۲) کنز العمال: حدیث ۲۳۱۷
(۳) کنز العمال: حدیث ۲۴۷۸
(۴) بحار الانوار: ج ۸۹، ۱۷۷، باب ۱۹

کہ فلاں قاری قرآن ہے اور کچھ ایسے ہیں جو دنیا طلبی کے لئے قرآن پڑھتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور کچھ لوگ اس لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ اپنی نماز اور رات و دن (ہر معاملۂ زندگی) میں ہمیشہ فائدہ حاصل کریں۔"(۱)

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت سننا

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

☆ "أَلا مَنِ اشْتاقَ اِلَیٰ اللّٰهِ فَلْیَسْتَمِعْ کَلامَ اللّٰهِ" "یاد رکھو. جو شخص خداوند عالم کا مشتاق ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔"(۲)

☆ "مَنِ اسْتَمَعَ اِلَیٰ آیَةٍ مِنْ کِتابِ اللّٰهِ کُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ مُضاعَفَةٌ وَمَنْ تَلا آیَةً مِنْ کِتابِ اللّٰهِ کانَتْ لَهُ نُوراً یَوْمَ الْقِیامَةِ" "جو شخص قرآن مجید کی ایک آیت سنے گا اس کے لئے دوہرا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص اس کی ایک آیت کی تلاوت کرے گا تو وہ اس کے لئے روز قیامت نور بن جائے گی۔"(۳)

☆ "یُدْفَعُ عَنْ قارِیِ الْقُرْآنِ بَلاءُ الدُّنْیا وَیُدْفَعُ عَنْ مُسْتَمِعِ الْقُرْآنِ بَلاءُ الْآخِرَةِ" "قاری قرآن کی دنیاوی بلائیں اور تلاوت سننے والے کی اخروی بلائیں دور کردی جاتی ہیں۔"(۴)

---

(۱) اصول کافی: ج۲ ص۶۰۷

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۴۷۲

(۳) کنز العمال: حدیث ۱۳۱۶

(۴) کنز العمال: حدیث ۴۰۳۱

سبق کا خلاصہ:

کیونکہ قرآن مجید کتاب سعادت و ہدایت ہے لہذا تدبر اور اسکے معانی پر توجہ کے ساتھ اس کی تلاوت کرنا سعادت کی شناخت اور اس تک پہونچنے کا بہترین راستہ ہے. اسی لئے روایات معصومین علیہم السلام میں تلاوت قرآن مجید کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے اور مومنین کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ ہر مرحلہ میں اس کی طرف خصوصی توجہ رکھیں۔

سوالات:

۱۔ روایات معصومین علیہم السلام میں قرآن مجید کی کیا اہمیت بیان کی گئی ہے؟

۲۔ تلاوت قرآن کا روحانی (معنوی) نتیجہ کیا ہے؟

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی کیا اہمیت اور قدر و قیمت ہے؟

۴۔ روایات میں حفاظ قرآن کے کیا فضائل بیان کئے گئے ہیں؟

۵۔ روایات کے مطابق تلاوت قرآن سننے والوں کے لئے کیا ثواب (جزا) ہے؟

چھبیسواں سبق

تلاوت قرآن کے آداب

قرآن کریم اللہ تعالی کا کلام اور اس کی عظیم کتاب ہے اور یہ دوسری کتابوں سے ممتاز ہے اس لئے اس کی تلاوت کے بھی مخصوص آداب ہیں جن کا ہر مسلمان کو خیال رکھنا چاہئے. ان آداب میں بعض کا تعلق اس کے احترام سے ہے جبکہ کچھ آداب اس کو سمجھنے اور اس میں تدبر کرنے نیز اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کے بارے میں ہیں جنکی تفصیلات حاضر خدمت ہے:

ا۔ ظاہری آداب

تلاوت کے وقت باوضو، باطہارت اور صاف ستھرا نیز کتاب خدا کے حضور میں باادب رہے اور قرآن کے سامنے چاہے بیٹھا ہو یا کھڑا ہو ہمیشہ متواضع رہے اور ہر متکبرانہ انداز سے پرہیز کرے جیسے پیر پھیلانا وغیرہ مختصر یہ کہ خلاف ادب کوئی کام نہ کرے۔

اسی طرح قاری کے لئے بہتر ہے کہ مسواک کر کے منہ دھو لے کیونکہ پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نَظِّفُوا طَرِيقَ الْقُرآنِ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا طَرِيقُ الْقُرآنِ؟ قَالَ: أَفْوَاهُكُمْ. قِيلَ: بِمَاذَا؟ قَالَ: بِالسِّوَاكِ. ''قرآن کریم کے راستوں کو صاف ستھرا رکھو عرض کیا گیا یا رسول اللہ قرآن کے راستے کونسے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہارے دہن سوال کیا گیا کہ انہیں

کس طرح صاف رکھیں. فرمایا: مسواک کے ذریعہ۔"(۱)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اِنَّ أَفْوَاهَکُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ فَطَيِّبُوْهَا بِالسِّوَاکِ" "تمہارے دہن قرآن کریم کی گذرگاہ (آمد و رفت کے راستے) ہیں لہذا انہیں مسواک کے ذریعہ صاف ستھرا رکھو۔"(۲)

۲۔ قرائت قرآن کی جگہ

ہر مسلمان پر قرآن کریم کا احترام کرنا واجب ہے، لہذا احمام یا بیت الخلاء جیسی جگہوں پر قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے. بلکہ ہر قاری کو تلاوت کے لئے بہتر سے بہتر جگہ تلاش کرنا چاہئے جیسے مسجد یا متبرک مقامات، اسی طرح برادران اسلام کو اپنے گھروں میں قرآن کی تلاوت کرنا چاہئے کیونکہ اس کے بے شمار فائدے ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: نَوِّرُوْا بُيُوْتَکُمْ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْراً کَمَا فَعَلَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ. صَلُّوا فِي الْکَنَائِسِ وَالْبِيَعِ وَعَطَّلُوْا بُيُوْتَهُمْ. فَاِنَّ الْبَيْتَ إِذَا کَثُرَ فِيْهِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ کَثُرَ خَيْرُهُ وَاتَّسَعَ أَهْلُهُ وَأَضَاءَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ کَمَا يُضِيءُ نُجُوْمُ السَّمَاءِ لِأَهْلِ الدُّنْيَا" "اپنے گھروں کو تلاوت قرآن سے نورانی بناؤ. اور یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح انہیں قبر نہ بنا ڈالو کہ وہ گرجا گھروں اور اپنی عبادت گاہوں میں نماز پڑھتے ہیں اور گھروں میں کوئی عبادت نہیں کرتے. جب کہ گھر میں جتنی زیادہ تلاوت قرآن مجید ہوگی اس کے لئے اتنی ہی بھلائی ہے اور اس سے اہل خانہ کے لئے آسانیاں فراہم ہوں گی اور وہ اہل آسمان کو اسی طرح چمکتا دکھائی دے گا جس طرح اہل زمین کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔"(۳)

---

(۱) بحار الانوار: ج۸۹، ص۲۱۳، باب ۲۶

(۲) کنز العمال: حدیث ۲۷۵۱، بحار الانوار ج۸۱، ص۳۳۰، باب ۲۰

(۳) اصول کافی: ج۲، ص۶۱۰

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "اَلْبَيْتُ الَّذِي يُقْرَأُ فِيْهِ الْقُرْآنُ وَيُذْکَرُ اللّٰهُ فِيْهِ تَکْثُرُ بَرَکَتُهُ وَتَحْضُرُهُ الْمَلَائِکَةُ وَتَهْجُرُهُ الشَّيَاطِيْنَ وَيَضِيءُ لأَهْلِ السَّمَاءِ کَمَا تَضِيءُ الْکَوَاکِبُ لأَهْلِ الأَرْضِ وَاِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي لَا يُقْرَأُ فِيْهِ الْقُرْآنُ وَلَا يُذْکَرُ اللّٰهُ فِيْهِ تَقِلُّ بَرَکَتُهُ وَتَهْجُرُهُ الْمَلَائِکَةُ وَتَحْضُرُهُ الشَّيَاطِيْنُ" "جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور ذکر الٰہی ہوتا ہے اس کی برکتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور اس میں ملائکہ آ جاتے ہیں اور شیاطین چلے جاتے ہیں اور وہ اہل آسمان کو اسی طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس طرح اہل زمین کو ستارے دکھائی دیتے ہیں. اور جس گھر میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاتا ہے اور نہ ذکر الٰہی ہوتا ہے اس کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں وہاں سے ملائکہ چلے جاتے ہیں. اور اس پر شیاطین قبضہ کر لیتے ہیں۔"(۱)

۳۔ تلاوت کی مقدار

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اَلْقُرْآنُ عَهْدُ اللّٰهِ اِلَى خَلْقِهِ فَقَدْ يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَنْظُرَ فِي عَهْدِهِ وَأَنْ يَقْرَأَ مِنْهُ فِي کُلِّ يَوْمٍ خَمْسِيْنَ آيَةً" "قرآن مجید اللہ کی مخلوق کے لئے اس کا ایک عہد ہے لہذا ہر مسلمان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے عہد نامہ کو ملاحظہ کرتا رہے اور ہر روز اس کی پچاس آیتیں پڑھا کرے۔"(۲)

واضح رہے کہ اگرچہ قرآن مجید کی جتنی زیادہ تلاوت کی جائے اتنا ہی بہتر ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ تلاوت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی آیتوں کے معانی و مفاہیم پر توجہ باقی نہ رہے یعنی صرف اتنی تلاوت کرے جتنا آسانی سمجھ سکے. جیسا کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی! کیا میں ایک دن میں پورا قرآن ختم کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "لَا يُعْجِبُنِي أَنْ تَقْرَأَهُ فِي

---

(۱) اصول کافی: ج۲، ص۶۱۰

(۲) اصول کافی: ص۶۰۹

أَقَلَّ مِنْ شَهْرٍ "مجھے پسند نہیں ہے کہ تم اسے ایک مہینہ سے پہلے پڑھ لو. (یعنی ایک ختم قرآن کے لئے کم از کم ایک مہینہ صرف کرنا چاہئے)۔(۱)

پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ اَقَلَّ مِنْ ثَلاثٍ لَمْ يَفْقَهْهُ" "جو شخص تین دن سے پہلے قرآن مجید ختم کرلے وہ اسے نہیں سمجھ سکتا ہے۔"(۲)

۵/۴۔ استعاذہ اور تسمیہ (اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہنا)

تلاوت شروع کرنے سے پہلے شیطان کے شر سے خداوند عالم کی پناہ مانگے اور یہ کہے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" لہذا جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان رجیم سے مقابلہ کے لئے اللہ کی پناہ طلب کریں۔(۳)

استعاذہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کہے. اس بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اَغْلِقُوا أَبْوَابَ الْمَعْصِيَةِ بِالْاِسْتِعَاذَةِ وَافْتَحُوا أَبْوَابَ الطَّاعَةِ بِالتَّسْمِيَةِ" "استعاذہ کہہ کر گناہوں کے دروازے بند کردو اور تسمیہ (بسم اللہ) سے اطاعت کے دروازے کھول دو۔(۴)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جب کبھی کسی آیت سے استدلال کرتے تھے تو آیت پڑھنے سے پہلے "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" ضرور کہتے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔(۵)

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۶۱۷
(۲) سنن ابن ماجہ: حدیث ۱۳۴۷
(۳) سورۂ نحل آیت ۹۸
(۴) بحار الانوار: ج ۸۹ ص ۲۱۶، باب ۲۶
(۵) بحار الانوار: ص ۲۱۰، باب ۲۶

۶۔ ترتیل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ "اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو"(۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: "بَيِّنْهُ تِبْيَاناً وَلَا تَهُذَّهُ هَذَّ الشِّعْرِ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرَ الرَّمْلِ وَلٰكِنِ افْزَعُوا قُلُوبَكُمُ الْقَاسِيَةَ وَلَا يَكُنْ هَمُّ أَحَدِكُمْ آخِرَ السُّورَةِ" "اسے اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھو. اور شعر کی طرح (گا گا کر) نہ پڑھو اور نہ ریت کی طرح ایک دم منتشر کردو بلکہ اپنے سخت دلوں کو خوفزدہ کرو اور تمہیں یہی فکر نہ رہے کہ یہ سورہ کب ختم ہوگا" مختصر یہ کہ تلاوت اتنے آرام آرام سے ہونی چاہئے کہ پڑھنے والے کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع بھی ملتا رہے۔

۷۔ دلنشین آواز

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ" "قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے آراستہ اور مزین کرو۔"(۲)

☆ "اِنَّ حُسْنَ الصَّوْتِ زِينَةٌ لِلْقُرْآنِ" "بیشک اچھی آواز قرآن مجید کی زینت ہے۔"(۳)

☆ "اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حِلْيَةً وَحِلْيَةُ الْقُرْآنِ اَلصَّوْتُ الْحَسَنُ" "ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن مجید کی زینت اچھی آواز ہے۔"(۴)

(۱) سورۂ مزمل: آیت ۴
(۲) سنن دارمی: ج ۲
(۳) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۱۹۰، باب ۲۱
(۴) گذشتہ حوالہ

۸۔حزن اور خشوع

تلاوت قرآن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ قاری، تلاوت قرآن کے وقت حزن وملال کا انداز اپنائے کیونکہ یہ قرآن کے معانی کو سمجھنے کا اثر ہے اور اس لئے بھی کہ یاد خدا سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے جیسا کہ پروردگار عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ'' ''کیا صاحبان ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکر خدا اور اس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہوجائیں۔''(۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

☆ ''اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ نَزَلَ بِالْحُزْنِ'' ''قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھو کیونکہ قرآن مجید حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے۔''(۲)

☆ ''اُتْلُوا الْقُرْآنَ وَأَبْكُوا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا'' ''قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت گریہ کیا کرو اور اگر گریہ نہیں کرسکتے تو رونے والے کی شکل اختیار کرلو۔''(۳)

☆ ''مَا مِنْ عَيْنٍ فَاضَتْ مِنْ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ، إِلَّا قَرَّتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' ''جو آنکھ بھی تلاوت قرآن مجید سے اشکبار ہوگی وہ روز قیامت پرسکون رہے گی۔''(۴)

۹۔تدبر

تلاوت کرنے والے کا سب سے اہم فریضہ قرآن مجید کے مضامین میں تدبر اور غور وفکر کرنا

(۱) سورۂ حدید: آیت ۱۶
(۲) کنز العمال: حدیث ۲۷۷۷
(۳) سنن ابن ماجہ: حدیث ۴۱۹۶
(۴) کنز العمال: حدیث ۲۸۲۴

ہے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا اصل مقصد اس کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

واضح رہے کہ صرف تلاوت کرنے یعنی الفاظ کو دہرانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا ہے. لہذا اس میں تدبر ضروری ہے اور اگر اس تدبر اور غور وفکر کے بعد قرآن مجید سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تفسیروں میں ملاحظہ کرے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور صاحبان عقل نصیحت حاصل کریں۔''(۱)

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ ''تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔''(۲)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: أَلَا لَا خَيْرَ فِي قِرَائَةٍ لَا تَدَبُّرَ فِيهِ ''یاد رکھو جس قرائت قرآن میں تدبر نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔''(۳)

۱۰۔قرآن مجید میں دیکھ کر اس کی تلاوت کرنا

بہتر ہے کہ قرآن مجید میں دیکھ کر اس کی تلاوت کرے چاہے وہ حافظ قرآن ہو تب بھی قرآن میں دیکھ کر ہی پڑھنا زیادہ بہتر ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی کہتے ہیں: کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی! مجھے قرآن مجید حفظ ہے. تو میں زبانی پڑھوں یہ بہتر ہے یا

(۱) سورۂ ص: آیت ۲۹
(۲) سورۂ محمد: آیت ۲۴
(۳) بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۲۱۰، باب ۲۶

قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "بَلْ إِقْرَأْهُ وَانْظُرْ فِي الْمُصْحَفِ فَهُوَ أَفْضَلُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّظَرَ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ" "قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھا کرو یہی افضل ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قرآن مجید کی عبارت کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔"(۱)

(۱) بحار الانوار: ص ۱۹۶، باب ۲۲

سبق کا خلاصہ:

قرآن مجید کے احترام اور اس سے کماحقہ استفادہ کرنے کے لئے تلاوت کرنے والے کو چند آداب کا خیال رکھنا چاہئے. جیسے باادب اور روبقبلہ بیٹھنا، تلاوت کی مقدار، تلاوت کا صحیح طریقہ، معانی قرآن میں تدبر اور غور وفکر کرنا۔

سوالات:

۱۔ تلاوت قرآن کرنے والے کو تلاوت کرتے وقت کس طرح ہونا چاہئے؟

۲۔ کن جگہوں پر تلاوت کرنا صحیح نہیں ہے؟

۳۔ ہر روز کتنی آیتوں کی تلاوت کرنا چاہئے؟

۴۔ ترتیل کے معنی کیا ہیں؟

۵۔ تدبر قرآن کی اہمیت بیان کریں؟

ستائیسواں سبق

دعا وزیارت کی اہمیت

اس سبق میں ہم سب سے پہلے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلامی احکام وآداب کے درمیان دعا اور بارگاہ الٰہی میں حاجات طلب کرنے کی اہمیت ومنزلت کیا ہے؟ اس جواب کے بعد ہمیں فضیلت واہمیت دعا کا اندازہ ہو جائے گا اس سبق میں ہم اولیاء الٰہی کے دیدار اور دنیا سے ان کی رحلت کے بعد ان کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں بھی گفتگو کریں گے۔

ا۔ دعا کی منزلت

دعا کی منزلت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَلَایُهْلَکُ مَعَ الدُّعَاءِ أَحَدٌ" "دعا عبادت کی جان ہے دعا کے ہوتے ہوئے کوئی بھی انسان ہلاک نہیں ہوسکتا۔"(۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: تَرْکُ الدُّعَاءِ مَعْصِیَةٌ" ترک دعا گناہ ہے۔"(۲)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "أَحَبُّ الأَعْمَالِ اِلَیٰ اللّٰهِ فِي الأَرْضِ الدُّعَاءُ" "روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل دعا ہے۔"(۳)

ارشاد الٰہی: ﴿إِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾

....

(۱) بحار الانوار: ج۹۰، ص۳۰۰، باب ۱۶

(۲) میزان الحکمہ: باب ۱۱۸۹

(۳) اصول کافی: ج۲، ص۴۶۷

کے ذیل میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: "هُوَ الدُّعَاءُ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اَلدُّعَاءُ" اس سے مراد دعا ہے اور بہترین عبادت دعا ہے۔(۱)

ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا: کون سی عبادت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "مَا مِنْ شَيْءٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ وَيُطْلَبَ مِمَّا عِنْدَهُ وَمَا أَحَدٌ أَبْغَضَ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِمَّنْ يَسْتَكْبِرُ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَايَسْأَلُ مَا عِنْدَهُ" "اللہ کے نزدیک اس سے بہتر عبادت اور کوئی نہیں ہے کہ اس کے پاس جو ہے وہ اس سے سوال کر کے طلب کیا جائے اور اللہ کے نزدیک مبغوض ترین بندہ وہ ہے، جو اس کی عبادت سے روگردانی کرے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ نہ مانگے۔"(۲)

ان احادیث کے ذریعہ دعا کی عظمت خود بخود واضح ہو جاتی ہے اور کیونکہ مشیت الٰہی یہی ہے کہ ہر انسان کمال حقیقی کی منزل تک پہونچے اور چونکہ اس کا مقصد خلقت عبادت ہے لہٰذا عبادت کے بغیر کمال حقیقی تک نہیں پہونچا جا سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْأِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ "ہم نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"(۳)

انسان کو یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ ذاتاً محتاج ہے اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب پروردگار عالم کا عطا کیا ہوا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ "انسانو! تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے۔"(۴)

(۱) سورۂ غافر: آیت ۶۰، اصول کافی: ج۲،ص۴۶۶

(۲) گذشتہ حوالہ

۳) سورۂ ذاریات: آیت ۵۶

(۴) سورۂ فاطر: آیت ۱۵

جب انسان اس حقیقت کو محسوس کرلے گا تو خود بخود دعا وعبادت اور غنی مطلق پروردگار کی جانب خضوع وخشوع کے ساتھ قدم بڑھائے گا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾ "اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو تمہارا پروردگار تمہاری پرواہ نہ کرتا۔"(۱)

دعا ہی انسان اور خالق کے رشتہ اور رابطہ کو محکم کرتی ہے وہ رشتہ جو مخلوق اور خالق، فقیر اور غنی، محتاج بندہ اور خدائے واحد و بے نیاز کے درمیان پایا جاتا ہے. اسی لئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دعا کے بارے میں تاکید پائی جاتی ہے. ﴿وَ ادْعُوهُ خَوْفاً وَطَمَعاً إِنَّ رَحْمَتَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ "اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو. کہ اس کی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے۔"(۲)

﴿فَادْعُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ "لہٰذا تم خالص عبادت کے ساتھ خدا کو پکارو۔"(۳)

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ "اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔"(۴)

دعا کو ترک کر دینے والا، گناہ اور عصیان کا پیکر بن جاتا ہے جب کہ دعا کی پابندی،

(۱) سورۂ فرقان: آیت ۷۷

(۲) سورۂ اعراف: آیت ۵۶

(۳) سورۂ غافر: آیت ۱۴

(۴) سورۂ غافر: آیت ۶۰

رب العالمین کی بارگاہ میں انسان کی عبودیت کی ترجمان ہوتی ہے. اللہ کے نیک اور صالح بندے وہ ہیں جو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں. خداوند عالم قرآن مجید میں ایسے بندوں کا تذکرہ ان اوصاف کے ساتھ کرتا ہے:

﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً﴾ "اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں۔"(۱)

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا: ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ "اور وہ رغبت اور خوف کے ہر عالم میں ہمیں کو پکارنے والے تھے اور ہماری بارگاہ میں گڑگڑا کر التجا کرنے والے بندے تھے۔"(۲)

۲۔ دعا کی قدر ومنزلت اور اس کے آثار

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعَمُوْدُ الدِّيْنِ وَنُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ" "دعا مومن کا اسلحہ، دین کا ستون اور زمین وآسمان کا نور ہے۔"(۳)

آپؐ نے فرمایا: "لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ" "قضا کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے۔"(۴)

آپؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَادْفَعُوْا أَبْوَابَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ" "اپنے مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرو اور دعا کے ذریعہ بلاؤں کو دفع کرو۔"(۵)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَاءِ" "اللہ کی نگاہ میں دعا سے زیادہ مکرم کوئی شے نہیں ہے۔"(۶)

(۱) سورۂ سجدہ: آیت ۱۶
(۲) سورۂ انبیاء: آیت ۹۰
(۳) اصول کافی: ج ۲، ص ۴۶۸
(۴) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۴، باب ۱۶
(۵) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۲۸ باب ۱۶
(۶) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۴ باب ۱۶

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

☆ "أَعْلَمُ النَّاسِ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَكْثَرُهُمْ لَهُ مَسْأَلَةً" "خداوند عالم کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا وہ ہے جو اس کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ دعا کرتا ہے۔"(۱)

☆ "اَلدُّعَاءُ مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ وَمِصْبَاحُ الظُّلْمَةِ" "دعا رحمت الٰہی کے خزانہ کی کنجی اور ظلمت کا چراغ ہے۔"(۲)

☆ "مَنْ قَرَعَ بَابَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فُتِحَ لَهُ" "جو دروازۂ الٰہی پر دستک دے گا اس کے لئے دروازہ کھل جائے گا۔"(۳)

☆ "اَلدُّعَاءُ أَنْفَذُ مِنَ السِّنَانِ" "دعا نیزہ سے بھی زیادہ کارگر ہوتی ہے۔"(۴)

۳۔ زیارت اولیاء

ہر انسان دوسروں سے کچھ نہ کچھ سماجی تعلقات رکھتا ہے جن کے باعث وہ ایک دوسرے سے میل جول رکھتے ہیں اور ملاقات کرتے رہتے ہیں. اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک انسان کسی بھی قلبی جذبہ یا محبت آمیز رویہ کی بنا پر کسی سے زیادہ مانوس ہوتا ہے اور پھر اسی محبت ودوستی کے اظہار کے لئے اس سے ملتا رہتا ہے. ایسے سماجی روابط اسی وقت پیدا ہوتے ہیں کہ جب ان کے درمیان کوئی نقطہ مشترک ہو. بسا اوقات نظریاتی یا سیاسی ہم آہنگی کی بنیاد پر بھی یہ تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اور لوگ فکری یا مادی فائدہ کے تحت ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے ہیں۔

(۱) غرر الحکم: ص ۱۹۲، حدیث ۳۷۳۴
(۲) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۰ باب ۱۶
(۳) غرر الحکم: ص ۱۹۳
(۴) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۹۵ باب ۱۶

مختصر الفاظ میں ملاقات اور زیارت کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں:

۱۔ محبت ومودت اور دوستی کا اظہار

۲۔ جماعت یا پارٹی کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا

۳۔ معنوی یا مادی فوائد

مذہبی دنیا میں لوگ اپنے مذہبی قائدین نیز متقی اور پرہیز گار علماء سے بھی اسی بنیاد پر تعلقات رکھتے ہیں کیونکہ یہ حضرات دینی معاملات کی زیادہ واقفیت رکھتے ہیں اور ان پر زیادہ عمل پیرا ہونے کی وجہ سے عام افراد کی بہ نسبت خدا سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

ایسے افراد سے محبت وعقیدت کا اظہار درحقیقت ان کے اندر موجود خدا کی محبت اور دین کی عظمت کا اظہار واعتراف ہوتا ہے اسی طرح متقی، صالح اور خدا کے منتخب بندوں سے ملاقات کا مقصد اپنی روحانی تشنگی دور کرنا ہوتا ہے. اس مقصد کے تحت اولیاء الٰہی سے ملاقات کو "زیارت" کہا جاتا ہے۔

اگرچہ اولیاء الٰہی اور صالح علماء کی زیارت کا بھی ہر زمانہ میں بلند درجہ ہے لیکن سب سے بہتر اور برتر زیارت خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت ہے چنانچہ خوش نصیب ہیں وہ افراد جن کو حیات معصومین علیہم السلام میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کیونکہ یقیناً وہ بہت بڑی سعادت سے شرفیاب ہوئے ہیں لیکن عہد معصومین علیہم السلام کے بعد زندگی گذارنے والوں کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں رکھا گیا بلکہ انسان معصومین علیہم السلام کے مشاہد مشرفہ کی زیارت کر کے اپنی روحانی اور معنوی تشنگی بجھا سکتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "مَنْ زَارَنِي حَيّاً أَوْ مَيِّتاً كُنْتُ لَهُ شَفِيعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ" "میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد جو بھی میری زیارت کرے گا میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔"(۱)

....

(۱) بحار الانوار: ج ۹۷ ص ۱۳۹، باب ۱

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَرْضِ أَبْلَغْتُهُ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ عِنْدَ الْقَبْرِ سَمِعْتُهُ" "روئے زمین پر کوئی کہیں سے بھی مجھے سلام کرتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں اور جو میری قبر کے نزدیک مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا سلام سنتا ہوں۔"(۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "إِذَا حَجَّ أَحَدُكُمْ فَلْيُخْتِمْ حَجَّهُ بِزِيَارَتِنَا لِأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ" "جب حج کرو تو حج کا اختتام ہماری زیارت پر کرو کیونکہ یہ تکمیل حج کی علامت ہے۔"(۲)

صادق آل محمد علیہ السلام کا ارشاد ہے: "مَنْ زَارَنَا فِي مَمَاتِنَا فَكَأَنَّمَا زَارَنَا فِي حَيَاتِنَا" "ہماری موت کے بعد ہماری زیارت کرنے والا ہماری زندگی میں ہماری زیارت کرنے والے کے مانند ہے۔"(۳)

لہٰذا مومن روئے زمین پر کہیں بھی رہتا ہو اس کے لئے مناسب وضروری ہے کہ قلب و روح کی گہرائی کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب متوجہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں سلام وتحیت کا نذرانہ پیش کرے اسی طرح ائمہ اطہار علیہم السلام کی بھی زیارت کرے کہ یہ عمل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پاک سے محبت کا اظہار اور ان کے دشمنوں سے نفرت وبیزاری کا اعلان ہے. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی عترت ہی خدا کی بارگاہ میں ہمارا وسیلہ اور روز قیامت ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

....

(۱) بحار الانوار: ج ۹۷ ص ۱۸۲، باب ۳

(۲) بحار الانوار: ج ۹۷، ص ۱۳۹، باب ۱

(۳) بحار الانوار: ج ۹۷، ص ۱۲۴، باب ۲

سبق کا خلاصہ:

انسانی خلقت کا مقصد منزل کمال تک پہونچنا ہے اور خالق کی عبادت و بندگی کے بغیر منزل کمال تک رسائی ممکن نہیں ہے چونکہ دعا کے ذریعہ انسان خدائے بے نیاز کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کا اظہار کرتا ہے لہذا دعا کے موقع پر عبودیت و بندگی مجسم ہو کر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اسی بنا پر اسلامی علوم میں دعا کا درجہ بہت بلند ہے۔

اسی طرح منزل کمال تک پہونچنے کے لئے اولیاء الہی خصوصاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی زیارت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سوالات:

۱۔ حدیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں دعا کو عبادت کی جان کیوں کہا گیا ہے؟

۲۔ فقر و احتیاج اور عبودیت و عبادت میں کیا رابطہ ہے؟

۳۔ احادیث کی روشنی میں دعا کے آثار بیان کیجئے؟

۴۔ لوگوں کے درمیان باہمی میل جول اور ملاقات کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں؟

۵۔ اولیاء الہی کی زیارت کے فوائد و نتائج بیان کیجئے؟

اٹھائیسواں سبق

دعا و زیارت کے کچھ آداب اور شرائط

دعا و زیارت کے بھی کچھ آداب و شرائط ہیں. لہذا ہر دعا کرنے والے اور زائر کو ان کا خیال رکھنا چاہیئے اس سبق میں ہم چند آداب ذکر کر رہے ہیں۔

الف: آداب دعا

۱۔ معرفت پروردگار

دعا کرنے والے کے دل میں معرفت پروردگار ہونا چاہئے یعنی اسے یہ معلوم ہو کہ خدا ہر شے پر قادر ہے اور اسی کی ذات تمام اشیاء کا سرچشمہ ہے. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں: "یَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجلَّ: مَنْ سَئَلَنِي وَهُوَ يَعْلَمُ أَنِّي أَضُرُّ وَأَنْفَعُ أَسْتَجِيْبُ لَهُ" "اللہ تعالی کا ارشاد ہے: کہ جو یہ علم و یقین رکھتے ہوئے مجھ سے سوال کرے کہ میں ہی نفع، نقصان پہونچاتا ہوں میں اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔"(۱)

امام موسی کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۳۰۵، باب ۱۷

عرض کی آخر کیا بات ہے، ہم دعائیں کرتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ آپؑ نے فرمایا: "لِأَنَّكُمْ تَدْعُونَ مَنْ لَا تَعْرِفُونَهُ" "اس لئے کہ تم اسے پکارتے ہو جسے پہچانتے نہیں ہو۔"(۱)

۲۔ امید ورجاء

گذشتہ سبق میں ہم نے پروردگار عالم کا یہ قول نقل کیا تھا: ﴿وَادْعُوهُ خَوْفاً وَطَمَعاً إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ یہاں پر طمع سے مراد یہ ہے کہ انسان ذات پروردگار سے امید رکھے اور اسے اطمینان ہو کہ پروردگار سمیع و مجیب ہے پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ" "اس یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو کہ وہ قبول کرے گا۔"(۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "إِذَا دَعَوْتَ فَظُنَّ أَنَّ حَاجَتَكَ بِالْبَابِ" "جب دعا کرو تو قبولیت کا یقین رکھو۔"(۳)

۳۔ غیر اللہ سے قطع امید

جو شخص پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے اسے دوسرے تمام اسباب سے امیدیں منقطع کر لینا چاہیئے. امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَسْأَلَ رَبَّهُ شَيْئاً إِلَّا أَعْطَاهُ فَلْيَيْأَسْ مِنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَلَا يَكُونُ لَهُ رَجَاءٌ إِلَّا عِنْدَ اللّٰهِ فَإِذَا عَلِمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ مِنْ قَلْبِهِ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ شَيْئاً إِلَّا أَعْطَاهُ" "اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری ہر دعا پوری کرے تو تمام لوگوں سے مایوس ہو کر صرف اللہ کی ذات کو مرکز امید قرار دو جب تمہاری اس قلبی کیفیت کو خدا جان لے گا تو پھر تم جو بھی طلب کرو گے اللہ اسے پورا کر دے گا۔"(۴)

(۱) شرح نہج البلاغہ: ج۱۱، ص۲۳۰
(۲) بحار الانوار: ج۹۰، ص۳۰۵، باب۱۷
(۳) اصول کافی: ج۲، ص۴۷۳
(۴) اصول کافی: ج۲، ص۱۴۸

۴۔ حضور قلب

دعا کے لازمی اور ضروری آداب میں حضور قلب بھی ہے یعنی زبان پر جاری ہونے سے پہلے دل میں بھی وہی دعا ہو اور دل کی گہرائیوں سے نکل کر زبان تک آئے. امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً بِظَهْرِ قَلْبٍ سَاهٍ فَإِذَا دَعَوْتَ فَأَقْبِلْ بِقَلْبِكَ ثُمَّ اسْتَيْقِنْ بِالْإِجَابَةِ" "بد دلی سے کی جانے والی دعا کو خداوند عالم قبول نہیں کرتا ہے لہٰذا اگر دعا مانگنا ہے تو دل سے خدا کی جانب متوجہ رہو اور یہ یقین بھی رکھو کہ وہ قبول کرے گا۔"(۱)

۵۔ تضرع اور رقت قلب

رقت قلب اور تضرع کی حالت سے ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ انسان واقعاً محتاج اور ضرورت مند ہے لہٰذا جب یہ کیفیت پیدا ہو تو دعا مانگنا چاہیئے. امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "إِذَا رَقَّ أَحَدُكُمْ فَلْيَدْعُ فَإِنَّ الْقَلْبَ لَا يَرِقُّ حَتَّى يَخْلُصَ" "جب کسی پر رقت قلب طاری ہو تو دعا مانگے اس لئے کہ اس موقع پر دل میں خلوص پایا جاتا ہے۔"(۲)

۶۔ بسم اللہ سے ابتداء کرنا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے: "لَا يُرَدُّ دُعَاءٌ أَوَّلُهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" "ایسی دعا رد نہیں کی جاتی جس کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ سے ہو۔"(۳)

اور یوں بھی بنیادی طور پر ہر عمل کی ابتداء "بسم اللہ" سے ہی کرنا چاہیئے۔

(۱) اصول کافی: ج۲، ص۴۷۳
(۲) اصول کافی: ج۲، ص۴۷۷
(۳) بحار الانوار: ج۹۰، ص۳۱۳، باب۱۷

۷۔ حمد وثنائے الٰہی

دعا سے پہلے حمد وثنائے الٰہی، خدا کی عظمت وجلالت اور دیگر صفات خدا کا تذکرہ کرنا چاہیئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "کُلُّ دُعَاءٍ لَایَکُوْنُ قَبْلَهُ تَمْجِیْدٌ فَهُوَ أَبْتَرٌ" "جس دعا سے پہلے حمد الٰہی نہ ہو وہ ابتر (مقطوع اور ادھوری) ہے۔" (۱)

۸۔ نبیؐ وآل نبیؑ پر درود وسلام

حمد وثنائے الٰہی اور ذکر خدا کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پاکؑ پر درود وسلام بھیجنا چاہیئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "صَلَاتُکُمْ عَلَيَّ إِجَابَةٌ لِدُعَائِکُمْ وَزَکَاةٌ لِأَعْمَالِکُمْ" "مجھ پر صلوات بھیجنا تمہاری دعاؤں کی قبولیت اور اعمال کی پاکیزگی کا سبب ہے۔" (۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "لَا یَزَالُ الدُّعَاءُ مَحْجُوباً عَنِ السَّمَاءِ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ وَآلِهٖ" "جب تک نبی اور آل نبی پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان تک نہیں پہونچتی۔" (۳)

۹۔ نبیؐ وآل نبیؑ سے توسل

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت اطہار علیہم السلام رحمت وفیضان الٰہی کا وسیلہ ہیں اور انہیں خدا کی بارگاہ میں حق شفاعت حاصل ہے۔

لہٰذا اپنی دعائیں قبول کرانے کے لئے ان سے توسل کرنا چاہئے انہیں وسیلہ بنانا چاہئے اور

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۱۷، باب ۱۷

(۲) بحار الانوار: ج ۹۱ ص ۵۴، باب ۲۹

(۳) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۱۳، باب ۱۷

خدا کو ان کی عظمت وجلالت اور ان کے حق کا واسطہ دیکر انہیں اپنا شفیع بنانا چاہئے۔

۱۰۔ اعتراف گناہ

دعا مانگنے سے پہلے انسان کو اپنی عاجزی، ناتوانی، گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرنا چاہیئے اور اس اعتراف کے ساتھ ان پر ندامت بھی ہونا چاہیئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "اِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ عَبْدٌ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا بِالْإِقْرَارِ" "خدا کی قسم کوئی بھی انسان اقرار کے بغیر گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔" (۱)

۱۱۔ پاک اور حلال غذا

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے: "فَمِنْکَ الدُّعَاءُ وَعَلَيَّ الْإِسْتِجَابَةُ فَلَا تَحْتَجِبُ عَنِّي دَعْوَةٌ إِلَّا دَعْوَةُ آکِلِ الْحَرَامِ" "دعا کرنا تیرا کام ہے قبول کرنا میری ذمہ داری ہے لقمہ حرام کھانے والے کے علاوہ میں کسی کی دعا رد نہیں کرتا۔" (۲)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُسْتَجَابَ دُعَاؤُهُ فَلْیُطَیِّبْ مَطْعَمَهُ وَکَسْبَهُ" "جو اپنی دعائیں قبول کرانا چاہتا ہے اس کی غذا اور کسب معاش طیب وطاہر ہونا چاہیئے۔" (۳)

۱۲۔ دعا پر اصرار

دعا پر اصرار کرتے رہنا چاہیئے اور دعا مانگنے سے تھکنا نہیں چاہیئے اور جتنا ممکن ہو گڑگڑانا چاہیئے۔ گڑگڑانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کو ہی اول وآخر سمجھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ صرف پروردگار ہی میری حاجتیں پوری کرے گا اور وہی میری مشکلات برطرف کر سکتا ہے۔

(۱) اصول کافی: ج ۲ ص ۴۸۴

(۲) نجدۃ الداعی: ص ۱۳۹

(۳) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۷۲ باب ۲۴

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّينَ فِي الدُّعَاءِ" "خداوند عالم دعا میں گڑگڑانے والوں سے محبت کرتا ہے۔"(۱)

۱۳۔اجتماعی شکل میں دعا

جب دعا مانگنا ہو اور اپنی حاجتوں کا اظہار مقصود ہو تو اپنے گھر والوں یا دوستوں کو جمع کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا چاہیئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "كَانَ أَبِي إِذَا أَحْزَنَهُ أَمْرٌ جَمَعَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ ثُمَّ دَعَا وَأَمَّنُوا" "میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تھے تو عورتوں اور بچوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیتے تھے اور پھر دعا فرماتے اور سب لوگ آمین کہتے تھے۔"(۲)

۱۴۔دعا کے ساتھ عمل بھی

توکل اور تواکل میں فرق ہے. توکل کا مطلب ہے کہ انسان عمل کرے اور ساتھ ہی ساتھ مشیت الٰہی پر ایمان ویقین بھی رکھے اس کے برخلاف تواکل یہ ہے کہ مشکلات برطرف ہونے کے لئے صرف خدا کو پکارتا رہے اور خود کچھ نہ کرے یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے. دعا کرنے والے پر فرض ہے کہ میدان عمل میں بھرپور کوشش اور جدوجہد کرے اور پھر اللہ پر توکل کرے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "اَلدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِي بِلَا وَتَرٍ" "عمل کے بغیر پکارنے والا کمان کے بغیر تیر چلانے والے کے مانند ہے۔"(۳)

(۱) بحار الانوار: ج ۹۰ ص ۳۰۰ باب ۱۶

(۲) اصول کافی: ج ۲ ص ۴۸۷

(۳) نہج البلاغہ: حکمت ۳۳۷

۱۵۔بارگاہ الٰہی میں حاجات پیش کرنا

بارگاہ الٰہی میں حاجات پیش کرنے کے لئے اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام سے منقول وماثور دعاؤں کا سہارا لینا چاہیئے اس لئے کہ معصومینؑ کی دعاؤں میں آداب دعا اور حسن بیان کے علاوہ اصول تربیت اور تزکیۂ نفس کا سامان بھی پایا جاتا ہے جن میں دعائے کمیل، دعائے صباح، دعائے ابوحمزۂ ثمالی اور مناجات شعبانیہ وغیرہ معروف دعائیں ہیں۔

دعا کے اور بھی آداب ہیں جیسے باطہارت و باوضو ہونا، قبلہ رخ ہو کر دعا مانگنا، مناسب جگہ اور وقت کا انتخاب۔

ب: آداب زیارت

۱۔غسل ونظافت

۱۔ائمۂ معصومین علیہم السلام کی زیارت سے قبل غسل کرنا، پاک وصاف ہونا مستحب ہے اسی طرح زیارت کے وقت باوضو ہونا اور پاک وصاف لباس پہننا مستحب ہے۔

۲۔زیارت پڑھتے وقت قبلہ رخ ہونا۔

۳۔باادب رہنا۔

زائر کے لئے ادب واحترام کا پاس ولحاظ ضروری ہے جس کی زیارت کر رہا ہے اس کے حضور تواضع وانکساری کا انداز اپنائے اور اپنے دل میں یہ تصور کرے کہ گویا خود انہیں حضرت کے سامنے کھڑا ہے۔

۴۔ماثور زیارت پڑھنا

اگرچہ سلام وتحیت کافی ہے مگر روایات میں جو معتبر (منصوص اور ماثور) زیارات ہیں انہیں

زیارتوں کو پڑھنا چاہیئے۔

۵۔ نماز زیارت

زائر کے لئے دو رکعت نماز زیارت پڑھنا مستحب ہے یہ خیال رہے کہ یہ استحباب زیارت ائمہ کے لئے ہے۔

۶۔ تلاوت قرآن

قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی خدمت میں اس تلاوت کا ثواب ہدیہ کرنا مستحب ہے۔

سبق کا خلاصہ:

دعا کرنے والے کو اتنی معرفت ہونا چاہیئے کہ جسے وہ پکار رہا ہے اور جو اس کی دعا قبول کرنے والا ہے وہ خدائے عزوجل ہے اسی کے ساتھ دعا کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ ذات پروردگار کے علاوہ ہر ایک سے امیدیں منقطع کر لے دعا کے ساتھ تضرع وزاری بھی ہونا چاہیئے اور دل کی گہرائیوں سے خدا کی جانب متوجہ ہو. دعا سے پہلے ذکر حمد وثنائے الٰہی کرے اور محمدؐ وآل محمدؑ پر درود وسلام بھیجے اور مسلسل دعا کرتا رہے گڑگڑانا بھی دعا کے آداب میں شامل ہے. دعا کے وقت اپنی کمزوری اور عاجزی نیز گناہوں کا اعتراف اور انہیں ترک کرنے کا عزم کرے. دعا کے لئے محمد وآل محمد علیہم السلام کو وسیلہ بنانا بھی آداب دعا کا جزء ہے اس لئے کہ معصومین علیہم السلام کی شفاعت یقیناً قبول ہوتی ہے۔

سوالات:

۱۔ دعا کے لئے معرفت پروردگار کی کیا اہمیت ہے؟

۲۔ دعا کرنے والے کا انداز کیا ہونا چاہیئے؟

۳۔ دعا کرنے والے کے لئے غیر اللہ سے امید توڑ لینا کیوں ضروری ہے؟

۴۔ دعا سے پہلے کیا چیزیں ضروری ہیں؟

۵۔ محمد وآل محمد علیہم السلام کا وسیلہ کیوں درکار ہے؟

۶۔ کن لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ احادیث کی روشنی میں بیان کیجئے؟

انتیسواں سبق

سفر: مقاصد اور فوائد

ہر انسان کسی نہ کسی سبب اور مقصد کے تحت سفر کرتا ہے سفر کے مقاصد صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی. دوسری بات یہ کہ سفر کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہی نہیں بلکہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے لہذا اسلام نے سفر کے بارے میں دو اعتبار سے گفتگو کی ہے۔

۱۔ شرعی نقطہ نظر سے

۲۔ اخلاقی اعتبار سے

شرعی اعتبار سے موضوع بالکل واضح ہے اور اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ سفر کا مقصد جائز وحلال ہے یا حرام؟ اور پھر اسی لحاظ سے اس پر نماز و روزہ وغیرہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔

اخلاقی اعتبار سے سفر آپسی تعلقات کے دائرہ میں آتا ہے مثلاً رفیق سفر کیسا ہونا چاہئے؟ سفر میں اپنے طور پر یا دوسروں کے ساتھ خصوصاً ساتھیوں کے ساتھ کن آداب کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔

اس درس میں ہم احادیث کی روشنی میں سفر کے جائز مقاصد اور فوائد ونتائج کا تذکرہ کریں گے. آداب سفر انشاء اللہ... آئندہ درس میں بیان کئے جائیں گے۔

سفر کے جائز مقاصد

۱۔ حصول علم ومعرفت

سفر کے جائز مقاصد میں حصول علم سرفہرست ہے۔ سفر کا مقصد اگر دینی علوم اور معارف الٰہی حاصل کرنا ہو تو یہ نہایت باعظمت اور اعلیٰ مقصد ہے۔

سفر کے ذریعہ علم حاصل کرنے کی دو راہیں ہیں: انسان روئے زمین پر آثار کائنات میں غور وخوض کرے مختلف اقوام اور گذشتہ امتوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے اور خداوند عالم کی نعمتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کی غرض سے سیر وگردش کرے۔

یا پھر ایسے شہر کا رخ کرے جہاں بزرگ علماء زندگی بسر کرتے ہوں وہ شہر مرکز علم ہو تو ایسے شہر کی جانب حصول علم کے لئے سفر کرنا بھی قابل مدح وستائش ہے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح خلقت کا آغاز کیا ہے اس کے بعد وہی آخرت میں دوبارہ ایجاد کرے گا بیشک وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔''(۱)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾(۲)

گذشتہ امتوں کی سرگزشت سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ ''تم زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔''(۳)

(۱) سورۂ عنکبوت: آیت ۲۰
(۲) سورۂ حج: آیت ۴۶
(۳) سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۷

نیز خداوند عالم کا ارشاد ہے: ''أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَاراً فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَاقٍ﴾ ''کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے زیادہ زبردست قوت رکھنے والے تھے اور زمین میں آثار کے مالک تھے پھر خدا نے انہیں ان کے گناہوں کی گرفت میں لے لیا اور اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی بچانے والا نہیں تھا۔''(۱)

مذکورہ آیات کی مانند دیگر آیات بھی سفر اور سیر وسیاحت کے دو مقاصد بیان کرتی ہیں:

۱۔ عالم طبیعت میں غور وفکر اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی ان بے شمار نشانیوں کا مشاہدہ جو خالق کی عظمت اور بندوں پر اس کی رأفت ورحمت کا پتہ دیتی ہیں۔

۲۔ گذشتہ امتوں اور اقوام کے آثار اور ان کے بادشاہوں کے ذریعہ تعمیر کئے گئے قلعے، محلات، یا ان کھنڈرات کو دیدۂ عبرت سے دیکھ کر گذشتہ تاریخ سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا اور جادۂ حق وصراط مستقیم تلاش کرنا۔

پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ'' ''طلب علم کے لئے گھر سے نکلنے والا راہ خدا میں رہتا ہے یہاں تک کہ واپس آجائے۔''(۲)

آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ بِهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ'' ''جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔''(۳)

(۱) سورۂ غافر آیت ۲۱
(۲) ترمذی ج ۱۰
(۳) منیۃ المرید ص ۱۰۴

۲۔ دین کی حفاظت

اگر وطن میں رہ کر دینی احکام پر عمل اور عقیدہ کی حفاظت ناممکن ہو جائے تو سفر کرنا ضروری ہے اور انسان کے اوپر ہجرت واجب ہو جاتی ہے ظالم اور سرکش افراد کا جبر واستبداد دین کی نابودی اور عقیدہ سے دست برداری کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے بلکہ ایسے مواقع پر ہر مسلمان کے لئے لازم وواجب ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر چلا جائے جہاں دینی احکام اور مذہبی رسوم کی پابندی ممکن ہو. خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾ "جن لوگوں کو ملائکہ نے اس حال میں اٹھایا کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے تھے ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے انہوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور بنا دئے گئے تھے ملائکہ نے کہا کہ کیا زمین خدا وسیع نہیں تھی کہ تم ہجرت کر جاتے۔"(۱)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے دین اور عقیدے کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے والے مومنین کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے. ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ (۲) "اور جو شخص اپنے گھر سے جلاوطن ہو کر خدا اور اسکے رسول کی طرف نکل پڑے کہ اسے موت آ جائے تو اسکا اجر خدا کے ذمہ ہے۔"

۳۔ حج وزیارت

اگر انسان مستطیع ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ حج بیت اللہ الحرام بجالانا واجب ہے. استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ مکہ تک آمد و رفت کا خرچ موجود ہو۔ اور جسمانی طور پر بھی کوئی عذر

(۱) سورۂ نساء: آیت ۹۷
(۲) سورۂ نساء: آیت ۱۰۰

یا مانع نہ ہو. اس طرح اگر فریضۂ حج کی ادائیگی، حرم پیغمبر ﷺ اور قبور ائمہ علیہم السلام کی زیارت کے لئے سفر کیا جائے تو یہ مقصد بھی نہایت بلند اور اعلیٰ ہے۔

۴۔ لقمۂ حلال کی تلاش

سفر کے جائز اغراض و مقاصد میں لقمۂ حلال کی تلاش بھی ہے اسی طرح تفریح طبع کی خاطر سفر بھی مطلوب ہے بشرطیکہ انسان حرام میں مبتلا نہ ہو. امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: "مَكْتُوبٌ فِي حِكْمَةِ آلِ دَاوُدَ علیہ السلام لَا يُظْعَنُ الرَّجُلُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: زَادَ لِمَعَادٍ أَوْ مَرَمَّةٌ لِمَعَاشٍ أَوْ لَذَّةٌ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ" آل داؤدؑ کی حکمت میں یہ تحریر تھا کہ تین کاموں کے علاوہ انسان سفر نہ کرے۔ ۱۔ توشۂ آخرت ۲۔ کسب معاش ۳۔ غیر حرام لذتیں حاصل کرنے کے لئے۔(۱)

سفر کے فوائد

سفر کے فوائد ونتائج کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "سَافِرُوا تَصِحُّوا، سَافِرُوا تَغْنَمُوا" "سفر کرو صحت مند ہو جاؤ گے. سفر کرو فوائد حاصل کرو گے۔"(۲)

آپ کا ارشاد گرامی ہے: "سَافِرُوا فَإِنَّكُمْ إِنْ لَمْ تَغْنَمُوا مَالاً أَفَدْتُمْ عَقْلاً" "سفر کرو کیونکہ اگر مال ہاتھ نہ بھی آیا تو عقل میں اضافہ ہوگا۔"(۳)

نیز آپ سے منقول ہے: "سَافِرُوا تَصِحُّوا وَتُرْزَقُوا" "سفر کرو کہ سفر صحت اور رزق

(۱) بحار الانوار: ج ۷۳، ص ۲۲۱، باب ۴۵
(۲) گذشتہ حوالہ
(۳) مکارم الاخلاق: ص ۲۴۰

کا موجب ہے۔"(۱)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منسوب اشعار ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

تَغرِبُ عَنِ الْاَوْطَانِ فِی طَلَبِ الْعُلیٰ   وَسَافِرْ فَفِی الْاَسْفَارِ خَمسُ فَوَائِدَ

تَفَرُّجُ هَمٍّ وَ اِكْتِسَابُ مَعِيْشَةٍ   وَ عِلْمٌ وَ آدَابُ وَ صُحْبَةُ مَاجِدِ

"وطن کو چھوڑ کے نکلو تو آگہی کے لئے   سفر میں پانچ فوائد ہیں آدمی کیلئے

ملے گا علم وادب، ہم نشینی دانا کی   مٹاؤ غم کو، چلو کسب زندگی کیلئے" (مترجم)

اس طرح سفر تقویت روح اور کثرت علم کا ذریعہ ہوتا ہے. سفر کے ذریعہ وسیع رزق میسر ہوتا ہے. مختلف اقوام وقبائل کے آداب ورسوم سے آگاہی ہوتی ہے. تجارت اور کسب حلال کے امکانات سامنے آتے ہیں اور سفر کے ذریعہ ہی ایک مبلغ کو تبلیغ کا موقع ملتا ہے مبلغ سفر کے بعد مختلف جگہوں اور معاشروں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر انہیں اسلام کے راستہ پر لاسکتا ہے اور اس سفر سے مبلغ کو کتنا اجر ملنے والا ہے اسے صرف خدا ہی جانتا ہے۔

(۱) کنزالعمال حدیث ۱۷۴۶۹

(۲) مولائے کائنات سے منسوب دیوان ص ۱۳۹، مستدرک الوسائل ج ۸، ص ۱۱۵

سبق کا خلاصہ:

اسلام کی نگاہ میں سفر کے جائز مقاصد یہ ہیں: تعلیم، دین اور عقیدہ کی حفاظت، حج بیت اللہ و زیارت قبر پیغمبرؐ وائمہ طاہرینؑ رزق حلال کی تلاش، حرام چیزوں سے پرہیز کے ساتھ تفریح طبع۔

سوالات:

۱۔ معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لئے سفر کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں؟

۲۔ قرآن مجید کس قسم کا سفر کرنے کے لئے زور دیتا ہے؟

۳۔ کچھ لوگ ظلم کا شکار ہو کر ظالموں کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے..... یہ تذکرہ کس آیت میں ہے؟ آیت بیان کیجئے اور مختصر تشریح بھی کیجئے؟

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کی روشنی میں ہجرت کے اسباب کیا ہیں؟

۵۔ انسان سفر سے کیا فوائد حاصل کرسکتا ہے؟

تیسواں سبق

سفر کے آداب

مسافر کی ذمہ داری ہے کہ سفر کے دوران سفر سے متعلق آداب وشرائط اور اخلاقیات کا لحاظ رکھے۔

۱۔ رفیق سفر کا انتخاب

جہاں تک ممکن ہو سکے انسان کو اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیئے اور سفر کے لئے رفیق اور ساتھی تلاش کرنا چاہئے. کیونکہ رفیق سفر کی موجودگی میں راستہ کی تنہائی اور وحشت کے بجائے انس ومحبت کی کیفیت محسوس کرتا رہے گا کبھی سفر میں مشکلات کا سامنا ہو جائے تو ایسے حالات میں کسی ایک ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اس کی مدد کر سکے. ان باتوں کے علاوہ تنہا سفر کرنے کے باعث کبھی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ؟ قَالُوا: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: مَنْ سَافَرَ وَحْدَهُ وَمَنَعَ رِفْدَهُ وَضَرَبَ عَبْدَهُ" "کیا میں تمہیں بدترین افراد سے مطلع نہ کروں؟ لوگوں نے عرض کیا، اے خدا کے رسول ضرور مطلع فرمائیں. پیغمبر ﷺ نے فرمایا: بدترین انسان وہ ہے جو تنہا سفر کرے، اپنے ساتھیوں سے دریغ کرتا

ہو اور اپنے غلام کو مارتا ہو۔(۱)

آپ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ: "لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ثَلَاثَةً: اَلْآكِلُ زَادَهُ وَحْدَهُ وَالنَّائِمُ فِي بَيْتٍ وَحْدَهُ وَالرَّاكِبُ فِي الْفَلَاةِ وَحْدَهُ" رسول مقبول ﷺ نے تین لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے. ۱۔ جو اپنے توشہ سفر کو تنہا کھائے ۲۔ گھر میں اکیلا سوئے ۳۔ صحرا میں اکیلا سفر کرے۔(۲)

اسی سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "اَلرَّفِيقُ قَبْلَ الطَّرِيقِ" یعنی راہ سے پہلے ہمراہ تلاش کرو۔(۳)

لہذا بہترین رفیق سفر کا انتخاب ضروری ہے. اچھا اور بہترین رفیق وہ ہے جو اپنے اخلاق و کردار سے تمہیں متاثر کرے اور تمہارے اخلاق وکردار سے متاثر ہو اس طرح دونوں کے کردار میں نکھار آئے گا۔

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "لَا تَصْحَبَنَّ فِي سَفَرٍ مَنْ لَا يَرَىٰ لَكَ مِنَ الْفَضْلِ عَلَيْهِ كَمَا تَرَىٰ لَهُ عَلَيْكَ" "سفر میں اس کے ساتھ ہرگز نہ رہو کہ تم اس کی جتنی عزت کرتے ہو وہ تمہاری اتنی عزت کا بھی قائل نہ ہو۔"(۴)

۲۔ حقوق کی ادائیگی

جو شخص سفر کا قصد رکھتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کے ذمہ جو حقوق ہیں مثلاً قرض وغیرہ

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۶

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۷

(۳) بحار الانوار: ج۷۳، ص۲۲۹، باب۴۷

(۴) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۸

انہیں ادا کرے پھر سفر کے لئے نکلے۔ اور اگر ادا کرنا ممکن نہ ہو تو واجب ہے کہ تحریری شکل میں وصیت کرے تا کہ بعد میں اس کے مال سے ان حقوق کو ادا کیا جا سکے۔ حقوق الناس کے مانند سفر سے پہلے حقوق اللہ بھی ادا کرنا چاہئیں۔

۳۔ لوازمات سفر

سفر سے پہلے ہی اس کے لوازمات اور ضروریات فراہم کر لینا چاہئیں اور ضروری ساز وسامان کے بغیر سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ضروریات سفر کے بغیر اگر سفر کرے گا تو ایسی صورت میں یا تو خود زحمتیں اور پریشانیاں اٹھائے گا یا پھر اپنے ساتھیوں پر بوجھ بن جائے گا اور ان کی نظروں میں اس کی کوئی حیثیت نہ رہ جائے گی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد گرامی ہے: "مِنْ شَرَفِ الرَّجُلِ أنْ يُطَيِّبَ زَادَهُ إذا خَرَجَ فِي سَفَرٍ" انسان کی شرافت وعظمت اسی میں ہے کہ جب سفر کے لئے جائے تو مناسب زاد سفر اپنے ساتھ لیکر جائے۔ (۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "مِنَ السُّنَّةِ إذا خَرَجَ الْقَوْمُ فِي سَفَرٍ أَنْ يُخْرِجُوا نَفَقَتَهُمْ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَطْيَبُ لِأَنْفُسِهِمْ وَأَحْسَنُ لِأَخْلَاقِهِمْ" "جب کوئی قوم یا کاروان سفر کے لئے نکلے تو سب کے لئے مستحب ہے کہ اپنا ہزینۂ سفر نکال کر جدا کر دیں اس میں ان کی بہتری ہے اور یہ ان کے حسن اخلاق کے لئے موزوں ہے۔" (۲)

یہ نکتہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور سماجی تعلقات اور اخلاقیات کی بنیاد ہے کہ جب تمام رفقائے سفر اپنا زاد راہ آپس میں برابر سے تقسیم کرلیں گے تو کسی کے اوپر بوجھ نہیں پڑے گا جس سے ان کا اخلاق سنور جائے گا اور آپسی احترام ومحبت میں اضافہ ہوگا۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۸۱

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۸

۴۔ دعا وذکر خدا

سفر سے پہلے دعا اور ذکر خدا کرنا چاہئے یہ چیز صرف سفر سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اسلامی آداب کے مطابق ہر عمل کا آغاز دعا اور یاد خدا سے ہونا چاہئے۔ مسافر کے لئے سورۂ حمد، آیۃ الکرسی، اور سفر کے بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول دعا پڑھنا مستحب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سفر کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ خَلِّ سَبِيلَنَا وَأَحْسِنْ مَسِيرَنَا وَأَعْظِمْ عَافِيَتَنَا"(۱) "خدایا ہمارے راستہ کو ہموار، سفر کو بہترین اور ہماری سلامتی کو زیادہ کردے۔"

رکاب میں قدم رکھتے وقت اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرماتے تھے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ﴾ "پاک وبے نیاز ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے ورنہ ہم اس کو قابو میں لا سکنے والے نہیں تھے۔" (۲)

پھر سات مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" سات مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور سات مرتبہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہتے تھے۔ (۳)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "إذا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فِي سَفَرٍ أَوْ حَضَرٍ فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" "سفر کے لئے یا کسی بھی کام کے لئے گھر سے نکلو تو کہو "بِسْمِ اللّٰهِ" میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اسی پر

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۱

(۲) سورۂ زخرف: آیت ۱۳

(۳) مکارم الاخلاق

میرا اعتماد ہے جو اللہ چاہے، اس کے علاوہ کوئی قدرت وطاقت نہیں ہے۔(۱)

۵۔ صدقہ

فقراء اور محتاجوں کو صدقہ دینا اسلامی احکام کے لحاظ سے مستحب ہے مگر ارادۂ سفر کے وقت شریعت اسلامیہ میں صدقہ نکالنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

☆ "اَلصَّدَقَةُ تَدفَعُ الْبَلَاءَ" "صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔"(۲)

☆ "اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبعِینَ بَاباً مِنَ الشَّرِ" "صدقہ شر کے ستر دروازے بند کردیتا ہے۔"(۳)

☆ "اَلصَّدَقَةُ تَمنَعُ سَبعِینَ نَوعاً مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَاءِ اَهوَنُهَا الْجُذَامُ وَالْبَرَصُ" "صدقہ ستر قسم کی بلاؤں اور آفات کو روکتا ہے، جن میں سب سے معمولی آفت جذام اور برص ہے۔"(۴)

☆ "اَلصَّدَقَةُ تَمنَعُ مِیتَةَ السُّوءِ" "صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔"(۵)

۶۔ مروت

سفر کے دوران تمام مسافر ایک دوسرے کا احترام کریں نیز حسن اخلاق اور مروت، شہامت کا مظاہرہ کریں اور سب لوگ برابر سے سفر کے مشکلات برداشت کریں اور ایک دوسرے کو اذیت نہ دیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَا اصْطَحَبَ اثْنَانِ إلَّا كَانَ اَعْظَمُهُمَا

(۱) من لایحضرہ الفقیہ: ج۲، ص۲۷۲
(۲) بحار الانوار: ج۹۳، ص۱۳۷، باب۱۴
(۳) بحار الانوار: ج۹۳، ص۱۳۲، باب۱۴
(۴) کنز العمال: خ۱۵۹۸۲
(۵) بحار الانوار: ج۹۳، ص۱۳۰، باب۱۴

أجراً وَأَحَبُّهُمَا اِلَى اللهِ أرْفَقُهُمَا بِصَاحِبِهِ" "جب دو انسان سفر میں ساتھ ہوتے ہیں تو زیادہ اجر کا مستحق اور عند اللہ زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں زیادہ مہربان ہوتا ہے۔"(۱)

آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "وَأَمَّا الْمُرُوَّةُ الَّتِي فِي السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَحُسْنُ الْخُلْقِ وَالْمِزَاحِ فِي غَيْرِ الْمَعَاصِي" "سفر میں مروت کا مطلب زاد راہ خرچ کرنا، حسن اخلاق کا اظہار اور گناہ سے بچتے ہوئے ہنسی مذاق کرنا ہے۔"(۲)

امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: "أَمَّا مُرُوَّةُ السَفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَقِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَىٰ مَنْ صَاحَبَكَ وَكَثْرَةُ ذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فِي كُلِّ مَصْعَدٍ وَمَهْبَطٍ وَنُزُولٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ" "سفر میں مروت سے مراد زاد راہ خرچ کرنا، ساتھیوں کی مخالفت سے اجتناب اور ہر بلندی وپستی، ہر منزل اور اٹھتے بیٹھتے کثرت سے ذکر خدائے عزوجل کرنا ہے۔"(۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "أَمَّا مُرُوَّةُ السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَالْمِزَاحُ فِي غَيْرِ مَا يُسْخِطُ اللّهَ عَزَّوَجَلَّ وَقِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَىٰ مَنْ صَحِبَكَ وَتَرْكُ الرِّوَايَةِ عَلَيْهِمْ إذَا أَنْتَ فَارَقْتَهُمْ" "سفر میں مروت یعنی زاد سفر خرچ کرنا، ایسا مذاق کرنا جس سے اللہ ناراض نہ ہو، ساتھیوں کی مخالفت نہ کرنا اور جدا ہونے کے بعد ان کی برائی نہ کرنا۔"(۴)

(۱) وسائل الشیعہ: ج۱۱، ص۴۱۲
(۲) بحار الانوار: ج۷۳، ص۲۶۶، باب۴۹
(۳) وسائل الشیعہ: ج۱۱، ص۴۳۷
(۴) وسائل الشیعہ: ج۱۱، ص۴۳۶

آپؑ ہی سے منقول ہے: ''قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: إِذَا سَافَرْتَ مَعَ قَوْمٍ فَأَكْثِرْ اسْتِشَارَتَهُمْ فِي أَمْرِكَ وَأُمُورِهِمْ وَأَكْثِرِ التَّبَسُّمَ فِي وُجُوهِهِمْ وَكُنْ كَرِيماً عَلَىٰ زَادِكَ بَيْنَهُمْ وَإِذَا دَعَوْكَ فَأَجِبْهُمْ وَإِنْ اسْتَعَانُوا بِكَ فَأَعِنْهُمْ'' ''حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: جب کسی قوم کے ساتھ سفر کرو اپنے اوران کے امور میں کثرت سے مشورہ کروان کے سامنے خوب مسکراؤ اوران پر زادراہ خرچ کرنے میں اعلی ظرفی سے کام لو اگر تمہیں پکاریں تو جواب دو اگر مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو۔''(۱)

۷۔ تحفہ وتحائف

شریعت اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ کوئی مسافر جب اپنے وطن واپس لوٹے تو گھر والوں کے لئے تحفہ وتحائف ساتھ لے جائے اس لئے کہ گھر والے اس کی آمد کا انتظار کرتے ہیں واپسی کی تمنا کرتے ہیں اوراس کے دیدار کے مشتاق رہتے ہیں چنانچہ مسافر کی جانب سے تحفہ وہدیہ اس کی محبت اوراشتیاق ملاقات کا اظہار بن جائے گا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اِذَا خَرَجَ أَحَدُكُمْ إِلَىٰ سَفَرٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَىٰ أَهْلِهِ فَلْيُهْدِهِمْ وَلْيُطْرِفْهُمْ وَلَوْ حِجَارَةً'' ''تم میں سے جب بھی کوئی سفر کے لئے جائے تو واپس آتے وقت گھر والوں کے لئے ضرور ہدیہ لانا چاہیئے، چاہے ایک پتھر ہی کیوں نہ ہو۔''(۲)

ان کے علاوہ اور بھی سفر کے آداب ہیں جن کا سفر میں پاس ولحاظ رکھنا چاہئے مثلاً وصیت لکھنا، دورکعت نماز پڑھنا، اپنے احباب، اعزاء واقارب سے رخصت ہونا تا کہ جب وہ پلٹ کر آئے تو یہ لوگ اس کے استقبال کو جائیں اوراس سے ملاقات کریں۔

(۱) وسائل الشیعہ: ج۱۱، ص۴۳۰

(۲) بحار الانوار: ج۷۳، ص۲۸۳

اسی طرح اگر کوئی جماعت یا کاروان سفر کررہا ہے تو انہیں اپنے درمیان سے کسی ایک کو امیر اورسردار منتخب کر لینا چاہیئے اور سب کو اس کی بات تسلیم کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''اِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ'' ''اگر تین آدمی بھی سفر کررہے ہوں تو کسی ایک کو امیر بنالینا چاہیئے۔''(۱)

البتہ جسے امیر اور (قافلہ سالار) منتخب کیا گیا ہے اسے یہ خیال رہے کہ اسے اپنے ساتھیوں کی خدمت اوران کے کاموں کی نگرانی کے لئے منتخب کیا گیا ہے. جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا قول ہے: ''سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ فِي السَّفَرِ'' ''سفر میں قافلہ والوں کی خدمت کرنے والا ہی قافلہ کا سردار ہوتا ہے۔''(۲)

(۱) کنز العمال: حدیث ۷۵۴۹

(۲) بحار الانوار: ج۷۳، ص۲۷۳، باب۴۹

سبق کا خلاصہ:

سفر کے چند آداب ہیں: تنہا سفر نہ کرے، اپنے قرض کو ادا کردے یا اسے اپنے وصیت نامہ میں لکھ دے، اپنے ہمسفر کے اوپر بوجھ نہ بنے، اگر چند مسافر ہوں تو ایک کو اپنا ذمہ دار بنالیں۔

آداب سفر میں یہ بھی ہے کہ: دعا پڑھے، جتنا ممکن ہو قرآن پڑھے، سفر کے لئے نکلتے وقت صدقہ دینا مستحب ہے، اپنے ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ گھل مل کر رہے، سفر سے واپس لوٹتے وقت اپنے گھر والوں کے لئے کوئی ہدیہ ضرور لیکر آئے۔

سوالات:

۱۔ بعض آداب سفر ذکر کیجئے؟

۲۔ حدیث شریف "اَلرَّفِیْقُ قَبْلَ الطَّرِیْقِ" کی وضاحت کیجئے؟

۳۔ اپنے ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

۴۔ سفر سے لوٹتے وقت گھر والوں کے لئے کیسا ہدیہ لانا چاہئے؟

☆☆☆

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ